اسلام اور عیسائیت
مولانا محمد ادریس کاندھلوی
کتب خانہ جمیلی ۰ دار العلوم الاسلامیہ
کامران بلاک ۰ اقبال ٹاؤن لاہور ۱۲

اسلام
اور
نصرانیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
اَمَّا بَعۡدُ

حق جل شانہٗ نے جس طرح اپنے بندوں کی ظاہری اور جسمانی حیات اور زندگی کے بقاء اور تحفظ کے لئے قسم قسم کے سامان پیدا فرمائے، طرح طرح کے میوے پھل اور غلے پیدا کئے اور گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے لباس اور مکان کو پیدا کیا۔ پھر کسی کو بقدر سد رمق دیا اور کسی کو قسم قسم کے الوان نعمت سے نوازا۔ کسی کو رہنے کے لئے ایک جھونپڑا اور پھونس کا چھپر ہی دیا اور کسی کو عالیشان محل عطا فرمایا۔ اور کسی کو بقدر ستر عورت دیا اور کسی کو بیش بہا حلہ اور زریں خلعت پہنایا۔

نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَہُمۡ مَّعِیۡشَتَہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا۔ ہم نے ہی دنیوی زندگی میں ان کی روزی کو تقسیم کیا ہے۔

کسی کو سادہ خمیرہ گاؤزبان دیا اور کسی کو خمیرہ گاؤزبان عنبری جواہر والا دیا۔ کسی کو عرق گذر دیا اور کسی کو عرق ماء اللحم مثلث جس کے لئے جو مناسب جانا وہ دیا۔ اور جسمانی صحت کی حفاظت کے لئے طبیبوں اور ڈاکٹروں کو پیدا کیا اور طبی قواعد اور اصول ان کے قلب میں القاء کئے پس جس طرح انسان کی چند روزہ زندگی کے لئے یہ سامان پیدا فرمایا، اسی طرح حق جل شانہٗ نے روحانی حیات اور زندگی کے لئے انبیاء و مرسلین کے توسط سے اپنی ہدایات و ارشادات اور تعلیمات و تلقینات کا سلسلہ جاری فرمایا۔ اور بتلایا کہ خداوند ذوالجلال کو یکتا اور بے مثل اور مستجمع جمیع صفات کمال سمجھو۔ اسی کی عبادات اور بندگی کرو اور یہ سمجھو کہ وہی عبادت اور بندگی کے لائق ہے۔ اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔ اور جزا اور سزا یوم آخرت اور روز قیامت کو حق سمجھو اور یقین رکھو کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہوگے اور مالک حقیقی کے سامنے پیش ہوگے۔ اور وہ تم کو ان اعمال کا بدلہ دیگا

نبی مکرم اور رسول معظم حضرت آدم سے لے کر خاتم الانبیاء والمرسلین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم وعلیٰ جمیع اخوانہ من النبیین والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین تک تمام انبیاء ورسل انہیں امور کی تلقین کرتے آئے اس میں کسی قوم اور کسی فرقہ کی تخصیص نہیں، لیکن یہ امور کہ خدا کی کیا شان ہونی چاہیئے؟ اس کی عبادت اور بندگی کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے ارکان اور شرائط وآداب کیا ہیں؟ معاد کی کیا حقیقت ہے؟ جزاء اور سزا سے کیا مقصد ہے؟ نبوت ورسالت کے کیا معنی ہیں؟ انبیاء ومرسلین کے کیا اوصاف ہونے چاہئیں؟ کون امور حق جل شانہٗ کے نزدیک پسندیدہ اور کون سے ناپسندیدہ ہیں؟ ان امور کا جواب تمام ادیان اور مذاہب میں یکساں نہیں مل سکتا۔ اس اعتبار سے ادیان اور مذاہب میں فرق مراتب ہے۔ جس مذہب اور شریعت میں ان باتوں کا مفصل اور مکمل جواب ہو وہی دین سب سے زیادہ صحیح اور بہتر اور سب سے افضل اور اکمل ہے اور وہی مذہب عالمگیر ہے۔

حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہما وسلم تک جس قدر صحیفے اور کتابیں آسمان سے اتریں، وہ ایک خاص قوم اور ایک خاص طبقہ کی زندگی کے لئے کافی تھیں مگر ہمہ گیر اور عالمگیر نہ تھیں اور زندگی کے تمام شعبوں کے لئے حاوی نہ تھیں۔ توریت کی کتاب الاحبار کو اٹھا کر دیکھئے، زندگی کے تمام شعبوں میں سے صرف قربانی اور قصاص اسجانوروں کی حلت وحرمت کے احکام اور حدود وتعزیرات مذکور ہیں۔ اور توریت کی پانچوں کتابوں میں جنت اور جہنم، قیامت اور یوم آخرت، اعمال کی جزاء اور سزا کا بالکل ذکر نہیں۔ صرف دنیوی برکتوں اور لعنتوں کا ذکر ہے کہ خدا کی اطاعت کرنے والوں کے لئے دنیا کی یہ برکتیں ہیں اور نافرمانوں کے لئے یہ لعنتیں اور ذلتیں ہیں۔ انجیل میں قیامت کا اگر کچھ ذکر آیا ہے، تو بہت مجمل اور مختصر۔ اخلاق اور روحانیت کی کچھ تعلیم ہے۔ باقی دنیوی اور اخروی زندگی کے شعبوں کے متعلق کوئی تعلیم نہیں۔

زبور میں صرف مناجات اور خدا کی حمد اور ثناء ہے۔ احکام شریعت کا بالکل ذکر نہیں۔

انجیل میں زیادہ تر حضرت مسیحؑ کے حالات اور معجزات کا ذکر ہے۔ احکام برائے نام ہیں۔
اور جو صحیفے دو دو چار چار ورق کے، عہد عتیق میں درج ہیں کہ جن میں سوائے کسی قصہ
کے اور کسی شے کا بیان نہیں۔ ان کے ذکر کرنے کی حاجت نہیں۔

غرض یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک جو کتاب نازل ہوئی، وہ ایسی جامع اور
ہمہ گیر نہ تھی کہ جو زندگی کے تمام شعبوں کو حاوی اور دنیا و آخرت کی صلاح اور فلاح کی کفیل
اور ہر زمانہ اور ہر ملک اور ہر قوم کے مناسب ہوتی۔ اس لئے حق جل شانہ نے جب نبوت و رسالت
کے سلسلہ کے ختم کا ارادہ فرمایا۔ تو ایسی جامع کتاب نازل فرمائی کہ جو انبیاء سابقین کی ہدایات
اور تلقینات اور ارشادات و تعلیمات کی جامع ہو۔ اور جو امور انبیاء و مرسلین کی طرف غلط
منسوب ہیں ان کی مصلح ہو۔ اور جن امور کی تکمیل کی ضرورت ہے۔ ان کی مکمل ہو۔ تاکہ اس مکمل
ہدایت نامہ کے بعد دنیا کی کسی قوم اور کسی ملک کو کسی دوسری ہدایت کی ضرورت باقی نہ رہے۔

يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ ۔ — اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے لئے ہر چیز بیان کر دے اور پچھلوں کے تمام طریقے تم کو بتلا دے۔

یعنی ہدایت کے جو طریقے اللہ نے انبیاء سابقین کو متفرقاً بتلائے تھے، وہ سب کے سب
مجتمعاً اللہ نے تم کو بتلا دیئے۔ دین اسلام کیا ہے، تمام محاسن اور خوبیوں کا مجموعہ ہے۔

حسن یوسف دم عیسٰے ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کون نہیں جانتا کہ انسان کی زندگی کے تین دور ہیں۔ ایک بچپن، ایک شباب اور ایک
پیری۔ اور ہر دور کا تقاضا الگ ہے اور ہر دور کی ضروریات جداگانہ ہیں۔ اور یہ بھی سب کو معلوم
ہے کہ شیر خوارگی کے زمانہ کی غذا صرف ماں کا دودھ ہوتا ہے۔ جوں جوں سن و سال بڑھتے جاتے
ہیں، غذا بھی بدلتی جاتی ہے اور احکام بھی بدلتے جاتے ہیں حکومت کی طرف سے بچوں اور لڑکوں
کے لئے قانون بہت کم اور مختصر ہوتے ہیں۔ اصل قانون عاقل اور دانشمندوں کے لئے ہوتا ہے

جوں جوں عقل و شعور بڑھتا جاتا ہے۔ اسی قدر احکام اور پابندیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ اسی طرح نوع انسانی جب شیر خوارگی کا زمانہ گذار رہی تھی، تو اس کی روحانی غذا (یعنی شریعت) بھی بہت مختصر تھی۔ جوں جوں نوع انسانی ترقی کرتی رہی اور اس کا عقل و شعور بڑھتا رہا، تو اس کیلئے احکام اور شریعت بھی پہلے سے بڑھ کر آتی رہی۔ حتیٰ کہ جب نوع انسان اپنے ادراک اور شعور کے اوج پر پہنچ گئی اور اس قابل ہوگئی کہ دقیق سے دقیق مسائل سمجھ سکے، تو اس کے لئے ایک کامل اور مکمل شریعت اتاری گئی کہ جو ہر قسم کے آئین اور قوانین پر مشتمل ہے اور ایسے صحیح اور محکم اصول کی جامع ہے کہ جن میں ذرہ برابر اختلال اور اضمحلال کا امکان نہیں۔ اور نہ اس شریعت کے بعد کسی شریعت کی ضرورت ہے۔

اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔	آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور دین اسلام تمہارے لئے پسند کیا۔

اور اس تکمیل سے اللہ تعالیٰ نے اپنے انعام اور احسان کو پورا فرمایا۔ اب خدا تک پہنچنے کے لئے اسلام کے سوا اور کوئی راستہ نہیں اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ان تصریحات اور تشریحات کے بعد کسی سلیم العقل اور صحیح الفطرت کو اسلام کے دین کامل اور عالمگیر اور ہمہ گیر مذہب ہونے میں کوئی شک اور شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔ لیکن متعصب اور معاند کی نظر میں اسلام کے محاسن اور مناقب، قبائح اور معائب دکھلائی دیتے ہیں۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

عیسائیوں کا ایک اعتراض اور اس کا جواب

عیسائیوں نے اسلام پر بہت سے اعتراض کئے ہیں۔ لیکن اپنے زعم میں ایک اعتراض کو بہت اہم اور مہتم بالشان سمجھ کر بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ قرآن میں جس قدر بھی عمدہ مضامین ہیں وہ سابقہ کتب سے لئے گئے ہیں۔ قرآن میں کوئی جدید شے نہیں۔ لہٰذا کتب سابقہ کے ہوتے ہوئے قرآن کی کیا ضرورت ہے!! اسی بناء پر بہت سے پادریوں نے بہت سی کتابیں اور مضامین عدم ضرورت قرآن کے نام سے لکھے ہیں۔

اس وقت تحریر سے مقصد یہ ہے کہ تعلیم اسلام کا توریت و انجیل کی تعلیم سے مقابلہ کر کے یہ دکھلائیں کہ قرآن کی تعلیم کس درجہ اعلیٰ اور اکمل اور کس قدر افضل اور برتر ہے۔ اور قرآن کریم کی تعلیم کس قدر عقل سلیم اور فہم مستقیم کے مطابق ہے۔ اور قرآن کی ان تعلیمات کو لوگوں کے سامنے پیش کریں کہ جن کا کسی کتاب میں نام و نشان بھی نہیں۔

مگر قبل اس کے کہ ہم تفصیلی جواب کی طرف متوجہ ہوں۔ علماء نصاریٰ کی خدمت میں اتنا ضرور عرض کریں گے کہ یہ سوال بعینہٖ انجیل پر بھی وارد ہو سکتا ہے کہ انجیل میں وہ کون سے نئے جدید مضامین ہیں جو توریت اور کتب سابقہ میں موجود نہیں۔ حضرت مسیح کا خود مقولہ ہے۔

"قیامت تک توریت کا شوشہ بھی نہیں ہٹے گا۔ میں بھی اس کی تعمیل کے لئے آیا ہوں"

حضرت مسیح کے اس مقولہ کو پیش نظر رکھ کر حضرات نصاریٰ انجیل کی ضرورت ثابت کریں۔ علماء نصاریٰ عاجز ہو کر یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ روحانی تعلیم کے لئے انجیل کی ضرورت ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پھر بھی اس حقیقت کا جواب نہیں ہو سکا کہ انجیل میں وہ کون سی روحانی تعلیم ہے، جو کتب سابقہ میں موجود نہیں ہے۔

قبل اس کے کہ ہم تعلیمات اسلام کی خصوصیات اور اس کے امتیازات کو ذکر کریں، یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ انبیاء و مرسلین کی بعثت کا مقصد صرف اتنا ہے کہ خالق اور مخلوق، بندہ اور خدا میں

تعلق قائم کرنے کے طریقے بتلائیں۔ اور خداوند ذوالجلال کے احکام اور اوامر ونواہی اور مرضی اور نامرضی سے آگاہ کریں اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ بعد میں آنے والا نبی من اولہ الی آخرہ کوئی جدید شریعت اور نئے احکام ہی لے کر آتے۔ ورنہ حضرت ہارون اور حضرت یوشع اور دیگر حضرات انبیاء بنی اسرائیل کی نبوت ورسالت کی کیا دلیل ہے۔ نیز حضرت مسیح جو توریت کا نقطہ اور ایک شوشہ بھی بدلنے کے لئے نہیں آئے۔ نصاریٰ کے زعم باطل کی بناء پر جسمانی حیثیت ہی سے ان کی نبوت ورسالت کی کوئی دلیل بتلائی جائے۔ نصاریٰ فقط انجیل سے ان تعلیمات کا حوالہ دیں کہ جو کتب سابقہ توریت اور زبور وغیرہ میں مذکور نہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی شاذونادر حکم انجیل میں ایسا ہو کہ جو توریت وزبور میں نہ ہو۔ لیکن توریت وزبور میں ہزارہا وہ مضامین ملیں گے کہ جن کا انجیل میں کہیں پتہ نہیں۔

انشاء اللہ ہم غلامان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو عنقریب تعلیمات اسلام کی فضیلت اور برتری ثابت کر دکھائیں گے۔ لیکن حضرت نصاریٰ ذرا تیار ہو جائیں کہ اگر علمائے یہود یہ سوال کر بیٹھیں کہ انجیل بھی کتب سابقہ کا اقتباس ہے۔ توریت کے ہوتے ہوتے انجیل کی کیا ضرورت ہے، تو حضرات نصاریٰ اس وقت کیا جواب دیں گے؟ ہم بھی اس جواب کو سننا چاہتے ہیں۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیں۔ اب ہم سے سنئے۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ اصول دین کا اصول دین کے ساتھ مقابلہ کر کے بتلاتے ہیں، فروع کو اس پر قیاس کر لیا جائے۔

فاقول وباللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق وھو الھادی الی سواء الطریق

توحید

اسلامی تعلیمات میں سب سے اہم اور مقدم توحید کی تعلیم ہے۔ کوئی مذہب دنیا میں ایسا نہیں کہ جو توحید کا مدعی نہ ہو۔ اور دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں کہ جس میں توحید کا ذکر نہ ہو۔ حتیٰ کہ مشرک اور بت پرست بھی اس کے قائل ہیں کہ قادر مطلق اور خالق ارض وسما وہی ایک خداوند ذوالجلال ہے۔ اس لحاظ سے توحید کوئی نئی شے نہیں۔ مطلق توحید کے لحاظ سے کسی مذہب کو کوئی خاص خصوصیت نہیں ہے۔ اسلام کو اس بارہ میں جو خاص خصوصیت اور خاص امتیاز حاصل ہے وہ یہ کہ اسلام کی توحید نہایت کامل اور مکمل اور شرک کے ہر قسم کے شائبوں سے بالکل پاک اور منزہ ہے جس کی وجہ سے اب کسی اور مذہب کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ کمال کے بعد ہر شئ کی انتہا ہو جاتی ہے۔

منتہائے کمال نقصان ست   گل بریز و بوقت سیرابی۔ سعدی ؒ

توحید کامل کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح ذات خداوندی میں کوئی شریک نہیں، اسی طرح اسکی صفات مخصوصہ اور افعال مخصوصہ میں بھی کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں۔ مثلاً جلانا اور مارنا اور عالم الغیب ہونا یہ اسی کی صفات مخصوصہ ہیں۔ کسی ایک صفت میں بھی اس کا کوئی شریک اور مماثل نہیں اور اسی طرح نہ اس کی عبادت اور بندگی میں کوئی اس کا شریک ہے۔ صرف وہی معبود حقیقی تنہا عبادت کا مستحق ہے۔ جب تک توحید فی الذات کے ساتھ توحید فی الصفات اور توحید فی العبادت نہ ہو، اس وقت تک توحید ناقص اور ناتمام ہے۔

اسلام کے سوا تمام ارباب مذاہب اپنے اوتاروں اور پیغمبروں کے لئے وہ اوصاف مانتے ہیں کہ جو حق جل شانہٗ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس کی وجہ سے توحید فی الصفات سے محروم اور شرک فی العبادت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اسلام آیا اور اس نے اپنے پیروؤں کے لئے خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کسی کے سامنے

سر جھکانے کو حرام کر دیا۔ اولیاء اور ان کے مقابر کو سجدہ کرنے کی سخت ممانعت کی اور توحید کی تکمیل کیلئے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ یعنی آپ کی عبدیت اور بندگی کا اقرار ساتھ ساتھ لگا دیا۔ تاکہ اور قوموں کی طرح آپ کی امت آپ کو معاذ اللہ خدا اور معبود نہ سمجھ بیٹھے بلکہ آپ کو خدا کا بندہ اور اس کا رسول سمجھتی رہے۔ اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ محبوب نام اللہ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ یعنی جس نام سے اللہ کی عبدیت اور بندگی ٹپکتی ہو۔

توحید کے باب میں ہندوؤں کا تو کچھ حال ہی مت پوچھو۔ دو چار تو کیا دس بیس خداؤں کے بھی قائل نہیں کہ کوئی شخص ان کے خداؤں کی فہرست بھی مرتب کر سکے۔ ہندوستان کے اکیس کروڑ ہندو تینتیس ۳۳ کروڑ دیوتا اور معبود کے قائل ہیں۔

تینتیس ۳۳ کروڑ معبودوں کو اگر اکیس ۲۱ کروڑ عابدوں پر تقسیم کیا جائے تو حساب سے فی عابد ڈیڑھ معبود حصہ میں آتا ہے۔

حال میں ایک فرقہ آریوں کے نام سے پیدا ہوا ہے جو توحید کا مدعی ہے اور یہ کہتا ہے کہ وید بھی توحید خالص کا حامی اور شرک کا دشمن ہے۔ لیکن نصاریٰ کی طرح وہ بھی خدا کے سوا مادہ اور روح کو قدیم ازلی مانتا ہے۔ نصاریٰ ہیں کہ وہ دعوائے توحید کے ساتھ تثلیث کے بھی مدعی ہیں۔ لیکن آج تک کسی بڑے سے بڑے فیلسوف عیسائی سے بھی توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کا مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہو سکے گا۔

قرآن کریم ساڑھے تیرہ سو سال سے بآواز بلند پکار رہا ہے کہ حضرت مسیح بن مریم معاذ اللہ خدا نہیں۔ بلکہ خدا کے برگزیدہ رسول اور پیغمبر ہیں۔ اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم صدیقہ عفیفہ اور مطہرہ ہیں۔ جو شخص حضرت مسیح بن مریم کی نبوت و رسالت اور ان کی والدہ ماجدہ کی طہارت و نزاہت کا اقرار نہ کرے، وہ خدا کے نزدیک مغضوب اور ملعون ہے۔

ساڑھے تیرہ سو سال کی مسلسل چیخ و پکار کے بعد بنی اسرائیل کی بھیڑیں جو کئی ہو کر اب دیکھی

ہیں کہ یہ کیا آواز ہے۔

بنی اسرائیل کی اکثر اور بیشتر بھیڑیں اب اسی طرف آچکی ہیں کہ حضرت مسیح بن مریم بیشک اللہ کے بندے اور اس کے رسول برحق تھے۔

حضرت مسیح کی الوہیت کے بجائے نبوت و رسالت کا اقرار کرنے والے مسیحی سچے دل سے بتائیں کہ تم کو اس خواب غفلت سے کس نے جگایا۔ اور تم کو یہ صحیح راستہ اب کس نے بتلایا۔ یہ صرف قرآن کا احسان ہے مانیں یا نہ مانیں سوائے قرآن کریم کے تمام دنیا کی کتابیں حضرت مسیح کے ذکر سے خاموش ہیں۔

نصاریٰ کا عقیدہ

نصاریٰ کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا واحد ہے مگر اس کی ذات میں تین اقنوم ہیں اب اور ابن اور روح القدس، اور ان میں سے ہر ایک خدا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح، خدا کے بیٹے ہیں اور خدا بھی ہیں حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت نصاریٰ کا بنیادی عقیدہ ہے نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے خود ہی مریم کے پیٹ میں جسم پکڑا اور خدائے مجسم ہو کر ظاہر ہوا اور کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

غرض یہ کہ نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیح خدا تعالیٰ کے بیٹے بھی ہیں اور خود خدائے مجسم بھی ہیں اور خداوند واحد کے دوسرے اقنوم بھی ہیں اور خداوند قدوس کے تیسرے اقنوم روح القدس ہیں نصاریٰ جس طرح توحید کو حقیقی مانتے ہیں اسی طرح تثلیث کو بھی حقیقی مانتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ خداوند واحد باوجود وحدت حقیقی کے کثیر حقیقی بھی ہے اور مسیح بن مریم کے ساتھ حقیقۃً متحد ہے اور اس عقیدہ کو توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ ایک تین میں ہے اور تین ایک میں ہے۔

اہل عقل غور کریں کہ کیا دنیا میں اس سے بڑھ کر بھی کوئی مذہب خلاف عقل ہوگا جس میں

توحید اور تثلیث کو اور وحدت اور کثرت کو (جو ایک دوسرے کی صریح نقیض اور ضد ہیں) متحد مانا گیا ہو عقلاء عالم کا اس پر اتفاق ہے کہ اجتماع نقیضین اور اجتماع ضدین بلاشبہ محال ہے مگر نصاریٰ کہتے ہیں کہ محال نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے جس پر ان کا ایمان ہے مگر افسوس اگر کوئی بے عقل محال عقلی پر ایمان لے آئے اور اس کو اپنا عقیدہ بنالے تو اس کو اختیار ہے اللہ اس کو عقل دے۔ ساڑھے انیس سو سال گذر گئے مگر علماء نصاریٰ عقیدۂ تثلیث پر نہ کوئی عقلی دلیل قائم کر سکے اور نہ توریت اور انجیل کا ایک حوالہ پیش کر سکے کہ جس میں یہ تعلیم صراحۃً مذکور ہو کہ خداوند واحد کے تین اقنوم ہیں ایک باپ اور ایک بیٹا اور ایک روح القدس۔ اور یہ تینوں خدا ہیں اور ایک ہیں اور تین ہیں اور ایک تین میں سے اور تین ایک میں ہے۔

فضلاء نصاریٰ میں اگر ہمت ہے تو اول تو کسی دلیل عقلی سے یہ سمجھائیں کہ ایک اور تین کیسے متحد ہوتے۔

دوم یہ کہ توریت اور انجیل سے کوئی حوالہ پیش کریں جس میں تثلیث اور اتحاد خدائے مجسم کی صاف صاف تعلیم اور تلقین مذکور ہو۔

اس مسئلہ کی تفصیل اگر درکار ہو تو اس ناچیز کا رسالہ احسن الحدیث فی ابطال التثلیث مطالعہ کریں جو چھپ چکا ہے (صفحہ ۔ سے شروع ہے)

نصاریٰ بتلائیں (۱) کہ معاذ اللہ۔ کیا خدا بھی کسی عورت کے شکم اور رحم سے پیدا ہو سکتا ہے (۲) اور معاذ اللہ کیا خدا کے ماں بھی ہو سکتی ہے۔ نصاریٰ کا ایک فرقہ حضرت مریم کو خدا اور خدا کی والدہ محترمہ سمجھتا ہے۔ اور اس طرح دعا مانگتا ہے اے والدۂ خداوند یسوع مسیح ہماری مغفرت فرما اور ہم کو رزق دے اور ہم پر رحم کر۔

(۳) اور معاذ اللہ کیا خدا تعالیٰ کے بیوی بھی ہو سکتی ہے اس لئے کہ نصاریٰ کے زعم کے مطابق جب حضرت مسیح خدا کے بیٹے ہوئے اور حضرت مریم ان کی والدہ ہوئیں تو بیٹے کی ماں باپ کی بیوی ہی تو ہوتی ہے۔

(۴) اور معاذ اللہ۔ کیا خدا بھی پیدا ہونے کے بعد بتدریج نشو و نما پاتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح اولاً پیدا ہوتے اور بتدریج بچوں کی طرح بڑھے اور جوان ہوتے۔

(۵) اور معاذ اللہ کیا خدا کھاتے اور پیتے اور غذا کا بھی محتاج ہوتا ہے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں کہ خدائے مجسم یعنی مسیح بن مریم کھاتے اور پیتے بھی تھے اور ماں کا دودھ بھی پیتے تھے۔

(۶) اور معاذ اللہ کیا خدا مقتول اور مصلوب بھی ہو سکتا ہے۔

(۷) اور معاذ اللہ کیا خدا اپنے بندوں سے ڈر کر بھاگ بھی کرتا ہے۔

(۸) اور معاذ اللہ کیا کوئی خدا کے طمانچے بھی مار سکتا ہے۔

(۹) اور معاذ اللہ کیا خدا کے منہ پر تھوکا بھی جا سکتا ہے۔

(۱۰) اور معاذ اللہ کیا خدا کو صلیب دے کر قبر میں دفن بھی کیا جا سکتا ہے سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ نصاریٰ بتلائیں کہ کیا اس سے بڑھ کر بھی الوہیت کی کوئی توہین اور تذلیل ہو سکتی ہے۔

اسلام کا عقیدہ

یہ ہے کہ حق جل شانہٗ ان تمام نقائص اور عیوب سے پاک اور منزہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندہ اور رسول برحق تھے دشمنوں نے جب ان کو صلیب دینے کا ارادہ کیا تو حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور ان کے دشمنوں میں سے ایک دشمن کو ان کا ہمشکل بنا دیا۔ دشمنوں نے اس کو مسیح سمجھ کر قتل کر ڈالا اور دل میں خوش ہو گئے کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کر ڈالا بعد میں جب اپنے آدمی شمار کئے تو ایک آدمی کم نکلا مفصل قصہ قرآن کریم کی سورۂ نساء میں مذکور ہے اور اس ناچیز نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ لکھا ہے جو چھپ گیا اس میں قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے یہ ثابت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے (ص ۳۵۲ پر دیکھیں)

عارف رومی فرماتے ہیں ۔

آنکہ دو گفت و سہ گفت و بیش ازیں ‎ ‎ متفق باشند در واحد یقیں ؎

احولی چوں دفع شد یکساں شوند ‎ ‎ آں دو سہ گویاں یکے گویاں شوند

یہود اگرچہ خدا کی توحید کے قائل ہیں، توریت میں بھی توحید کی تعلیم موجود ہے۔ لیکن توریت میں حضرت ہارون علیہ السلام کا معاذاللہ گوسالہ بنانا مذکور ہے۔ جیسا کہ توریت سفر خروج باب ۳۲ ورس اوّل میں ہے۔ اور اسی باب کے ۲۴ ورس میں معاذاللہ خود حضرت ہارون کا پرستش کے لئے گوسالہ بنانا مذکور ہے۔ اور کتاب سلاطین اوّل باب گیارہ میں معاذاللہ حضرت سلیمان کی بت پرستی کا ذکر ہے۔

لہذا جو کتاب توحید کی مدعی ہو اور اپنے ان مقتداؤں اور پیشواؤں کا جو دنیا کے لئے نمونہ عمل بن کر آئے، ان کا عمل سراسر خلاف توحید پیش کرتی ہو، وہ کامل اور مکمل توحید کے دعوے کہاں تک صادق تسلیم کی جاسکتی ہے۔

توریت سفر استثناء کے باب ۱۳ آیت اوّل میں ہے :-

"اگر کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا تم کو کوئی نشان یا معجزہ دکھلائے اور وہ بات جو اس نے تمہیں دکھائی۔ واقع ہو اور وہ تمہیں کہے، آؤ! غیر معبودوں کی پیروی اور بندگی کریں تو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات پر کان مت دھریو۔ کیونکہ تمہارا خدا تم کو آزماتا ہے۔ اور وہ نبی اور خواب دیکھنے والا قتل کیا جائے گا"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی نبی خواہ کتنے ہی معجزے دکھلائے لیکن اگر وہ غیراللہ کی پرستش کی طرف بلائے، تو اس کو قتل کر دینا چاہیئے؛

اب ہم اس حکم کے مطابق اوّل علماء یہود سے فتویٰ دریافت کرتے ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے متعلق آپ حضرات کا کیا فتویٰ ہے جو بت پرستی میں مبتلا تھے اور پھر ہم علمائے نصاریٰ سے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت دریافت کرنا چاہتے

ہیں کہ آپ کے نزدیک حضرت مسیح معاذ اللہ جب مدعی الوہیت تھے، تو توریت کے اس حکم کے مطابق حضرت مسیح کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے۔ اور اگر علیٰ زعم النصاریٰ یہود حضرت مسیح کو قتل نہ کرتے، تو نصاریٰ پر حضرت مسیح کا قتل اور سنگسار کرنا واجب تھا یا نہیں؟ سنگساری کا حکم اسی باب کے درس دہم میں مذکور ہے اور نیز حضرت مسیح کی بات کو سننا اور اس پر کان دھرنا چاہیے تھا یا نہیں؟ علماء نصاریٰ اس سوال کا جواب دیں۔

صفات باری عز اسمہٗ

خداوند ذوالجلال کی صفات کمال اور اس کی تنزیہ و تقدیس کو جس بے مثال طریقہ سے قرآن نے بیان کیا، کوئی کتاب اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ نہایت اختصار کے ساتھ ہم خداوند ذوالجلال کی صفات کمال کو ذکر کر کے عیسائی مذہب سے مقابلہ کر کے دکھلانا چاہتے ہیں۔

قرآن	بائیبل
قرآن کریم خداوند ذوالجلال کے متعلق یہ بیان کرتا ہے۔	اور اس کے بالمقابل نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ
(۱)	(۱)
کہ وہ خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ یعنی ایک ہے کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں۔ قال تعالیٰ وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ	خدا ایک نہیں بلکہ تین ہیں کا ایک ہے۔ جس طرح ہندوؤں کے نزدیک کرشن اور مہیش اور برہما تین خدا ہیں۔
(۲)	(۲)
خدا غنی اور بے نیاز ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں قال تعالیٰ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ۔ وقال تعالیٰ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ۔	نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیح تمام لوازم بشریت کھانے اور پینے کے محتاج تھے۔

(۳)

اور وہ قوی اور عزیز ہے قال تعالیٰ وَهُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ۔ یعنی وہ زور والا اور زبردست ہے۔ کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا۔

(۴)

وہ حی وقیوم ہے یعنی زندہ ہے۔ موت کا طاری ہونا اس پر محال ہے اور وہ سب کا سنبھالنے والا ہے قال تعالیٰ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

(۵)

وہ سمیع و بصیر ہے۔ ایک ہی آن میں سارے عالم کی مختلف آوازیں بلا کسی التباس اور اشتباہ کے سنتا ہے اور تاریک رات میں سیاہ چیونٹی کی حرکت بھی اس کی بے چون و چگون نگاہ سے مخفی نہیں۔ قال تعالیٰ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ۔

(۳)

نصاریٰ کے بیان کے مطابق خداوند یسوع مسیح اپنے پیدا کئے ہوئے بندوں سے عاجز تھے اور ان کے دشمن جو انہیں کے پیدا کئے ہوئے تھے، وہ قوی اور زبردست تھے۔

(۴)

نصاریٰ کے نزدیک خداوند یسوع مسیح کو ان کے دشمنوں نے مار ڈالا اور تین دن تک قبر میں مدفون رہے۔

حضرت مسیح سوتے بھی تھے اور ان کو اونگھ اور نیند بھی آتی تھی۔

(۵)

حضرت مسیح میں یہ صفت نہ تھی حضرت مسیح سارے عالم کی آوازیں نہیں سنتے تھے اور نہ سب کو بیک وقت دیکھتے تھے۔

قرآن

وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۔ وہ بے مثل ہے اور سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

(۶)

اور وہی سب کا خالق اور سب کا معبود ہے۔ قال تعالےٰ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۔

(۷)

وہ عالم الغیب ہے۔ کوئی ذرہ آسمان اور زمین کا اس پر مخفی نہیں۔ قال تعالےٰ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۝ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

اور اسی قسم کی بے شمار آیتیں ہیں۔

(۸)

وہ قاہر ہے مقہور نہیں۔ وہ غالب ہے مغلوب نہیں۔ قال تعالیٰ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۝ وَقَالَ تَعَالٰى وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ ۔

بائبل

(۶)

معاذ اللہ بقول نصاریٰ اگر حضرت مسیح خالق و معبود تھے تو حضرت مسیح کی عبادت و بندگی جس کا انجیل میں جابجا ذکر ہے، وہ کس کے لئے کرتے تھے کیا اپنی ہی عبادت کرتے تھے اور خود ہی عابد اور خود ہی معبود تھے اور کیا خدا اپنی ہی عبادت کرتا ہے۔

(۷)

حضرت مسیح عالم الغیب نہ تھے اور نہ وہ رحم مادر میں کسی کی تصویر بنانے پر قادر تھے خود ان ہی کی رحم مریم میں اللہ کے حکم سے تصویر بنی۔ کیا معاذ اللہ خدا کی بھی کسی عورت کے رحم میں تصویر بنتی ہے۔

(۸)

بقول نصاریٰ حضرت مسیح تو مقہور اور مغلوب رہے اور ان کے دشمن جو انہیں کے بندے اور مخلوق تھے قاہر اور غالب رہے۔

قرآن

(۹)

وہ محی اور ممیت ہے یعنی وہی مارتا ہے اور وہی جلاتا ہے اور وہی موت اور حیات کا مالک اور خالق ہے۔ قال اللہ تعالےٰ إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ۔ اور تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ۔

(۱۰)

وہ قادر مطلق ہے۔ کسی شے سے عاجز نہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ قال تعالےٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ۔ اور وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِن شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا۔

(۱۱)

ازلی اور ابدی ہے۔ قال تعالیٰ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔ قال تعالیٰ۔
وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ

بائبل

(۹)

بقول نصاریٰ اگر حضرت مسیح موت وحیات کے مالک وخالق تھے، تو اپنے سے موت کا پیالہ کیوں نہ ٹلا سکے اور وہ کون ذات تھی جس سے بار بار سجدہ میں منہ کے بل گر کے حضرت مسیح یہ دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ مجھ سے یہ موت کا پیالہ ٹال دے۔ معاذ اللہ! کیا خدا کی یہی شان ہے کہ وہ موت کا پیالہ ٹلنے کی دعائیں مانگے۔

(۱۰)

حضرت مسیح قادر مطلق تو کہاں ہوتے وہ تو اپنے بندوں ہی سے عاجز تھے۔ اپنی منشاء کے مطابق دشمنوں سے نکل کر بھاگ بھی نہ سکے۔

(۱۱)

حضرت مسیح پہلے سے موجود نہ تھے۔ بطن مریم سے پیدا ہوئے۔ ازلیت تو اس طرح باطل ہوئی اور بقول نصاریٰ صلیبی موت سے ابدیت باطل ہوئی

قرآن

وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۔ وقال تعالیٰ
كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ
ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۔

(۱۲)

وہ رؤف رحیم ہے یعنی اپنے بندوں پر
نہایت مہربان اور بے انتہا رحمت کرنے والا
قال تعالیٰ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا اور وَ
رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۔ اور
كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اور
اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ ۔ اور ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۔

(۱۳)

وہ غفور رحیم ہے اور عفو کریم اور ستار اور حلیم
ہے یعنی گناہوں کا بخشنے والا اور رحم فرمانے
والا اور بکثرت معاف کرنے والا اور عیبوں اور
گناہوں کی پردہ پوشی کرنے والا۔ قال تعالیٰ
قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ
الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

بائیبل

اور خدا کے لئے ازلی اور ابدی ہونا
ضروری ہے۔

(۱۲)

نصاریٰ کے نزدیک بارگاہ خداوندی میں ہزار
کوئی گڑگڑائے اور ہزار گریہ وزاری سے اپنے
گناہوں کی معافی چاہے تو خدا اپنے فضل اور
اپنی رحمت واسعہ سے اس کو معاف نہیں کرسکتا
اس لئے کہ اس کی شان عدل وانصاف کے خلاف
ہوجاتا ہے۔ سبحان اللہ کیا عجیب فلسفہ ہے کہ
خدا اپنی رحمت سے اگر کسی کا قصور معاف فرمادے
وہ ظلم ہوجاوے۔

(۱۳)

نصاریٰ کے نزدیک خدا کو نہ مغفرت کا اختیار
ہے نہ عفو کا۔ مغفرت اور معافی کی صورت یہ
ہے کہ حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا جائے
اور دشمن ان کو ذلیل کریں۔ معاذ اللہ منہ پر
تھوکیں اور طمانچہ لگائیں اور سر پر کانٹوں کا
تاج رکھیں اور ہاتھوں پر میخیں ٹھوکیں تب
خدا بندوں کے گناہوں کی مغفرت کرتا ہے اور

قرآن

قال تعالیٰ۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ

(۱۴)

وہ اپنے بندوں سے محبت رکھنے والا اور ان پر رحمت فرمانے والا ہے۔ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ اور اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں۔

(۱۵)

وہ توالد اور تناسل سے بھی پاک ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔

(۱۶)

وہ کھانے اور پینے سے بھی پاک ہے

قال تعالیٰ

وَهُوَ الَّذِيْ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ۔

(۱۷)

وہ بیوی سے بھی پاک ہے۔ اس کے کوئی

بائیبل

تب ان کی خطائیں معاف کرتا ہے ؏

بریں عقل و دانش بباید گریست

(۱۴)

بقول نصاریٰ معاذاللہ جب خدا کو اپنے اکلوتے بیٹے سے ہی محبت نہیں۔ باوجود کامل قدرت اور اختیار کے اپنے بیٹے کو دشمنوں سے ذلیل کرایا تو پھر ایرا غیرا اور نتھو خیرا کا خدا سے محبت کی امید رکھنا بالکل بے سود ہے۔

(۱۵)

نصاریٰ کے نزدیک معاذاللہ خدا توالد اور تناسل سے پاک نہیں۔ مسیح جیسا بیٹا جنا۔

(۱۶)

نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیح باوجود خدا ہونے کے کھاتے اور پیتے بھی تھے اور قضاء حاجت بھی کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ جو کھانے اور پینے کا محتاج ہوگا وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

(۱۷)

نصاریٰ کے زعم فاسد کی بنا پر حضرت مریم معاذ

قرآن

کوئی بیوی نہیں۔

قال تعالےٰ

مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا۔

وَقَالَ تَعَالٰی

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ

(۱۸)

وہ عادل ہے، ظالم نہیں۔ قال تعالےٰ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔

وَقَالَ تَعَالٰی وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا

وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ

(۱۹)

وہ یکتا اور بے مثل اور بے چون وچگون ہے کسی

شے میں بھی مخلوق کے مشابہ نہیں۔ قال تعالیٰ

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا

اَحَدٌ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ۔

بائیبل

اللہ خدا کی بیوی تھیں۔ اس لئے کہ بیٹے کی ماں

باپ کی بیوی ہی تو ہے۔ پس جب حضرت مسیح

حضرت مریم کے بیٹے ہوئے اور خدا باپ ٹھہرا

تو علی مذہب النصاریٰ معاذ اللہ حضرت مریم

کا خدا سے زوجیت ہی کا علاقہ ہوا العیاذ باللہ

(۱۸)

نصاریٰ کے نزدیک بندوں کے گناہوں کا توبہ

یا خدا کی رحمت سے معاف ہوجانا تو ظلم ہے

مگر کفارہ کے لئے ایک معصوم اور بے گناہ کا

قتل یہ ظلم نہیں۔ واہ واہ کیا عدل ہے۔

(۱۹)

نصاریٰ کے نزدیک خدا کا یکتا اور بے مثل

ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے کہ معاذ اللہ حضرت

مسیح خدا تھے اور خدا کے مماثل اور مشابہ تھے اس

لئے کہ بیٹا باپ کے مماثل ہوا کرتا ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم!

و ز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم!

عیسائی مذہب کی بناء پر شانِ خداوندی کا نمونہ

معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! نصاریٰ حیارنی یہ کہتے ہیں کہ خداوند ذوالجلال نے اپنی شان رفعت و جلال سے اتر کر اوّل اپنی پیدا کی ہوئی باندی (مریم) کے پردۂ رحم میں نزول فرمایا۔ ایک عرصہ تک وہیں مقیم رہا پردۂ رحم ہی میں اپنی باندی کے بطن سے غذا حاصل کر کے نشوونما پاتا رہا۔ اور پھر جس طرح اس کے تمام بندے شکمِ مادر سے پیدا ہوتے آتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی ایک روز اپنی باندی کے پیٹ سے پیدا ہوا اور عرصہ تک اس کا دودھ پیتا رہا اور اسی کی گود میں پلتا رہا۔ کچھ عرصے کے بعد باندی نے اپنے خدا کا دودھ چھڑایا اور اس کو پڑھایا اور لکھایا اور تعلیم دی اور اپنے حقوق کا اس کو پابند بنایا۔

جب خدا جوان ہو گیا اور اپنے بندوں کے سامنے اپنی خدائی کا اعلان کیا، تو اس کے بندوں میں سے یہود بے بہود نے جن کو اسی نے پیدا کیا اور اسی نے ان کو رزق دیا اور اسی کے حکم سے اب وہ زندہ ہیں، اپنے خداوند اور خالق رازق سے منحرف ہو کر اس کی دشمنی پر آمادہ ہو گئے اور خاطر خواہ اپنے خداوند خالق اور معبود رازق کو خوب ذلیل اور رسوا کیا۔ اور اپنے خدا کو قتل کرنے کے لئے خدا ہی کے پیدا کئے ہوئے درختوں میں سے ایک لکڑی لے کر صلیب تیار کی اور اس خدا کو اس آفتاب کی تمازت میں لے جا کر کھڑا کیا کہ جو روزانہ اسی خدا کے حکم سے طلوع و غروب ہوتا ہے۔ پھر اس خدا نے اپنے بندوں سے یہ درخواست کی کہ مجھ کو ان چشموں سے کہ جن کو میں نے تمہارے لئے زمین پر جاری کیا اس میں سے ایک گھونٹ پانی لا کر پلا دو۔ مگر بندوں نے ایک نہ سنی اور بجائے پانی کے کچھ سرکہ لا کر پلا دیا۔ جب حوادث اور مصائب نے خدا کو ہر طرف سے گھیر لیا، تو گھبرا کر یہ کہنے لگا۔ ایلی ایلی!! لما شبقتنی اے اللہ تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا۔ اس پر بھی بندوں کو رحم نہ آیا اور چوروں کی طرح پکڑ کر سولی دے دی۔ جب خدا مر گیا تو صلیب سے اتار کر اس کو قبر میں دفن کر دیا۔ ایک دو عورت یا مرد کا بیان ہے کہ تین دن کے بعد خدا پھر زندہ ہو گیا۔ اور پھر اپنی

اصلی شان جلال کی طرف عود کر گیا۔

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اے عیسائیو! کیا یہی وہ تقدیس و تنزیہ ہے کہ جس پر آپ کو ناز ہے۔ ایسی تقدیس آپ کو مبارک ہو۔ اور اگر باوجود ان اوصاف کے کسی انسان کا روحانی حیثیت سے خدا ہونا ممکن ہے تو پھر فرعون اور نمرود کے دعوائے الوہیت کے بطلان کی کیا دلیل ہے اور ہندوؤں کا اپنے بزرگوں کو اوتار اور مجسم خدا ماننا کس دلیل سے باطل ہے۔ نیز جب دجال اخیر زمانہ میں ظاہر ہو کر خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اس کے کاذب نہ ہونے کی کیا دلیل ہے! ممکن ہے کہ کوئی فرعون اور نمرود کا متبع یہ کہے کہ فرعون اور نمرود روحانی حیثیت سے خدا اور جسمانی حیثیت سے بندے اور انسان تھے، تو پادری صاحبان بتلائیں کہ وہ کیا جواب دیں گے۔

طریقہ امتحان

پادری صاحبان کو اب بھی اگر شک ہے تو امتحان کی ایک صورت یہ ہے کہ پادری صاحبان کسی ایسے جزیرہ میں جاکر کہ جس کے باشندے کسی مذہب سے واقف نہ ہوں اور نہ لکھنا پڑھنا جانتے ہوں، ان پر دین عیسوی کو پیش کریں اور یہ کہیں کہ اے لوگو! تمہارا ایک رب ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور پھر تم کو سمیع و بصیر، سننے والا اور دیکھنے والا بنایا۔ فہم و فراست، علم و ادراک تم کو عطا کیا۔ تمام کائنات ارضی و سماوی کے منافع میں تم کو متصرف بنایا۔ مگر یاد رکھو کہ اس خداوند عالم کی شان یہ ہے کہ وہ تمہاری ہی ہم شکل ہے اور تمہاری ہی طرح کھاتا اور پیتا ہے اور تمہاری ہی طرح پیشاب اور پاخانہ کرتا ہے اور تھوکتا اور سنکتا ہے۔ بھوکا بھی ہوتا ہے اور پیاسا بھی۔ برہنہ بھی ہوتا ہے اور لباس بھی پہنتا ہے۔ بیدار بھی ہوتا ہے اور سوتا بھی ہے۔ لیکن بعض اس کے حاسدوں اور دشمنوں نے اس کو پکڑ کر مارا۔ منہ پر طمانچے لگائے

اور دانت توڑ ڈالے۔ بعدازاں اس کو سولی دے کر مار ڈالا۔ اس کے بعد پادری صاحب انکو عیسائیت کی دعوت دیں اور یہ فرمائیں۔

اے جزیرے والو! تم ایسے خدا پر ایمان لاؤ تاکہ تمہاری نجات ہو اور ہمیشہ کی زندگی تم کو حاصل ہو۔ یہ فرما کر اہل جزیرہ کے جواب کا انتظار فرمائیں کہ وہ آپ کی اس تقریر دلپذیر کے جواب میں کیا کہتے ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ جواب دیں کہ جب خدا ہی کو نجات نہ ہوئی اور خدا ہی موت کے گھاٹ اتر گیا، تو ہم بے چارے گنہگاروں اور عاجز اور ناتوانوں کو ایسے خدا پر ایمان لاکر نجات اور ہمیشہ کی زندگی کی توقع رکھنا بالکل عبث ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ! ہم تمام اہل اسلام ان خرافات سے بری ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ۔

صفات خداوندی کے متعلق عہد عتیق کا نمونہ

توریت کتاب پیدائش باب ۶ ورس ۵۔۶ میں ہے:۔

"تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہوا۔"

اس عبارت سے اوّل تو معاذاللہ خدا کی جہالت لازم آتی ہے کہ اس کو پہلے سے اس کا علم نہ تھا نیز اس کا نادم اور پشیمان اور دلگیر اور افسردہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ جو خدا کے لئے ممکن نہیں۔

اور زبور (۱۰۶) ورس ۴۵ میں ہے:۔

"اور اپنی رحمتوں کی فراوانی کے مطابق پچھتایا۔"

اور کتاب یرمیاہ کے باب ۱۵ ورس ۶ میں ہے:۔

"پچھتاتے پچھتاتے میں تھک گیا۔" اھ

اور توریت باب گنتی باب ۱۴ ورس ۳۰ میں ہے:۔

"تم بے شک اس زمین تک نہ پہنچو گے جس کی بابت میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہیں وہاں

بسا دوں گا" اھ

اور پھر ورس ۳۵ میں ہے :-

"تب تم میری عہد شکنی کو جان لوگے" اھ

ان ورسوں سے معاذ اللہ خدا کی قسم کا جھوٹا ہونا اور خدا کا عہد شکن اور وعدہ خلاف ہونے کا خدا ہی کے کلام سے صریح اقرار ثابت ہے۔

کتاب پیدائش باب ۳۲ ورس ۲۴ میں ہے :-

"یعقوب سے صبح صادق تک تمام رات خدا کشتی کرتا رہا اور صبح کو جب جانا چاہا، تو یعقوب نے بغیر برکت لئے جانے نہ دیا"

اوّل کتاب السلاطین باب ۲۲ کے ۲۱ ورس میں ہے :-

"ایک روح نکل کے خداوند کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ وہ بولی میں روانہ ہوں گی اور جھوٹی روح بن کے اس کے سارے نبیوں کے منہ میں پڑوں گی۔ اور وہ بولا، تو اسے ترغیب دے گی اور غالب بھی ہوگی۔ روانہ ہو اور ایسا ہی کر۔ سو دیکھ خداوند نے تیرے لئے ان سب نبیوں کے منہ میں جھوٹی روح ڈالی ہے۔" کتاب پیدائش باب ۳ ورس ۲۲ میں ہے۔

"اور خداوند نے کہا، دیکھو! انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کے مانند ہوگیا اور اب ایسا نہ ہو کہ اپنا ہاتھ بڑھاوے اور حیات کے درخت سے کچھ لیوے اور کھاوے اور ہمیشہ جیتا رہے" انتہیٰ

العیاذ باللہ! اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ کئی خدا ہیں کہ جو حضرت آدم ان میں سے ایک کے مانند ہوگئے۔ نیز بندہ کا خدا کے مماثل اور مانند ہونا لازم آتا ہے۔ تیسرے یہ لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو حضرت آدم کے ہمیشہ زندہ رہنے سے خوف اور اندیشہ پیدا ہوگیا۔

اور کتاب یسعیاہ کے باب ۳ ورس ۱۸ میں ہے :-

"خدا ان کے اندام نہانی کو اکھاڑے گا" اھ

ناظرین اس باب کو اخیر تک ملاحظہ فرماویں۔ اور کتاب یسعیاہ باب ۴۷ ورس ۲ میں ہے:-

"چکی لے اور آٹا پیس۔ اپنا نقاب اتار اور ساڑی سمیٹ لے اور ٹانگ ننگی کر اور ندیوں سے ہوکر پیدل جا۔ تیرا بدن ننگا کیا جائے گا بلکہ تیرا ستر بھی دیکھا جائے گا۔" الخ

اور کتاب پیدائش باب ۳۰ ورس ۲۲ میں ہے:-

"خداوند نے اس کے رحم کو کھولا اور وہ حاملہ ہوئی۔" اھ

اور کتاب ہوسیع کے باب اوّل ورس ۲ میں معاذاللہ ایک زناکار عورت اور زنا کی لڑکی لینے کے متعلق خدا کا حکم مذکور ہے۔ یہ پورا باب قابل دید ہے۔

اور اسی کتاب کے باب ۳ ورس اوّل میں ہے:-

"خداوند نے مجھے فرمایا کہ جا اور ایک عورت سے جو اس کے دوست کی پیاری ہے اس پر زنا کرتی ہے، محبت کر۔" اھ

اے پادریو! خدا سے ڈرو۔ کیا یہ چیزیں خدائے قدوس کی قدوسیت کے خلاف نہیں

اور کتاب اشعیاء باب ۲۱ ورس ۳ میں ہے:-

"خدا کا کلام اسی طرح مذکور ہے۔ میری کمر میں ٹیس ہے۔"

اور کتاب اشعیاء باب ۶۴ ورس ۷ میں ہے:-

"اے خداوند! تو ہمارا باپ ہے۔ ہم مٹی ہیں۔ اور تو ہمارا کمہار ہے۔" اھ

اور کرنتھیوں کے نامہ اوّل باب اوّل ورس ۲۵ میں ہے:-

"خدا کی بے وقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے۔"

اور نامہ عبرانیین باب ۱۲ ورس ۲۹ میں ہے:-

"ہمارا خدا خاک کر دینے والی آگ ہے۔"

اور نامہ عبرانیین کے باب دہم ورس ۳۱ میں ہے:-

"زندہ خدا کے ہاتھوں میں پڑنا ہولناک بات ہے"

کتاب یرمیاہ کے باب ۳۲ درس ۱۸ میں ہے :-

"باپ دادوں کی بدکاریوں کا بدلہ ان کے بعد ان کے فرزندوں کی گود میں رکھتا ہے"

نصاریٰ کے نزدیک یہ عدلِ خداوندی اور انصافِ الٰہی کا نمونہ ہے ۔

صفات انبیاء

قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بے شمار آیات اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ وہ حضرات جن کو حق جل وعلا نے اپنی نبوت و رسالت کے لئے منتخب فرمایا ہو اور مکارم اخلاق اور محاسن افعال کی تعلیم اور گمراہی اور اخلاق قبیحہ سے بچانے کے لئے اور دلوں کو پاک اور صاف، مزکیٰ اور مجلّیٰ بنانے کے لئے بھیجا ہو، ان کے اوصاف حسب ذیل ہونے چاہئیں۔

۱۔ وہ سرتاپا محاسن اخلاق اور محاسن آداب کا نمونہ ہونے چاہئیں۔ ہر قسم کی گمراہی اور ہر بُری خصلت سے پاک اور منزہ ہوں۔

۲۔ ان کے قلوب خدا کی عظمت اور جلال اور اس کی محبت سے لبریز ہوں۔

۳۔ سچے اور راستباز ہوں۔ قول میں اور عمل میں، نیت میں اور ارادہ میں سچے ہوں۔ انکے قول اور عمل میں کذب کا شائبہ بھی نہ ہو۔ معاذ اللہ دروغ گو نہ ہوں۔

۴۔ اللہ کے مخلص بندے ہوں۔ ان کا جو کام بھی ہو۔ وہ خالص اللہ کے لئے ہو۔ نفسانی غرض کا کہیں نام ونشان نہ ہو۔ اللہ کا مخلص وہی ہے جو خالص اللہ کا ہو، غیر اللہ کا اس میں شائبہ نہ ہو۔

۵۔ ان حضرات کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہو۔ ان کا کلام سن کر علم اور معرفت میں اضافہ ہو۔ ان کا عمل دیکھ کر آخرت کی رغبت پیدا ہو۔

۶۔ ان کا کوئی عمل ان کے کسی قول کے خلاف نہ ہو۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ لوگوں کو نصیحت کریں

اور خود اس پر عمل پیرا نہ ہوں۔

دوسروں کو نصیحت کرنا اور خود اس کے خلاف کرنا علاوہ اس کے کہ دیگراں را نصیحت و خود را فضیحت کا مصداق ہے، اور لوگوں کے لئے موجب نفرت و حقارت ہے۔ معاذ اللہ! نبی جب لوگوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل ہوگیا، تو پھر اس کی نصیحت کیا کارگر ہو سکتی ہے۔

۷۔ قابل نفرت اور خلاف مروت امور سے بالکلیہ پاک منزہ ہوں۔

۸۔ خدا کا پیغام پہنچانے میں کسی سے خائف نہ ہوں۔

قَالَ تَعَالیٰ اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ۔

انبیاء کی شان یہ ہے کہ اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں اور صرف اللہ سے ڈرتے ہیں اور سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتے۔ انبیاء کے یہاں تقیہ کا گذر نہیں

۹۔ طالب دنیا اور شہوت پرست، شرابی اور کبابی، چور اور زانی نہ ہوں۔

۱۰۔ مشرک اور بت پرست نہ ہوں بلکہ بجائے اس کے ان کے قلوب توحید و تفرید حب الٰہی اور توکل سے معمور ہوں۔

۱۱۔ ثابت النسب ہوں۔ معاذ اللہ ولد الزنا نہ ہوں۔

۱۲۔ غیر اللہ کی پرستش سے لوگوں کو منع کرتے ہوں۔ معاذ اللہ بت پرستوں اور بت تراشوں کے معین و مددگار نہ ہوں۔

از روئے قرآن و حدیث انبیاء و مرسلین کی یہ شان ہونی چاہیئے جو ہم نے ذکر کی ہے۔

اب سنیئے

کہ موجودہ توریت و انجیل انبیاء کی کیا شان بتلاتی ہے۔

معاذ اللہ بقول یہود و نصاریٰ حضرت نوح علیہ السلام کا شراب پینا اور برہنہ ہونا۔ کتاب پیدائش باب ۹ ورس ۲۱ میں مذکور ہے۔

اور معاذ اللہ بقول یہود و نصاریٰ حضرت ہارون علیہ السلام کا گوسالہ بنانا اور لوگوں سے اس کی پرستش کرانا۔ اس کے لئے دیکھو کتاب خروج باب ۳۲ از درس اوّل تا درس دہم۔

اور معاذ اللہ بقول یہود و نصاریٰ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک عورت کو نہاتے دیکھ کر اس پر فریفتہ ہونا اور پھر حیلہ سے اس کے شوہر کو قتل کرنا۔ الی غیر ذلک من الخرافات۔ اس کے لئے دیکھو کتاب دوم سموئیل باب ۱۱ از درس ۲ تا ختم باب۔

اور معاذ اللہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا باوجود سخت ممانعت کے بت پرست عورتوں کو بیوی بنانا اور ان کے مروجہ بتوں کی طرف مائل اور بت خانوں کی تعمیر کرانا۔ اس کے لئے دیکھو کتاب اوّل سلاطین باب ۱۱ درس اوّل تا درس ۱۳۔

اور معاذ اللہ بقول یہود و نصاریٰ حضرت لوط علیہ السلام کا شراب پینا اور اپنی صاحبزادیوں سے ہم بستر ہونا اور دونوں کا حاملہ ہونا اور پھر ان سے اولاد پیدا ہونا۔ دیکھو کتاب پیدائش باب ۱۹ درس ۳۰ تا ختم باب۔

اور معاذ اللہ بقول یہود و نصاریٰ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جھوٹ بولنا دیکھو اوّل کتاب سلاطین باب ۲۲ درس ۲۱ جیسا کہ عنقریب گذرا۔

یہودا حواری کا منجملہ بارہ حواری کے تیس روپے لے کر حضرت مسیح کو یا بعنوان دیگر علی زعم النصاریٰ تیس روپے رشوت لے کر اپنے خدا کو گرفتار کرا دینا اور پھر اپنے کو پھانسی دے کر حرام موت مرجانا اور بعض دیگر کا حضرت مسیحؑ سے انکار کرنا اور معاذ اللہ حضرت مسیح پر لعنت کرنا یہ سب انجیل متی کے باب ۲۶ میں بالتفصیل مذکور ہے۔

افسوس اور صد افسوس

کہ نصاریٰ اپنے زعم فاسد سے باوجود شرک اور بت پرستی، کذب اور دروغ گوئی، زناکاری اور شراب خواری کے کسی کو نبی اور پیغمبر تسلیم کرلیں۔ مگر اس ذات ستودہ صفات یعنی نبی امی فداہ

نفسی والی دامی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا انکار کریں کہ جس کی نظر کیمیا اثر نے ایک عظیم الشان خطہ کے شرک اور بت پرستی کو توحید و تفرید سے اور جہل کو علم سے اور کذب و خیانت کو صدق وامانت سے اور بے شرمی اور بے حیائی کو عصمت و عفت سے اور ان کے رذائل کو شمائل سے اور ان کے قبائح کو محاسن سے اور ان کے معائب کو مناقب سے یک لخت بدل دیا ہو۔ اور جاہلوں کو علم الہیات اور علوم اخلاق اور سیاست ملکیہ و مدنیہ اور علم معاملات و عبادات میں رشک افلاطون اور جالینوس بنا دیا ہو۔ اور اگر شک ہے تو اہل اسلام کی تصانیف کا حکماء عالم کی کتابوں سے موازنہ کر لیا جائے معلوم ہو جائے گا کہ تحقیق و تدقیق میں تمام عالم پر سبقت لے گئے ہیں۔

مسئلہ نجات

خداوند ذوالجلال کے قہر اور عذاب سے نجات کا اصل دارومدار تو اس کے فضل و کرم پر ہے کما قال تعالیٰ۔

وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ — اللہ تعالیٰ نے انکو عذاب جہنم سے محض اپنے فضل سے بچایا

رہا یہ امر کہ خدا کا فضل کس پر ہوتا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کا فضل اس پر ہوتا ہے کہ جو خدا کی طرف متوجہ ہو اور اس پر ایمان لائے۔ اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا اقرار اور عہد کرے اور جن امور کے کرنے کا حکم دے، ان کو بجا لائے اور جن امور سے منع کرے، ان سے اجتناب اور پرہیز کرے۔ اور اس اطاعت اور فرمانبرداری کے عہد اور پیمان کے بعد اگر کوئی تقصیر اور گناہ دانستہ یا نادانستہ سرزد ہو جائے، تو بہزار ندامت و شرمساری اور بہزار گریہ وزاری سچے دل سے خداوند ذوالجلال کے سامنے توبہ اور استغفار کرے۔ اس وقت خداوند ذوالجلال کی طرف سے عفو اور مغفرت کا وہ بادل برسے گا کہ گناہ کی نجاست اور گندگی کا نام و نشان باقی نہ رہے گا بلکہ توبہ اور استغفار سے فقط گناہ ہی معاف نہیں ہوتے بلکہ سیئات کو حسنات سے بدل دیا

جاتا ہے۔ کما قال تعالیٰ۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

جس شخص نے کفر اور شرک سے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کئے۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کی برائیوں کو بھلائیوں اور نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

یہ ہے اسلامی طریقۂ نجات جو قرآن اور حدیث میں بکثرت مذکور ہے اور یہی عقل کے مطابق ہے اور یہی کتب سابقہ کی تعلیم ہے۔ آیات اور احادیث کے علاوہ کتب سابقہ کے تفصیلی حوالے ہم علم الکلام میں ذکر کر چکے ہیں۔ وہاں دیکھ لئے جائیں۔

اب نجات کا وہ انوکھا اور نرالا طریقہ سنئے جو نصاریٰ نے اختراع کیا ہے کہ حضرت آدمؑ سے جو بھول سے گناہ ہو گیا تھا، وہ باوجود استغفار کے کسی طرح معاف نہ ہوا۔ اور باپ کی اس غلطی کی وجہ سے تمام اولاد گنہگار ٹھہری۔ حتیٰ کہ انبیاء و مرسلین بھی اس سے پاک نہ رہے۔ چونکہ گناہ کا معاف کر دینا تو شان عدل و انصاف کے خلاف تھا۔ اس لئے خدا نے چاہا کہ عدل و انصاف بھی ہاتھ سے نہ جائے اور بندوں پر رحم و کرم بھی ہو جائے۔ اس لئے خدا نے بندوں کی نجات کی یہ راہ نکالی کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو صلیب پر چڑھایا تاکہ وہ لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور ان کے لئے باعث نجات ہو۔

ناظرین کرام! آپ نے یہ نجات کا نرالا اور انوکھا طریق سن لیا۔ اگر کسی حاکم کے اجلاس پر کوئی قتل کا مقدمہ پیش ہو اور حاکم بجائے مجرم کے اپنے عزیز لخت جگر کو پھانسی کا حکم دے دے تو اس حاکم کو اگر دیوانہ اور احمق نہ سمجھیں تو کیا سمجھیں۔

۱۔ عجیب بات ہے کہ گنہگار کو معاف کر دینا تو شان عدل کے خلاف ہے مگر ایک معصوم اور بے گناہ کو صلیب پر چڑھا دینا، یہ شان عدل کے خلاف نہیں۔

۲۔ نیز اگر موت ہی گناہ کی جزاء اور کفارہ ہے۔ تو ہر انسان مرتا ہے۔ وہی موت اسکے گناہوں

کا کفارہ بن سکتی ہے۔ حضرت مسیح کو صلیب دینے کی کیا حاجت ہے۔

۳:۔ باپ کے قصور میں بیٹے کو پکڑنا نہ عقل اس کی اجازت دیتی ہے اور نہ کسی دین اور ملت نے آج تک اس کو روا رکھا ہے۔ خیر اگر باپ کے جرم میں بیٹے ہی کو پکڑنا تھا، تو حضرت آدم کے کسی صُلبی بیٹے کو صلیب پر چڑھا دینا تھا۔ مثلاً قابیل ہی کو پھانسی دے دی جاتی، جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تھا۔ پانچ ہزار سال کے بعد ایک معصوم اور بے گناہ بیٹے کو صلیب پر چڑھانا سراسر خلاف عقل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰۤى اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى۔

کیا اس شخص کو اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور نیز اس ابراہیم کے صحیفوں میں ہے کہ جس نے اپنے رب کے احکام کی پوری پوری بجا آوری کی۔ وہ مضمون یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کا گناہ اور بوجھ اپنے اوپر نہ اٹھائے گا۔

اور ایک یہ انسان کو ایمان کے بارہ میں اپنی ہی کمائی نفع دے گی۔ دوسرے کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا۔

چنانچہ توریت سفر استثناء باب ۲۴ ورس ۱۶ میں ہے۔ اولاد کے بدلے باپ دادے مارے نہ جاویں، نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کی جاتے اور ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے گا۔ اھ

اور کتاب حزقیل باب ۱۸ ورس ۲۰ میں ہے۔

"وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کی بدکاری کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کی بدکاری کا بوجھ اٹھائے گا۔ صادق کی صداقت اسی پر ہوگی اور شریر کی شرارت اسی پر پڑے گی"۔ اھ

اور کتاب الامثال باب ۱۱ ورس ۸ میں ہے۔

"صادق مصیبت سے رہائی پاتا ہے اور اس کے بدلہ شریر پکڑا جاتا ہے۔" اھ

اور ایسا ہی مضمون کتاب الامثال باب ۲۱ درس ۱۸ میں ہے :-

"اسی طرح اہل اسلام کہتے ہیں کہ جب یہودیے یہوداہ نے حضرت مسیح کے قتل کا ارادہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو تو صحیح وسالم آسمان پر اٹھا لیا اور ایک کافر و فاجر کو حضرت مسیح کا شبیہ اور مثیل بنا کر بطور فدیہ قتل کرا دیا۔"

یاد رکھنا چاہیئے کہ قتل کا مسئلہ توریت اور انجیل سے نہ کہیں صراحۃً ثابت ہے نہ اشارۃً۔ محض پادری لوگوں کی ایجاد ہے۔ اور نہ یہ مسئلہ تمام علمائے نصاریٰ کے نزدیک مسلم اور متفق ہے بہت سے فرقے واقعۂ قتل و صلیب کے منکر ہیں۔ جیسا کہ پادری سیل نے ترجمہ قرآن سورہ آل عمران میں ان فرقوں کا ذکر کیا ہے جو اس کے منکر ہیں یہ اصل کی مراجعت کی جائے۔

قرآن کریم کا توریت و انجیل سے تقابل

قرآن کریم میں جا بجا توریت اور انجیل اور زبور کا ذکر آیا ہے اور بار بار یہ جتلایا گیا ہے کہ یہ سب اللہ کی کتابیں تھیں۔ جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت داؤد علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اتاری گئیں اور اسی طرح دوسرے پیغمبروں کے صحیفوں کا بھی ذکر ہے۔ اہل اسلام بلا تفریق کے ان تمام کتابوں اور صحیفوں پر ایمان رکھتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے گذشتہ انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین پر نازل فرمائیں۔ لیکن موجودہ توریت و انجیل وہ توریت و انجیل نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں۔ اصل توریت و انجیل کا تو کہیں نام و نشان بھی نہیں۔ جس کا خود علماء یہود و نصاریٰ کو اعتراف اور اقرار ہے۔

کتب سماویہ کا جو مجموعہ اس وقت اہل کتاب کے ہاتھ میں ہے اور جس کو وہ بائبل[1] کہتے

---

[1] بائبل یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی کتاب کے ہیں۔

ہیں، ہم اس وقت اس میں اور قرآن کریم میں کچھ فرق بتلانا چاہتے ہیں تاکہ طالبان حق موازنہ کر سکیں۔

فرق اوّل

قرآن کریم نے جس دین حق اور شریعت اور ہدایت کو پیش کیا ہے وہ توریت اور انجیل کی پیش کردہ شریعت سے کہیں اعلیٰ اور افضل اور غایت درجہ اکمل ہے۔

قرآن کریم نے مبدأ اور معاد توحید اور رسالت اور قیامت اور جزاء و سزا اور جنت و جہنم کو جس تحقیق اور تفصیل اور دلائل اور براہین کے ساتھ بیان کیا ہے توریت میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔

قرآن کریم میں جا بجا وجود باری تعالیٰ اور حدوث عالم کے دلائل اور براہین ذکر کئے گئے ہیں اور منکرین قیامت کے شبہات اور اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے ہیں اور دلائل اور براہین کے ساتھ مشرکین اور صابئین اور یہود اور نصاریٰ کے عقائد کا ابطال اور اور توحید و رسالت کا اثبات اور حضرات انبیاء کرام کے کافروں سے مناظرے قرآن کریم میں جا بجا مذکور ہیں۔

توحید اور رسالت اور قیامت صرف ان تین مسئلوں کو لے لیجئے کہ قرآن کریم نے ان مسائل کو کس طرح۔ طرح طرح کے دلائل اور قسم قسم کے براہین سے ثابت کیا ہے توریت میں بھی کہیں اس قسم کے دلائل اور براہین کا ذکر ہے اور انجیل میں تو ان مسائل پر کوئی خاص کلام ہی نہیں صرف چند مکارم اخلاق اور زہد کا بیان ہے کہ جو قرآن کریم میں اس سے ہزار درجہ بڑھ کر موجود ہے ہذا توضیح ما افادہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رح فی الجواب الصحیح صـ۲۲ ج ۳۔

فرق دوم

توریت میں عدل کی شان غالب ہے اور انجیل میں شان فضل کی غالب ہے اور قرآن کریم غایت کمال کے ساتھ عدل اور فضل دونوں کا جامع ہے۔

(۱) قرآن کریم نے یہ بتلایا کہ سعداء اور اولیاء کی دو قسمیں ہیں ایک ابرار و مقتصدین دوسری سابقین اور مقربین۔ پہلا درجہ تو عدل سے حاصل ہوتا ہے یعنی اداء واجبات اور ترک محرمات سے اور دوسرا مرتبہ فضل سے حاصل ہوتا ہے یعنی اداء فرائض و واجبات کے بعد اداء مستحبات ونوافل و ترک مکروہات اور مشتبہات سے حاصل ہوتا ہے پس کامل شریعت وہ ہے کہ جو عدل اور فضل دونوں کی جامع ہو۔

۲۔ قرآن حکیم نے حکم دیا کہ مقروض اگر نادار اور تنگدست ہو تو اس کو مہلت دینی چاہیئے کما قال تعالیٰ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ - پس یہ تو عدل ہوا۔ اور دوسرا حکم یہ دیا کہ اگر مدیون کو معاف کر دو تو بہتر ہے کما قال تعالیٰ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ - پس یہ فضل اور احسان ہوا جو مستحب کے درجہ میں ہے۔ جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ثواب دے گا اور اس کے درجے بلند کرے گا۔ اور اگر نہ کرے تو اس پر کوئی عقاب اور عذاب نہیں۔

۳۔ قرآن کریم نے قتل خطا میں دیت کو واجب قرار دیا یہ عدل ہے کما قال تعالیٰ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ بعد ازاں إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا سے عفو اور احسان کی ترغیب دی یہ فضل ہے۔

۴۔ قرآن کریم نے طلاق قبل الدخول میں نصف مہر واجب کیا کما قال تعالیٰ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ یہ عدل ہوا اور پھر زوجین کو عفو اور احسان کی ترغیب دی اور یہ فرمایا إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ

عُقۡدَةُ النِّكَاحِ وَاَنۡ تَعۡفُوۡا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۔ یہ فضل اور احسان ہوا۔

(۵) قرآن کریم نے ظالم سے اپنا بدلہ لینے کی اجازت دے دی کما قال تعالیٰ وَ اِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِہٖ ۔ پس یہ عدل ہوا اور اس کے بعد صبر کی ترغیب دی اور یہ ارشاد فرمایا وَلَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ پس یہ فضل ہوا دوسری جگہ ارشاد ہے وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثۡلُهَا برائی کا بدلہ برائی ہے یہ عدل ہوا اور اس کے بعد عفو اور اصلاح کی ترغیب دی فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُهٗ عَلَى اللّٰهِ پس یہ فضل ہوا جس پر اجر کا وعدہ فرمایا۔

قرآن کریم کا یہ طریقہ ہے کہ ظلم کی حرمت اور عدل کے وجوب کو بیان کرتا ہے اور عدل کے بعد فضل اور احسان کی ترغیب دیتا ہے عدل کو واجب قرار دیا اور فضل و احسان کو مستحب قرار دیا، ہذا توضیح ما افادہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فی الجواب الصحیح از ص۲۱۵ ج ۲ تا ص۳۱۹ ج ۲۔

فرق سوم

قرآن کریم میں دین کے اصول اور فروع اور معاش اور معاد۔ اور تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست ملکیہ اور مدنیہ اور فقیری و درویشی کے ساتھ حکمرانی اور جہانبانی اور عدل عمرانی کے جو قوانین اور قواعد مذکور ہیں توریت و انجیل میں کہیں اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔

فرق چہارم

قرآن کریم زمانۂ نزول سے لے کر اس وقت تک برابر محفوظ چلا آرہا ہے جس میں اب تک ایک نقطہ اور ایک شوشہ کا بھی فرق نہیں آیا۔ بخلاف توریت اور انجیل کے کہ اس میں لفظی اور معنوی تحریف اور قسم قسم کی تغییر و تبدیل خود علماء یہود اور نصاریٰ کے اقرار اور اعتراف سے ثابت ہے اور قرآن کریم کا تحریف اور تبدیل سے پاک اور منزہ ہونا اظہر من الشمس ہے کہ مخالفین و معاندین کو بھی سوائے اقرار کے اور اعتراف کے چارہ نہیں۔ جس طرح قرآن کریم حفاظت میں

بے نظیر ہے۔ اسی طرح موجودہ توریت اور انجیل تحریف میں بے مثال ہے۔ دنیا کی کسی کتاب میں اتنی تحریف نہیں ہوئی جتنی کہ توریت و انجیل میں ہوئی اور اس درجہ تحریف ہوئی کہ اصل اور جعل میں امتیاز کرنا تقریباً محال ہے۔

فرق پنجم

موجودہ توریت کے مضامین خود اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ یہ توریت وہ توریت نہیں کہ جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی نامعلوم شخص کی تصنیف ہے۔

شاہد اوّل چنانچہ توریت کتاب استثناء باب ۳۴ میں ہے:۔

سو موسیٰ خداوند کا بندہ خداوند کے حکم کے مطابق موآب کی سرزمین میں مرگیا اور اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا۔ پر آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا" اھ

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس واقعہ کا لکھنے والا شخص موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے عرصہ دراز کے بعد کا ہے۔

شاہد دوم کتاب پیدائش باب ۳۵ درس ۲۱ میں ہے:۔

"پھر بنی اسرائیل نے کوچ کیا اور اپنا خیمہ عیدر کے ٹیلے کے اس پار ایستادہ کیا" انتہٰی
عیدر ایک منارہ کا نام ہے جو شہر یروشلم کے دروازے پر موسیٰ علیہ السلام کے صدہا برس بعد بنایا گیا"

شاہد سوم سفر عدد باب ۲۱ درس ۳ میں ہے:۔

" چنانچہ یہوواہ نے بنی اسرائیل کی آواز سنی اور کنعانیوں کو گرفتار کروادیا اور انہوں نے انہیں اور ان کی بستیوں کو حرم کردیا اور اس مکان کا نام حرمہ رکھا" انتہٰی۔

حالانکہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا تو کیا حضرت یوشع علیہ السلام کے بھی بعد کا ہے اس لئے مفسرین تورات نے مجبور ہو کر اس مقام پر یہ کہہ دیا ہے کہ یہ جملے الحاقی ہیں جن کو عزیر علیہ السلام نے ملایا ہے۔ مگر محض حضرت عزیر علیہ السلام کا نام لے دینا کافی نہیں جب تک کوئی دلیل اور سند نہ ہو۔ سیاق اور سباق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اول سے آخر تک تمام کلام متصل اور یکساں ہے۔ کوئی قرینہ ایسا نہیں ہے کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ کلام الحاقی ہے اور علیٰ ہذا عہد جدید کی تمام کتابیں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد لکھی گئیں۔ جن کا زمانہ تالیف اب تک معین نہ ہو سکا۔ علماء نصاریٰ کا اس میں شدید اختلاف ہے کہ اناجیل اربعہ کس سنہ میں تالیف ہوئیں۔ دو انجیلوں کے مصنف تو وہ ہیں کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو دیکھا بھی نہیں ایک مرقس اور دوسرا لوقا۔ محض سنی سنائی باتیں لکھ دی ہیں۔ اور متی اور یوحنا اگر حواری بھی ہیں تو کچھ واقعات تو وہ لکھے ہیں کہ جو ان پر گزرے ہیں اور کچھ سنے سنائے ناتمام واقعات لکھے ہیں۔ ان کتابوں کو حضرت مسیح سے وہی نسبت ہے کہ جو سکندر نامہ کو سکندر سے اور راماین کو رام چندر سے ہے۔ موجودہ اناجیل کو الہامی کتاب کہنا بالکل غلط ہے۔ بخلاف قرآن کریم کے کہ اس کے زمانہ نزول میں کوئی اختلاف نہیں۔ تئیس سال میں تھوڑا تھوڑا ہو کر نازل ہوا۔ ایک جماعت کاتبین وحی کی خاص اسی کام کے لئے تھی کہ جب کوئی آیت نازل ہو تو فوراً لکھ لی جاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود بھی حافظ تھے۔ اور حضرات صحابہ رض میں بھی بہت سے حافظ تھے۔ خلاصہ یہ کہ قرآن کریم من اولہ الی آخرہ بلا کم و کاست آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں محفوظ ہو چکا تھا۔ فقط اوراق ہی پر نہیں لکھا گیا بلکہ قلوب اور صدور کے الواح پر کندہ ہو چکا تھا۔

فرق ششم

اہل کتاب جس کتاب کو جس مصنف کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس کی کوئی سند متصل ان کے پاس نہیں۔ بخلاف اہل اسلام کے کہ ان کے پاس تو کتب حدیث کی بھی سند موجود ہے۔

قرآن کریم کے حافظ تو ہر زمانہ میں بے شمار ہوتے ہی چلے آئے ہیں اور انشاء اللہ تعالےٰ تا قیام قیامت یوں ہی سلسلہ جاری رہے گا کہ ہر شہر اور ہر گاؤں میں عورتیں اور بچے، جوان اور بوڑھے، بینا اور نابینا حافظ ہوتے رہیں گے۔ بلکہ اس امت میں تو بحمد اللہ تعالےٰ ہزاروں ہزار حدیث کے بھی حافظ گذرے ہیں۔ ساری دنیا کی قومیں اگر چاہیں کہ کوئی اپنی کتاب کا کچا پکا حافظ پیش کر دیں، تو خدا کی قسم نہیں پیش کر سکتیں۔ اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو لائیں اور پیش کریں۔ یہود اور نصاریٰ توریت اور انجیل کا کوئی حافظ دکھلائیں اور ہندو وید کا کوئی حافظ دکھلائیں۔

فرق ہفتم

توریت و انجیل کے نسخے باہم اس قدر مختلف ہیں کہ وہ اختلافات شمار میں بھی نہیں آسکتے دوسری مرتبہ کی طبع شدہ بائبل، پہلی مرتبہ کی طبع شدہ بائبل کے کبھی مطابق اور موافق نہیں ہو سکتی۔ جدید نسخے قدیم نسخوں کے مخالف ہیں۔ نصاریٰ کے پاس کے نسخے ان نسخوں کے مخالف ہیں جو یہود کے پاس ہیں۔ نصاریٰ میں جو فرقے ہیں ان کے نسخے باہم مختلف ہیں۔ ایک فرقہ کا نسخہ دوسرے فرقہ کے نسخہ کے بالکل مخالف ہے۔ بخلاف قرآن کریم کے اس کے نسخوں میں کہیں ایک نقطہ اور ایک شوشہ کا بھی خلاف نہیں۔ ساڑھے تیرہ سو سال کے نسخے مطبوعہ ہوں یا غیر مطبوعہ، جدید ہوں یا قدیم مشرق کے ہوں یا مغرب کے سب ایک ہیں۔ جیسا کہ دنیا دیکھ رہی ہے۔ عیاں را چہ بیاں۔

فرق ہشتم

ان کتابوں میں بکثرت ایسے مضامین پائے جاتے ہیں کہ جو حق تعالیٰ شانہ کے شان تقدیس و تنزیہ اور حضرات انبیاء کرام کی شان عصمت کے بالکل خلاف ہیں۔ مثلاً معاذ اللہ انبیاء کا

شراب پینا، جھوٹ بولنا، بت پرستی اور زنا کرنا وغیرہ ذلک، جیسا کہ بالتفصیل ہم حوالجات سے ثابت کر چکے ہیں۔ قرآن کریم حضرات انبیاء کو ان تمام باتوں سے پاک اور منزہ بتلاتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

فرق نہم

ان کتابوں کے مضامین کا باہم مختلف اور متعارض ہونا یہ بھی ان کے غیر الہامی ہونے کی دلیل ہے۔ کما قال تعالے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔

مولانا عبد الحق صاحب مفسر تفسیر حقانیؒ اپنے مقدمہ تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

"ان مواقع میں مفسرین اہل کتاب لاچار ہو کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سہو کاتب ہے خود پادری فنڈر نے مباحثہ دینی مطبوعہ اکبر آباد میں لاکھ سے زیادہ تسلیم کئے ہیں چنانچہ ص۳۵ میں لکھتے ہیں کہ اگر ناسخ نے ایسے غلط مقامات ایک لاکھ پچاس ہزار گنے ہیں اور انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کی جلد ۱۹ بیان سکرپچر میں لکھا ہے کہ کہ فاضل وٹسلیٹن نے ایسے مقامات دس لاکھ سے زیادہ گنے ہیں۔ انتہیٰ۔ اب جب کہ ایسے بڑے محققین اقرار کرتے ہیں۔ تو آج کل کے کرسچن یا نئے پادری کا انکار کیا وقعت رکھتا ہے" (مقدمہ تفسیر حقانی ص۷۶)

الحمد للہ کہ قرآن کریم ہر قسم کے اختلاف اور اغلاط سے پاک و منزہ ہے۔

فرق دہم

ان کتابوں میں بہت سے مضامین فحش اور غیر مہذب ہیں جو شہوانی اور نفسانی خیالات کے جلا دینے میں ممد اور معاون ہیں۔ بطور نمونہ چند عبارتیں ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔ کتاب

لہ یہ تمام حوالے مقدمۂ تفسیر حقانی ص۱۱ سے نقل کئے گئے ہیں۔

یسعیاہ باب ۴۲ میں ہے:۔

"خدا کا کلام یہ ہے۔ میں بہت مدت چپ رہا، میں خاموش رہا، آپ کو روکتا گیا پر اب میں اس عورت کی طرح جسے دردِ زہ ہو چلاؤں گا اور ہانپوں گا اور زور زور سے ٹھنڈی سانس بھی لوں گا"

اور نوحہ یرمیاہ کے باب ۳ میں خدا کو ریچھ اور شیر بتایا ہے۔

اور کتاب حزقیل باب ۲۳ میں ہے۔

"خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا اور اس نے کہا، اے آدم زاد! دو عورتیں تھیں، جو ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں۔ انہوں نے مصر میں زنا کاری کی۔ وہ اپنی جوانی میں بار باز ہوئیں۔ وہاں ان کی چھاتیاں ملی گئیں۔ اور وہاں ان کے بکر کی پستان چھولی گئی۔ ان میں کی بڑی کا نام اہولا اور اس کی بہن اہولیبہ۔ وہ میری جورواں ہوئیں اور بیٹے بیٹیاں جنیں"

اور کتاب یرمیاہ باب ۳ میں ہے:۔

"کہاوت ہے کہ کوئی مرد اگر اپنی جورو کو نکالے اور وہاں سے جاکر دوسرے مرد کی ہو جائے کیا وہ پہلا اس کے پاس پھر جائے گا۔ کیا وہ زمین ناپاک نہ ہو گی۔ لیکن تو نے بہت یاروں کے ساتھ زنا کیا، تب بھی میری طرف پھر آ" انتہیٰ۔

اور کتاب یسعیاہ باب ۲۳ میں ہے:۔

"اور پھر وہ خرچی کے لیے جائے گی اور ساری زمین کی مملکتوں سے زنا کرائے گی۔ لیکن اس کی تجارت اور خرچی خداوند کے لئے مقدس ہو گی الخ بلکہ اس کی تجارت کا حاصل ان کے لئے ہو گا، جو خداوند کے حضور رہتے ہیں کہ کھا کے سیر ہو دیں، نفیس پوشاک پہنیں الخ"

مقدس لوگوں کو کیا پاک مال کھلوایا اور کیسی نفیس پوشاک پہنوائی۔ الہامی بیان اسی کو کہتے ہیں۔

اور کتاب حزقیل کے باب ۲۳ ورس ۱۹ میں ہے :-

"تسپر بھی اس نے اپنی جوانی کے دنوں کو یاد کر کے جب کہ وہ مصر کی زمین میں چھنالا کرتی تھی، زناکاری پر زناکاری کی ۲۰۰ سو، وہ پھر اپنے یاروں پر مرنے لگی جن کا بدن گدھوں کا سا بدن اور جن کا انزال گھوڑوں کا سا انزال تھا۔ انتہی

اور غزل الغزلات باب ۴ ورس ۱۰ میں ہے :-

"میری بہن، میری زوجہ، تیرا عشق کیا خوب ہے" انتہی۔

اور اس قسم کی بہت سی فحش تشبیہات ہیں جن کے پڑھتے وقت گرجا میں پادری لوگ بلاشبہ آنکھیں نیچی کر لیتے ہوں گے۔

شریعت محمدیہ کا شریعت موسویہ و عیسویہ سے تقابل

دنیا کان کھول کر سن لے، ہم بانگ دہل کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ملت اور کوئی شریعت شریعت محمدیہ کے ہم پلہ اور ہمسر تو درکنار، صداقت اور پختگی لطائف اور پاکیزگی میں شریعت محمدیہ کے عشر عشیر بھی نہیں، حق پرست اور صاحب بصیرت کے لئے تو کسی دلیل اور برہان پیش کرنے کی بھی حاجت نہیں اس کیلئے تو یہ کہہ دینا کافی ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب ؎ گر دلیلے باید از وے رو متاب

شریعت حقہ سامنے ہے، دیکھ لو اور دکھلا لو، پرکھ لو اور پرکھا لو۔ خالص سونا ہے کسوٹی پر کس لو اور کسوا لو۔ الغرض جس طرح چاہو امتحان کر لو اور جس سے چاہے امتحان کرا لو۔ مگر چونکہ ہر شخص نہ صاحب بصیرت ہے اور نہ حق پرست۔ اس لئے ہم شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ والف الف تحیہ) کی افضلیت اور برتری کے کچھ دلائل ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

دلیل اوّل :- شریعت محمدیہ کے افضل الشرائع اور اکمل الملل ہونے کی پہلی دلیل یہ ہے

کہ اس کے تمام اصول اور قوانین عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے مطابق ہیں۔ اس کا ہر قانون مدلل اور مبرہن ہے۔ اس کا ہر حکم نہایت قوی اور محکم ہے۔ دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے مشید اور مزین ہے (جس کو قدرے تفصیل کے ساتھ ہم نے علم الکلام کے دیباچہ میں اور محاسن اسلام اور دعوت اسلام میں ذکر کیا ہے۔

بخلاف یہود اور نصاریٰ کے کہ ان کے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ دلیل نقلی ہے محض بے سوچے سمجھے آباء و اجداد کی کورانہ تقلید ہے۔

مثلاً توریت میں خداوند قدوس کی ذات و صفات کے متعلق اور حضرات انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین کے متعلق بکثرت ایسے مضامین موجود ہیں کہ جن کے محال اور باطل ہونے میں کسی عاقل کو شک نہیں ہو سکتا۔

مثلاً العیاذ باللہ۔ خدا تعالیٰ کا انسان کو پیدا کر کے پچھتانا اور دلگیر ہونا۔ اور آدم کے ہمیشہ زندہ رہنے سے خدا کو خوف اور اندیشہ کا لاحق ہونا۔ اور خدا تعالیٰ کا حضرت یعقوب سے تمام رات کشتی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ امور ہیں کہ جو عہد عتیق میں مذکور ہیں کہ جس کو یہود الہامی کتاب اور اس کے احکام کو ابدی احکام مانتے ہیں۔ بھلا کسی عاقل اور ہوشمند کو ان امور کے باطل اور محال ہونے میں کسی قسم کا شک اور شبہ ہو سکتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ خداوند قدوس ان تمام چیزوں سے پاک اور منزہ ہے۔ اور علیٰ ہذا حضرات انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے متعلق عہد عتیق میں بکثرت ایسے مضامین مذکور و مسطور ہیں کہ جن کی نسبت حضرات انبیاء اللہ کی طرف عقلاً محال بھی ہے۔ مثلاً العیاذ باللہ حضرات انبیاء کا شراب پینا، جھوٹ بولنا، دھوکا دینا، زنا اور بدکاری، شرک اور بت پرستی کرنا وغیرہ وغیرہ۔

بھلا وہ کون سی عقل ہے کہ جو اس بات کو جائز رکھتی ہو کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے جن حضرات کو نبوت و رسالت کا زرین خلعت عطا کیا ہو۔ اجتباء و اصطفاء کا بیش بہا حلہ ان کو پہنایا ہو۔ دنیا کی رشد و ہدایت اصلاح و تربیت، تعلیم و تزکیہ کے لئے ان کو مبعوث

کیا ہو، توحید و تفرید کا سبق پڑھانے کے لئے ان کو پیدا کیا ہو۔ شرک اور بت پرستی اور ہر قسم کی فحشاء اور منکر کی گندگیوں کو دلوں سے دھونے کے لئے ان کو کھڑا کیا ہو۔ معاذ اللہ اگر یہی لوگ مشرک اور بت پرست ہوں، تو پھر دوسروں ہی کو کیا خدا پرستی سکھائیں گے

یہ تو یہود کی شریعت کا حال تھا۔ اب نصاریٰ کی شریعت کا کچھ حال سنیئے۔ مسیحی شریعت کے بنیادی اصول دو ہیں۔ ایک مسئلہ تثلیث اور دوسرا مسئلہ کفارہ۔ پہلے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک تین ہیں اور تین ایک ہیں۔ اور دوسرے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ بندوں کے گناہوں کی سزا میں ایک بے گناہ کو پھانسی دے دی جائے۔

عقلی حیثیت سے ان دونوں مسئلوں کا جو رتبہ ہے وہ دنیا کو معلوم ہے۔ علماء نصاریٰ جب خود ہی ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں، تو پھر معلوم نہیں کہ دوسروں کو سمجھانے کے لئے کیسے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ؎

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

کی مثل صادق ہے۔ یہ مسیحی شریعت کے دو بنیادی اصول ہیں جو باتفاق عقلاء سراسر خلاف عقل ہیں۔ باقی شریعت کو اس پر قیاس کر لیا جائے۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ یہود اور نصاریٰ جس شریعت کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس کے اصول اور قوانین سراسر خلاف عقل ہیں۔ اثبات مدعا کے لئے آج تک ایک دلیل عقلی بھی نہیں پیش کر سکے۔ یہ دلائل عقلیہ کا حال ہے۔ دلائل نقلیہ کا حال اس سے بھی بدتر ہے۔ اہل کتاب کے پاس کوئی صحیح اور معتبر نقل ہی نہیں جو اس کو پیش کریں۔ جن کتابوں کے الہامی ہونے کے مدعی ہیں نہ ان کے مصنفین کا پتہ ہے نہ زمانۂ تالیف کا علم ہے نہ مکان تصنیف کی خبر ہے اور جن کا کچھ نام بتلاتے ہیں ان تک بھی کوئی سند متصل نہیں تو پھر دلیل نقلی کہاں سے پیش کریں۔

چنانچہ پادری سیل نے ترجمہ قرآن میں یہ وصیت کی ہے کہ جو مسائل ہمارے مذہب کے خلاف عقل ہیں۔ ان کا مسلمانوں کے سامنے ذکر ست کرنا۔ مسلمان احمق نہیں کہ تم ان خلاف عقل مسائل کو پیش کرکے ان پر غالب آجاؤ۔ جیسے عبادت صنم اور عشاء ربانی کا مسئلہ۔ انتہی

دلیل دوم شریعت محمدیہ کے افضل اور برتر ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتوں کا خلاصہ اور لب لباب ہے اور تمام حکماء کی حکمتوں کا عطر اور نچوڑ ہے۔ اور مزید برآں وہ محاسن اور خوبیاں ہیں جو کسی مذہب میں نہیں۔ شریعت اسلامیہ نے کوئی حکمت ایسی نہیں چھوڑی کہ جس کی تعلیم نہ دی ہو کوئی خیر ایسی نہیں چھوڑی کہ جس کا حکم نہ دیا ہو اور کوئی شر ایسا نہیں چھوڑا کہ جس سے منع نہ کیا ہو۔

کما روی عن زید بن ارقم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما ترکت من خیر الا وقد امرتکم بہ وما ترکت من شر الا وقد نہیتکم عنہ او کما قال۔ رواہ الطبرانی	زید بن ارقم رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کوئی خیر اور بھلائی نہیں چھوڑی کہ جس کا تم کو حکم نہ دیا ہو اور کوئی شر اور برائی نہیں چھوڑی کہ جس سے تم کو منع نہ کر دیا ہو (طبرانی)

اگر کسی شخص کو اس میں شک اور تردد ہے یا پوری شریعت کے موازنہ کرنے میں اس کو وقت اور دشواری معلوم ہوتی ہے، تو امتحاناً شریعت محمدیہ کے کسی قانون اور تعلیم کا اپنے مذہب کے کسی قانون اور تعلیم سے موازنہ کرلیں۔

جب یہ معلوم ہوگیا کہ شریعت محمدیہ میں تمام انبیاء اور حکماء کی تعلیم اور حکمتوں کا خلاصہ اور لب لباب موجود ہے اور اس کے علاوہ اور بہت سے ایسے محاسن اور خوبیاں ہیں کہ جو کسی اور مذہب میں نہیں پائے جاتے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ شریعت محمدیہ کے بعد دنیا کو کسی شریعت کی اصلاً حاجت نہیں۔

دلیل سوم شریعت محمدیہ کے افضل اور اشرف ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ شریعت

محمدیہ کا ہر حکم معتدل اور متوسط ہے۔ افراط اور تفریط کے ٹھیک درمیان ہے۔ توسط اور اعتدال اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ کما قال تعالیٰ۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ہم نے تم کو متوسط اور معتدل امت بنایا۔

نہ تو شریعت موسویہ کی طرح اس میں شدت اور سختی ہے اور نہ شریعت عیسویہ کی طرح اس میں انتہائی تخفیف اور تسہیل ہے۔ شریعت محمدیہ تشدید اور تخفیف کے بین بین ہے۔ وخیر الامور اوسطہا

دلیل چہارم

شریعت محمدیہ سے پیشتر جتنی بھی شریعتیں گزریں، وہ ایک خاص زمانہ اور خاص وقت کے ساتھ موقت اور ایک خاص قوم کے ساتھ مخصوص ہوتی تھیں۔ اسی وجہ سے ایک ہی زمانہ میں مختلف اقوام کی طرف متعدد پیغمبر بھیجے گئے۔ اور ارسال رسل اور انزال کتب کا سلسلہ جاری تھا تاکہ ہر پیغمبر ان احکام کو اُمت تک پہنچائے جو من جانب اللہ اس وقت اور اس زمانہ اور اس قوم کے مناسب اس پر نازل کئے گئے ہیں۔ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ والف الف تحیۃ چونکہ نہایت اکمل اور غایت درجہ معتدل اور مکمل ہے۔ ابدی اور دائمی شریعت ہے۔ کسی زمانہ اور کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اس لئے شریعت محمدیہ پر نزول شرائع کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

چنانچہ انجیل یوحنا باب ۱۴ درس ۱۶ میں ہے:-

"میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے" الخ۔

اور قدیم نسخوں میں بجائے مددگار کے فارقلیط کا لفظ ہے، جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔ اور ابد یعنی ہمیشہ رہنے کی معنی یہ ہیں کہ وہ نبی آخری نبی ہوگا اور اس کی شریعت آخری اور دائمی شریعت ہوگی جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ شریعت محمدیہ قرآن اور حدیث کا ہمیشہ رہنا صاحب شریعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ ساتھ رہنا ہے۔ اور جس نبی کی شریعت ابدی اور دائمی ہے گویا کہ وہ نبی بھی ابدی اور دائمی ہے۔

اور توراۃ سفر پیدائش باب ۴۹ میں ہے کہ:-

"یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اکٹھا کر کے فرمایا کہ یہوداہ سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ حکم ان کے پاؤں کے درمیان سے جاتا رہے گا۔ جب تک کہ شیلا نہ آوے اور قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی" انتہیٰ

شیلا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اور اس جملہ میں کہ قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی عموم بعثت کی طرف اشارہ ہے کہ آنے والا نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث نہ ہوگا بلکہ عالم کی تمام اقوام کے لئے نبی بنا کر بھیجا جائے گا۔

شریعت موسویہ اور عیسویہ کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی عمومیت اور عالمگیر ہونے کا دعویٰ کر سکے انجیل میں خود حضرت مسیح علیہ السلام کا ارشاد منقول ہے۔

کہ میں صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اور علیٰ ہذا توریت نے بھی کہیں اپنی تعلیم کے عالمگیر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ جا بجا بنی اسرائیل ہی کو خطاب کیا گیا ہے۔

دلیل پنجم شریعت محمدیہ صدر اول سے لے کر اس وقت تک برابر محفوظ ہے جس شان سے اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدیہ کی حفاظت فرمائی اگر اس کی شان حفاظت کی زکوٰۃ نکال جاتے اور تمام دنیا کے مذہبوں اور ملتوں پر تقسیم کی جاتے تو غنی ہو جائیں۔ مگر افسوس کہ قسام ازل نے شریعت محمدیہ کی زکوٰۃ حفاظت میں سے ایک نقیر اور قطمیر بھی ان کے حصہ میں نہیں لگایا۔ جو فقیر کسی جرم کی وجہ سے صدقہ اور زکوٰۃ سے بھی محروم کر دیا جائے اس کے فقر کا کیا پوچھنا۔

اس لئے اہل کتاب کے ہاتھ میں نہ کوئی قابل وثوق شریعت ہے اور نہ قابل اعتماد کتاب مجہول زمانہ کے مجہول مصنفین کی مجہول کتابیں ان جہلا مجہولین کے ہاتھ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتے۔ آمین یا رب العالمین۔

دلیل ششم :۔ دنیا میں مذاہب بے شمار ہیں۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ سب حق ہوں۔ یہ کیسے

ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا اقرار اور انکار، توحید اور تثلیث، قیامت کا ماننا اور نہ ماننا دونوں حق ہوں۔ اگر دونوں حق ہوں تو اجتماع ضدین اور نقیضین لازم آتا ہے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ تمام مذاہب باطل ہوں ورنہ ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے۔ لامحالہ ایک ہی مذہب حق ہوگا اور اس کے سوا سب باطل ہوں گے۔ حق اور باطل ہونے کا ایک معیار تو وہ کہ جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس مذہب کے اصول اور قوانین عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے مطابق ہوں وہ حق اور سچا ہے۔ اور جس مذہب کے اصول اور قوانین عقل اور فطرت کے خلاف ہوں، وہ ناحق اور باطل ہے۔

دوسرا معیار یہ ہے کہ جس مذہب نے حقوق اللہ اور حقوق نفس اور حقوق عباد کی صحیح اور مکمل تعلیم پیش کی ہو، وہی مذہب صحیح اور مکمل ہے سو یہ بات شریعت اسلامیہ ہی پر صادق آتی ہے کہ جس میں بہ تمام و کمال حقوق مذکورہ بالا کی رعایت کی گئی ہے۔ اول حقوق اللہ کو لیجئے کہ جس مذہب میں سرے ہی سے خدا کے وجود کا انکار ہو یا خدا کے ساتھ اس کا شریک بھی مانا ہو، جیسے مجوسیوں کے نزدیک یزداں اور اہرمن اور نصاریٰ کے نزدیک اقانیم ثلاثہ باپ بیٹے روح القدس تین کے مجموعہ کا نام خدا ہوا۔ یا جو لوگ تینتیس کروڑ دیوتاؤں کے قائل ہوں ان مذاہب نے خداوند ذوالجلال کی تنزیہ و تقدیس کا کیا حق ادا کیا۔ اور جس مذہب میں رہبانیت اور ترک نکاح یعنی بے نکاح رہنا یا ٹھیا ٹانگ کا سکھانا۔ ناخون اور بالوں کا بڑھانا عبادت ہو اس مذہب نے نفس کا کیا حق ادا کیا۔ شریعت محمدیہ نے نفس کے حقوق کا پورا لحاظ رکھا ہے۔ مگر حظوظ نفس یعنی نفس کی خواہشوں اور لذتوں پر پابندی لگائی ہے۔ کھانا اور پینا اور سونا اور نکاح کرنا یہ نفس کا حق ہے۔ اس کی شریعت نے اجازت ہی نہیں بلکہ حکم دیا ہے۔ اور سود خواری اور قمار بازی اور زنا اور حرام کاری یہ نفس کی شہوتیں اور لذتیں ہیں۔ شریعت محمدیہ نے شدت کے ساتھ ان سے روکا ہے اور یہی عقل سلیم کا مقتضا ہے کہ نفس کے حقوق دلا دیئے جائیں اور شہوات پر پابندی لگا دی جائے اور جس مذہب میں گنہگاروں اور خطاروں کے بدلہ ایک معصوم اور بے گناہ کا قتل کرنا جائز ہو یا جس مذہب میں ایک قوم با وجود نیکی کرنے

کے پرمیشور کے نزدیک ناپاک ہو، تو اس مذہب نے انسانی حقوق کی کیا حفاظت کی۔

دلیل ہفتم

مذہب اسلام نے وجود میں قدم رکھتے ہی جس سرعت اور تیزی کے ساتھ دنیا پر اپنی صداقت اور حقانیت کا سکہ جمایا ہے، کوئی مذہب اس کی نظیر تو کیا اس کا عشر عشیر بھی پیش نہیں کرسکتا۔ دنیا کے سامنے صداقت اسلام کے دو سلسلے ہیں۔ ایک مذہبی اور دینی نشر و اشاعت اور دوسرا ملکی فتوحات مذہبی اشاعت پر نظر کرنے سے توریت سفر استثنار باب ۲۳ کی وہ بشارت سامنے آجاتی ہے۔

• خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا الخ۔

مذہب اسلام کیا تھا۔ ایک روشن آفتاب تھا کہ فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا جس سے دم کے دم میں تمام عالم روشن اور منور ہوگیا اور تمام روئے زمین اس کے انوار و تجلیات سے جگمگا اٹھی۔

ملکی فتوحات کو دیکھئے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک سیلاب عظیم تھا کہ جس کے سامنے قیصر و کسریٰ کی بے پناہ سلطنتیں بھی نہ ٹھہر سکیں۔ چند ہی سالوں میں دنیا کی تمام حکومتوں کو تہ و بالا کر ڈالا۔ اور سب کا خاتمہ کرکے ایک نئی تہذیب اور نئے تمدن کا دور دنیا میں پھیلا دیا اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور ذوالقرنین کی خلافت و سلطنت کا نمونہ قائم کردیا۔ جس طرح ان حضرات کی سلطنت معجزہ اور کرامت تھی اسی طرح اسلامی حکومت بھی معجزہ اور کرامت تھی۔

سرورِ عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء اور خاتم النبیین ہونے کا عقلی ثبوت

اس مقام پر ہم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا ملخص ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو تحقیق اور تدقیق کا منتہی اور گمراہوں کے لئے پیغام ہدایت اور نسخۂ شفاء ہے وھو ہذا۔

نبی میں تین باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ اخلاص اور محبت خداوندی ان کے رگ، وپے میں اس درجہ جاری اور ساری ہو کہ ارادۂ معصیت کی گنجائش ہی نہ ہو۔ سراپا اطاعت ہو۔ ایک بات بھی ان میں خلاف مرضی خداوندی نہ ہو۔ اور قلب میں ارادۂ معصیت کی گنجائش ہی نہ رہنے کا نام عصمت اور معصومیت ہے اسی وجہ سے اہل اسلام حضرات انبیاء کو معصوم کہتے ہیں۔ دنیا میں بادشاہ کے تقرب کے لئے سراپا اطاعت ہونا ضروری ہے اپنے مخالفوں کو اپنی بارگاہ میں کون گھسنے دیتا ہے اور مسند قرب پر کون قدم رکھنے دیتا ہے لہذا منصب نبوت ورسالت کے لئے کہ جس سے بڑھ کر بارگاہ خداوندی میں کوئی تقرب کا مرتبہ نہیں۔ معصومیت بدرجہ اولیٰ ضروری اور لازم ہوگی۔ لہذا مقربین بارگاہ خداوندی کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ ظاہراً اور باطناً خداوند ذوالجلال کے مطیع اور فرمانبردار ہوں۔ مگر چونکہ خداوند علیم وخبیر ظاہر وباطن کا جاننے والا ہے اس کے علم میں غلطی ناممکن ہے۔ اس لئے انبیاء کرام منصب نبوت سے معزول نہیں ہوتے۔ حق تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کو اپنا مقرب بناتا ہے جو ظاہراً وباطناً اس کے فرمانبردار ہوں۔ بخلاف دنیا کے بادشاہوں کے کہ ان کو فرمانبردار اور نافرمان کے سمجھنے میں بسا اوقات غلطی ہوتی ہے۔ آج کسی کو مطیع سمجھ کر اپنا وزیر ومشیر اور مقرب بنالیتے ہیں اور بعد میں جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل ہمارا مخالف ہے تو

اس کو معزول کر دیتے ہیں۔ دوم یہ کہ اخلاق حمیدہ اور پسندیدہ ہوں۔ سوم یہ کہ عقل اور فہم میں کامل اور یکتا ہوں کیونکہ اوّل تو بد فہمی خود ایک ایسا عیب ہے کہ کیا کہیئے۔ دوسرے تقرب مقربین خود اس غرض سے ہوتا ہے کہ بات کہے تو سمجھ جائیں اور خود بھی تعمیل کریں اور دوسروں سے بھی کرائیں۔

الغرض نبوت کا مدار ان تین باتوں پر ہے۔ نبوت معجزات پر موقوف نہیں کہ جس میں معجزات دیکھے، اس کو نبوت عطا کی ورنہ خیر، بلکہ معجزات نبوت پر موقوف ہیں۔ نبوت کے بعد عطا کئے جاتے ہیں تاکہ عوام کو بھی ان کی نبوت کا یقین آجائے۔ اور معجزات نبی کے حق میں بمنزلہ سند اور دستاویز کے ہوتے ہیں۔ اس لئے اہل عقل کو چاہیئے کہ اوّل عقل کامل اور اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ پر نظر کریں اور عقل اور فہم، اخلاق اور اعمال کو میزان عقل میں تولیں اور پھر بولیں کہ کون نبی ہے اور کون نہیں۔ مگر عقل اور اخلاق میں دیکھا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل اور اعلیٰ پایا۔ عقل اور فہم میں اوّلیت اور افضلیت کے لئے اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ آپ بذات خود امی تھے جس ملک میں پیدا ہوئے اور جہاں ہوش سنبھالا بلکہ ساری عمر گذاری۔ وہاں نہ علوم دینی کا پتہ تھا نہ علوم دنیوی کا نشان نہ کوئی کتاب آسمانی نہ کوئی کتاب زمینی۔ پھر ایک شخص امی نے ایسے ان پڑھے ملک میں ایسا دین اور ایسا آئین اور ایسی لاجواب کتاب پیش کی کہ جس نے عرب کے جاہلوں کو الٰہیات یعنی علوم ذات و صفات خداوندی میں جو تمام علوم سے مشکل ہے اور علم عبادات اور اخلاق اور علم سیاسیات اور علم معاملات اور علم معاش و معاد میں رشک ارسطو اور افلاطون بنا دیا جس کے باعث جہلاء عرب حکماء عالم ہوگئے۔ چنانچہ ان کے کمال علمی پر آج تک اہل اسلام کی بے تعداد تصانیف شہادت دے رہی ہیں۔ کوئی بتلائے تو سہی کہ ایسے علوم کس قوم اور کس فریق میں ہیں۔ جس کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ شاگردوں کا یہ حال ہے تو سمجھ لو کہ ان کے استاد اوّل اور معلم اوّل یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہوگا

اور اخلاق کی یہ کیفیت کہ آپ کہیں کے بادشاہ نہ تھے، امیر نہ تھے، امیر زادے نہ تھے، نہ تجارت کا سامان تھا نہ زراعت کا ایسے افلاس میں عرب کے لوگوں کو ایسا مسخر کر لیا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے، وہاں اپنا خون بہانے کو تیار ہوں۔ پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دو روز کا ولولہ تھا، نکل گیا۔ ساری عمر اسی کیفیت سے گذاری۔ یہاں تک کہ گھر چھوڑا، باہر چھوڑا، زن و فرزند چھوڑے مال و دولت چھوڑا۔ آپ کی محبت میں سب پر خاک ڈال کر اپنوں سے آمادۂ جنگ و پیکار ہوئے کسی کو آپ مار کسی کے ہاتھ سے آپ مارے گئے۔ یہ تسخیر اخلاق نہ تھی تو یہ زور شمشیر کس تنخواہ سے آپ نے حاصل کیا تھا۔ ایسے اخلاق کوئی بتاتے تو سہی کہ کس میں تھے۔ یہ تو عقل اور اخلاق کی کیفیت تھی۔ زہد کی یہ حالت تھی کہ جو آیا وہی ٹھکانہ کھایا نہ پہنا۔ نہ مکان بنایا، تو پھر کون عاقل کہہ دیگا کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام تو نبی ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہ ہوں۔ ان کی نبوت میں کسی کو تامل ہو کہ نہ ہو پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اہل عقل و انصاف کو ذرہ برابر تامل کی گنجائش نہیں۔

آپ کے کمالات علمی جو آفتاب کی طرح روشن ہیں اور ہر خاص و عام کو نظر آتے ہیں، ان سے صاف ظاہر ہے کہ آپ تمام انبیاء کے قافلہ سالار اور تمام رسولوں کے سردار اور سب سے افضل اور سب کے خاتم ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ حضرات انبیاء سے جو کمالات اور معجزات ظہور میں آئے وہ سب عطیۂ الٰہی اور فیض خداوندی ہیں۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی استاد جامع کمالات سے مختلف شاگرد فیض یاب ہو کر آئیں اور پھر کسی شاگرد سے معقول کا اور کسی سے منقول کا اور کسی سے طب کا اور کسی سے ہندسہ اور حساب کا فیض جاری ہو۔ تو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ استاد کی فلاں کمال نے اس میں ظہور کیا ہے۔ اسی طرح حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ جن کو بارگاہ خداوندی سے فیض حاصل ہے ان کے مختلف کمالات اور مختلف معجزات کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبی خدا تعالیٰ کی کون سی صفت سے مستفید ہے اور وہ نبی خدا کی کون سی صفت سے مستفید ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے معجزۂ عصا ء سے صفت تقلیب و تبدیل کا سراغ نکلتا ہے۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے معجزہ احیاء موتیٰ و شفا امراض سے جان بخشی کے مضمون کا پتہ چلتا ہے۔ مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات علمیہ اور خاص کر معجزۂ قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صفت علم سے مستفید ہیں اور بارگاہ علمی میں باریاب ہیں۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ علم وہ صفت ہے کہ تمام صفات اپنی کارگذاری میں اس کی محتاج ہیں۔ مگر علم اپنے کام میں کسی صفت کا محتاج نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ارادہ و قدرت وغیرہ بغیر علم اور ادراک کے کام نہیں کر سکتیں۔ روٹی کھانے کا جب ارادہ کرتے ہیں تو پہلے یہ جان لیتے ہیں کہ یہ روٹی ہے، کوئی اور شے نہیں۔ مگر روٹی کا جاننا اور سمجھنا کھانے کے ارادہ پر موقوف نہیں۔ القصہ علم کو اپنے معلومات کے تعلق میں کسی صفت کی ضرورت نہیں۔ مگر باقی صفات کو اپنے تعلقات میں علم کی حاجت ہے۔ غرض جو صفات غیر سے متعلق ہوتی ہیں ان سب میں اوّل علم ہے اور صفات متعلقہ بالغیر کے تمام مراتب صفت علم ہی پر ختم ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ نبی جو صفت علم سے مستفید ہو اور بارگاہ علمی تک باریاب ہو۔ وہی نبی انبیاء سے مراتب میں زیادہ اور رتبہ میں سب سے اوّل اور سب کا سردار ہوگا۔ اور سب اس کے تابع ہوں گے۔ اور اسی پر کمالات کے مراتب منتہی اور مختتم ہوں گے۔ اس لئے وہ نبی خاتم الانبیاء بھی ضرور ہوگا۔ اور جس طرح وزیر اعظم پر تمام عہدوں کے مراتب ختم ہو جاتے ہیں اور کوئی اس کے احکام توڑ نہیں سکتا۔ ایسے ہی خاتم مراتب نبوت کے اوپر کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں جو ہوتا ہے وہ اسی کے ماتحت ہوتا ہے، اس لئے اس کے احکام اوروں کے احکام کے ناسخ ہوں گے۔ اور دوسرے حکام کے احکام اس کے احکام کے ناسخ نہ ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ وہ نبی خاتم زمانی بھی ہو۔ اس لئے کہ اس کا حکم سب کے بعد اور اخیر میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سے پہلے کسی اور نبی نے دعوائے خاتمیت نہیں کیا حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بجائے دعوئ خاتمیت یہ فرمایا کہ صرف میرے بعد جہان کا سردار آنے والا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے نہ صرف اپنی

خاتمیت کا انکار کیا بلکہ خاتم الانبیاء کے آنے کی بشارت دی۔ کیونکہ سب کا سردار خاتم الحکام ہوا کرتا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ ختم ہوا۔ تفصیل کے لئے حضرات ناظرین حجۃ الاسلام اور مباحثہ شاہجہانپور کی طرف مراجعت کریں۔

سرورِ عالم سیدنا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت پر عیسائیوں کا ایک اعتراض اور اسکا جواب باصواب

عیسائی لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم اس بات کا شاہد ہے۔

اول یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام مریم بتول سے روح القدس کے پھونک مارنے سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس خارق عادت طریقہ پران کی ولادت کو قرآن کریم نے بار بار بیان کیا ہے یہ دلیل اس امر کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو انبیاء کرام میں ایک خاص شان امتیازی حاصل ہے جس سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔

دوم یہ کہ قرآن کریم میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باذن الٰہی مردوں کو زندہ کرتے تھے اور مادرزاد اندھوں کو اچھا کرتے تھے اور بیماروں کو شفا بخشتے تھے اس قسم کے معجزات کسی اور نبی کو نہیں دیئے گئے اور نہ اس قسم کے معجزات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے معلوم ہوا کہ مسیح ابن مریم تمام انبیاء سے افضل تھے۔

سوم یہ کہ نبوت و رسالت کے لئے طہارت اور نزاہت لازم ہے اور تمہارے نبی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پابند شہوات تھے کہ متعدد بیویاں رکھتے تھے بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ شہوات نفسانیہ سے بالکل پاک اور منزہ تھے۔

چہارم یہ کہ قرآن کریم میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے اور وہاں

زندہ ہیں اور اسی پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

اور تمہارے نبی یعنی مسلمانوں کے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد قبر میں مدفون ہوئے اور ظاہر ہے کہ آسمان زمین سے بہتر ہے معلوم ہوا کہ عیسٰی علیہ السلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔

خلاصۂ کلام

یہ نکلا کہ عیسٰی علیہ السلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں اور حضرت عیسٰی کی اس افضلیت کے چار شاہد ہیں اوّل شاہد ولادت دوم شاہد معجزات سوم شاہد صفات چہارم شاہد وفات۔

اب جواب باصواب سنئے

اس مدعی نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کہ عیسٰی علیہ السلام تمام انبیاءِ کرام سے افضل ہیں چار شاہد (گواہ) پیش کیے ہیں اب آپ ایک محمدی عالم سے گواہوں کی ترتیب کے مطابق۔ جواب دعویٰ سنئے۔

جواب دعویٰ سے پہلے ایک نہایت مختصر گذارش

وہ گذارش یہ ہے کہ جب آپ حضرت عیسٰی کی ولادت اور ان کی وفات کو تسلیم کرتے ہیں تو پھر ان کو خدا کیسے مانتے ہیں خدا کی ولادت اور پیدائش عقلاً محال ہے اور خدا کی موت اس کی ولادت سے بڑھکر محال ہے پیدا ہونے والی ذات اور مرنے والی ذات خدا نہیں ہو سکتی آپ سے بصد ہمدردی و خیر خواہی نیاز مندانہ درخواست ہے کہ اس مختصر گذارش پر ضرور غور فرمائیں گے۔ تاکہ آپ پر حق واضح ہو جائے۔ اب آپ اپنے شاہدوں گواہوں

کا حال سنیئے۔

(شاہد اوّل کا جواب)

حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرت کاملہ مطلق ہے جس طرح چاہے کسی کو پیدا کرے اس کی حکمتیں ہیں اس نے کسی کو کسی طرح پیدا کیا اور کسی کو کسی طرح۔ کسی خاص طریقہ پر پیدائش افضلیت کی دلیل نہیں حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کے لئے مختلف طریقوں پر پیدا کیا تاکہ بندوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کسی خاص صورت اور خاص ہیئت کی پابند نہیں ملائکہ کو محض نور سے اور جنات کو نار سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مادہ طین سے بلا ماں باپ کے خود اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور مسجود ملائکہ بنایا اور روئے زمین کی خلافت ان کو عطا کی اور حضرت حوا کو بغیر ماں کے محض ایک مرد سے پیدا کیا۔ پس اگر حضرت عیسیٰ کا بلا باپ کے پیدا ہونا دلیل افضلیت ہے تو ملائکہ اور حضرت آدم عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے چاہئیں اور حضرت عیسیٰ اپنے تخلیق و تکوین میں حضرت حواء کے مشابہ ہیں جس طرح حضرت حوا بغیر ماں کے پیدا ہوئیں اسی طرح حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے بلکہ ایک اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حضرت حواء کے برابر ہوئے۔ حضرت حوا بغیر ماں کے پیدا ہوئیں اور حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس اعتبار سے دونوں برابر ہوئے رہا یہ سوال کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو تو ذکر کیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کو ذکر نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب

یہ ہے کہ یہ بے بہبود چونکہ حضرت مریم کو متہم کرتے تھے اور معاذ اللہ حضرت مسیح کو ولد الزنا بتلاتے تھے اس لئے یہود کی تکذیب اور تردید کے لئے حق تعالیٰ نے حضرت مریم

سے حضرت عیسیٰ کی ولادت کا قصہ بیان فرمایا تاکہ مریم صدیقہ کی براءت اور نزاہت اور طہارت اور کرامت معلوم ہو جائے۔ بخلاف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کے نسب مطہر میں کسی کو بھی کوئی کلام نہ تھا نہ آپ کی والدہ ماجدہ میں اور نہ آپ کے والد ماجد کے بارہ میں کسی کو کوئی شبہ تھا جس کی کتاب الٰہی میں تردید اور تکذیب کی جاتی۔ البتہ جب دشمنوں نے آپ کی زوجۂ مطہرہ عائشہ صدیقہ کی طہارت پر ذرا حرف زنی کی تو اللہ تعالٰی نے سورۂ نور کی دس آیتیں ان کی براءت ونزاہت میں نازل فرمائیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ عائشہ صدیقہ براءت ونزاہت میں مریم صدیقہ کا نمونہ ہیں۔

نصاریٰ کا بلا باپ کے پیدائش پر فخر کرنا اور اس کو موجب افضلیت قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی دیہاتی خودرو گھانس کو چنبیلی اور گلاب کے پودوں پر اس لئے ترجیح دے کہ یہ گھانس خود بخود اُگا ہے۔ کسی مالی اور باغبان کے عمل کو دخل نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ مریم عذراء سے پیدا ہوئے جو کنواری تھیں اور قابل ولادت تھیں اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک بوڑھی اور بانجھ ماں سے پیدا ہوئے جن کے شوہر بھی بہت بوڑھے ہو چکے تھے جن کا قصہ سورۂ آل عمران میں مفصل مذکور ہے پس کیا اس طرح کی ولادت حضرت یحییٰ کے افضلیت کی دلیل ہو سکتی ہے اور کیا اس بناء پر حضرت یحییٰ کو حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام سے افضل قرار دیا جا سکتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ کسی خاص طریقہ پر ولادت اور پیدائش دلیل افضلیت کی نہیں علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ایک خاص اعجازی شان سے ہوئی اور آپ کی ولادت کے وقت ایسے عجیب وغریب خوارق کا ظہور ہوا کہ جو کسی نبی کی ولادت کے وقت ظاہر نہیں ہوئے مثلاً آپ کی ولادت کے وقت ایک نور کا ظاہر ہونا اور بتوں کا اوندھا ہو جانا اور نوشیروان کے محل کے چودہ کنگروں کا گر جانا وغیرہ وغیرہ کتب سیرت میں مذکور ہے جس سے آنحضرت کی علو شان ظاہر ہوتی ہے۔

(شاہد دوم (معجزات) کا جواب)

حق جل شانہ نے ہر نبی کو اس زمانہ کے مناسب معجزات عطا کئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر کا زور تھا اس لئے ان کو عصا اور ید بیضا کا معجزہ عطا کیا گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بادشاہت عروج پہ تھی اس لئے ان کو عرش بلقیس کے متعلق ایسا معجزہ دیا گیا کہ کوئی شاہی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکے نیز سلیمان علیہ السلام کو تسخیر ریاح اور تسخیر جن کا معجزہ دیا گیا کہ جو موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دیا گیا تاکہ سلاطین عالم سمجھ جائیں کہ یہ شخص اگرچہ ظاہر میں بادشاہ ہے مگر درحقیقت اللہ کا نبی اور اس کا برگزیدہ بندہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا زور تھا اس لئے ان کو احیاء موتی اور ابراء اکمہ وابرص کا معجزہ عطا کیا گیا جس سے تمام اطباء عالم عاجز تھے اور اب بھی عاجز ہیں اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کے معجزات عطا کئے گئے حسی معجزات کے علاوہ ایسے روحانی اور علمی معجزات عطا کئے گئے کہ جو اولین اور آخرین میں سے کسی کو نہیں عطا کئے گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سب سے بڑا معجزہ احیاء موتیٰ کا ہے سو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک مردہ مقتول۔ گائے کے گوشت کا ٹکڑا لگا دینے سے زندہ ہو گیا اور ان کا عصا کبھی ثعبان مبین (اژدھا) بنا اور کبھی اس کے مارنے سے دریائے نیل میں بارہ راستے بن گئے جس سے بنی اسرائیل صحیح سالم گذر گئے اور حزقیل علیہ السلام کے زمانہ میں ایک مردہ چار سو سال کے بعد زندہ ہوا۔ اور حزقیل اور الیسع اور الیاس علیہم السلام کو مردہ زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا گیا اور یحییٰ علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرح گہوارہ میں کلام کیا۔

اور آنحضرت سرور عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پہ بھی

بعض مردے زندہ ہوتے اور بہت سے مریض شفایاب ہوئے جیسا کہ شفاء قاضی عیاض اور زرقانی شرح مواہب اور خصائص کبریٰ للسیوطی میں تفصیل کے ساتھ ان معجزات کا ذکر ہے کہ کتنے مردے حضور پرنور کے دست مبارک پر زندہ ہوئے اور کتنے مریض آپ کے ہاتھ سے شفایاب ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شریعت چھوڑی وہ سارے عالم کی حیات ابدی کا سامان ہے اور قیامت تک نوع انسانی کے لئے مشعل ہدایت کا کام دے گی۔ شفاء امراض کا فائدہ وقتی ہے اور شریعت کا فائدہ دائمی ہے۔ نصاریٰ شفاء امراض اور احیاء موتیٰ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کے ان معجزات سے مخلوق خدا کو بہت فائدہ پہنچا۔

جواب:۔ یہ ہے کہ یہ اصولی غلطی ہے انبیاء کرام کے معجزات کے متعلق یہ سوچنا کہ ان سے ظاہری طور پر مخلوق خدا کو نفع پہنچا یہ نادانی ہے معجزات دنیاوی فوائد اور منافع کے لئے نہیں عطا کئے جاتے بلکہ منکرین اور معاندین پر حجت قائم کرنے کے لئے دیئے جاتے ہیں کہ معاندین ان خوارق کو دیکھ کر اپنے عجز کا اقرار کریں اور گردن تسلیم انبیاء کرام کے سامنے جھکا دیں اور ان کی صداقت کا اقرار کریں اور سمجھیں کہ یہ حضرات حق تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں جن کے ہاتھ پر یہ صداقت کے نشان ظاہر ہو رہے ہیں معجزات سے مقصود اعجاز اعداء ہے اس لئے حق تعالیٰ نے ہر نبی کو علیحدہ علیحدہ قسم کے معجزات عطا کئے اس لئے کہ اگر تمام انبیاء کرام ایک ہی قسم کے معجزات دیئے جاتے تو لوگ شبہ اور تردد میں پڑ جاتے اور سرور عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری نبی اور آخری رسول تھے اس لئے من جانب اللہ آپ کو ہر نوع اور ہر جنس کے معجزات عطا کئے گئے تاکہ تمام عالم پر آپ کی فضیلت اور برتری واضح ہو جائے۔ ؎

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

شاہد سوم (طہارت ونزاہت) کا جواب!

بے شک نبوت ورسالت کے لئے طہارت ونزاہت لازم ہے مگر یہ امر مسلم ہے کہ انبیاء کرام جنس بشر سے ہوتے ہیں نہ کہ جنس ملائکہ سے ابوالانبیاء یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد خداوندی ہے انی خالق بشرا من طین ۱ اور نکاح لوازم بشریت میں سے ہے جس طرح کھانا اور پینا نبوت ورسالت کے منافی نہیں اسی طرح نکاح بھی نبوت کے منافی نہیں حیرت کا مقام ہے کہ نصاریٰ کے نزدیک کھانا اور پینا الوہیت کے تو منافی نہ ہو اور نکاح نبوت ورسالت اور شان عظمت کے منافی بن جائے۔

نکاح قوت بشریہ کا کمال ہے اس سے اخلاق واعمال کی اصلاح ہوتی ہے جس طرح کسی کا ناقابل نکاح ہونا ایک انسانی نقص اور عیب ہے۔ ازدواجی تعلق، بقاء نسل انسانی کا ذریعہ ہے اور بیوی اور بچوں کی تعلیم وتربیت جیسی عظیم ترین عبادت کا وسیلہ ہے۔ نکاح تمام انبیاء کرام کی سنت حسنہ ہے سب سے پہلے رسول حضرت آدم علیہ السلام جن کو حق جل شانہ نے خود اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور مسجود ملائک بنایا ان کی زوجہ مطہرہ حضرت حوا کو فقط حضرت آدم سے پیدا کیا جس طرح حضرت عیسیٰ کو مریم صدیقہ سے پیدا کیا اور جنت میں حضرت آدم سے ان کا نکاح کیا معلوم ہوا کہ نکاح شان نبوت ورسالت اور شان خلافت کے خلاف نہیں حضرت آدم علیہ السلام آسمان پر مسجود ملائک بنے اور پورے روئے زمین کے خلیفہ بنے۔ اور جن اور انس حتیٰ کہ فرشتے ان کے زیر فرمان رہے اور زمین پر اترنے کے بعد اولاد ہوئی اولاد کی تربیت بھی کرتے رہے اور تمام روئے زمین کا انتظام بھی کرتے رہے اور ان پر اللہ کی وحی بھی نازل ہوتی رہی اور تبلیغ ودعوت بھی کرتے رہے معلوم ہوا کہ ازدواجی تعلق تبلیغ ودعوت میں حائل نہیں۔ حضرت مسیح کو باوجود نکاح سے مجرد رہنے کے یہ فوائد حاصل نہیں ہوتے اور نہ وہ اس قدر تبلیغ کر سکے ہم یہ نہیں کہہ سکتے

کہ حضرت مسیح نے جو ساری عمر تجرد اختیار کیا وہ صرف تبلیغ و دعوت کی خاطر تھا یا کسی اور حکمت اور مصلحت پر مبنی تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین بیویاں تھیں ایک سارہ دوم ہاجرہ جن سے نکاح کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر اسی سال کی تھی۔ تیسری قطورہ جن سے حضرت ابراہیم نے بالکل اخیر عمر میں وفات سے چند روز پہلے نکاح فرمایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے چار نکاح کئے اور حضرت موسیٰ نے دو نکاح کئے حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور تبلیغ تمام عالم کے لئے تھی آپ نے حق کی دعوت و تبلیغ میں جو مصائب و آلام برداشت کئے وہ اظہر من الشمس ہیں مشرکین اور یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور صابئین اور دہریہ تمام عالم کا بیک وقت مقابلہ کیا اور نصاریٰ نجران اور شام پر توحید کو واضح کیا اور تثلیث کو باطل کیا اور باوجود ازدواجی زندگی کے کسی دعوت و تبلیغ میں کمی نہیں آئی بلکہ تمام انبیاء و مرسلین سے بڑھ کر دنیا کو خدا کی طرف کھینچ لیا اور ازدواجی زندگی اور خانگی معاشرت کے احکام اور آداب کی دنیا کو تعلیم دے گئے جس کا انجیل میں کوئی باب نہیں۔ قرآن و حدیث میں والدین کے آداب و حقوق کا بیان ہے انجیل میں نہیں تفصیل کے لئے دیکھو احیاء العلوم توریت میں ہے کہ داؤد علیہ السلام کے نکاح میں سو عورتیں تھیں اور سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں ایک ہزار بیویاں تھیں اور توریت میں ہے کہ مرد جس قدر عورتوں کا خرچ برداشت کر سکتا ہے نکاح کر سکتا ہے غرض یہ کہ نکاح تمام انبیاء کرام کی سنت ہے نصاریٰ نے پولوس کے کہنے سے ایک عورت سے زائد نکاح کو ناجائز اور حرام سمجھا اور تمام انبیاء کے خلاف پولوس کے حکم کو اپنا دین بنا لیا۔

علماء نصاریٰ پہلے ان حضرات انبیاء کرام کے متعلق بتلائیں کہ جن کے متعدد نکاح توریت سے ثابت ہیں ان کے متعلق علماء نصاریٰ کا کیا فتویٰ ہے اس کے بعد ہم سے سرور عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ازدواج کے متعلق سوال کریں۔

خلاصۂ کلام

بہر کیف نکاح سے پاکیزگی اور علیحدگی[عل] شرائط نبوت میں سے نہیں اور نہ نکاح تبلیغ دین میں بارج اور مزاحم ہے حضرت مسیح سے پہلے سے انبیاء گذر ے اور بہ نسبت حضرت مسیح کے لوگ ان سے بہت زیادہ مستفید اور مستفیض ہوئے باوجود یکہ وہ انبیاء سابقین اہل وعیال بھی رکھتے تھے کما قال تعالیٰ۔

ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک و جعلنا لھم ازواجا وذریۃ — تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ان کے لئے بیویاں اور اولاد عطا کیں۔

شان لم یلد ولم یولد صرف خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے نہ کہ انسان اور بشر کے لئے سرور عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اہل وعیال رکھنے کے۔ حضرت مسیح سے کہیں زیادہ تبلیغ کی اور پورے جزیرۃ العرب کے جہل کو علم سے بدل دیا اور ان کی شرک اور بت پرستی کو توحید وتفرید سے بدل دیا۔

شاھد چہارم۔ وفات۔ کا جواب

وفات کے اعتبار سے اگر موازنہ کیا جائے تو نصاریٰ کے عقیدہ کی بناء پر حضرت مسیح نے دشمنوں کے ہاتھ سے مقہور ومصلوب ہو کر ایلی ایلی کہتے ہوئے جان دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت اور احباب اور اصحاب میں بصد مسرت وابتہاج اللہم الرفیق الاعلیٰ کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔

نصاریٰ کے زعم فاسد کی بناء پر حضرت مسیح علیہ السلام کو جو ذلت آمیز اور اہانت انگیز علیبی

[عل] دیکھو ازالۃ الاوہام از صفحہ ۲۶ تا صفحہ ۳۴)

موت واقع ہوئی وہ کسی چور اور قزاق کو بھی نہیں پہنچی اُلٹی مسلمان کی زبان اور قلم تو اس کے تصور سے بھی کانپتی ہے۔

اور اگر نصاریٰ حضرت مسیح کو اس بناء پر افضل بتاتے ہیں کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں مدفون ہوئے تو یہ دلیل افضلیت کی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ نصاریٰ کے نزدیک الیاس علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر اٹھائے گئے مگر وہ دونوں اس وجہ سے حضرت مسیح کے برابر نہیں ہو گئے اور نہ وہ دونوں حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ سے افضل ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ رفع الی السماء عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں اور نہ رفع الی السماء افضلیت کی دلیل ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب زمین پر تشریف فرما تھے تو اس وقت بھی وہ آسمان کے فرشتوں سے افضل تھے اور حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے ہبوط اور نزول کے بعد بھی ملائکہ علویین سے افضل ہوں گے نیز عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء یہود کے قتل و صلب سے حفاظت کے لئے تھے کہ وہاں زندہ سلامت رہ کر بوقت حاجت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں حکم و عدل ہو کر آسمان سے نازل ہوں اور دجال کو قتل کریں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع الی السماء یعنی معراج جسمانی بطور اعزاز و اکرام تھا لنریہ من اٰیاتنا انہ ھو السمیع البصیر۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو کوئی خصوصی امتیاز اور خصوصی فضیلت عطا کی تاکہ لوگوں میں اس کی فضیلت ظاہر ہو اور لوگ اس کی نبوت و رسالت کو قبول کریں اور اس کو فرستادۂ خدا سمجھیں۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است اور ایسے فضائل و کمالات کہ جن سے تمام انبیاء کرام پر فضیلت ثابت ہو سکے وہ صرف سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے گئے جن کی تفصیل سیرت اور علم کلام کی کتابوں میں موجود ہے اور اس ناچیز نے اپنی تالیف

(۳) علماء یہود اور نصاریٰ کے نزدیک حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی کیا دلیل ہے۔ اور نصاریٰ کے نزدیک ان حضرات کا نبی اور رسول ہونا کس دلیل سے ثابت ہے؟

(۴) ایمان کی تعریف کیا ہے؟

(۵) کیا کسی نبی پر ایمان لانے کے لئے فقط اس نبی کی تصدیق کافی ہے یا اس کے تمام احکام کی تصدیق ضروری ہے؟

(۶) اگر کوئی شخص کسی نبی کو نبی تو سمجھتا ہے مگر اس کی لائی ہوئی کتاب یا شریعت یا اس نبی کے تلقین کردہ احکام یا کسی ایک حکم کو تسلیم نہیں کرتا تو ایسا شخص مومن ہے یا کافر؟

(۷) انبیاء و مرسلین سب ہی اللہ کے پسندیدہ اور برگزیدہ بندے ہیں۔ مگر بایں ہمہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ کا حضرت اسحٰق اور یعقوبؑ سے افضل ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت یوشعؑ سے افضل ہونا تمام علماء یہود اور نصاریٰ کو مسلم ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ افضلیت کا معیار کیا ہے کہ جس کی بناء پر یہ کہا جاسکے کہ فلاں نبی اور رسول فلاں پیغمبر سے افضل ہے اس معیار کی توضیح فرمائی جائے۔

(۸) حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کی تعداد کس قدر ہے۔ اناجیل سے ان کا حوالہ دیا جائے۔

(۹) اگر کسی نبی کے معجزات حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات سے سوگنا زیادہ ہوں تو حضرات نصاریٰ اس نبی کو حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل اور برتر مانیں گے؟

(۱۰) کسی کتاب کو کتاب الٰہی یا کلام الٰہی کہنے کا کیا معیار ہے؟

(۱۱) علماء نصاریٰ کے نزدیک توریت یا انجیل کس اعتبار سے قرآن کریم سے افضل اور بہتر ہے؟

(۱۲) کیا انجیل باوجود ہزارہا اختلاف کے معتبر اور مستند ہونے میں قرآن کریم سے (کہ جس پر تقریباً چودہ سو سال کا عرصہ گذر جانے پر بھی ایک نقطہ اور ایک شوشے کا فرق نہیں آیا) زائد باوثوق اور

مستشار ہے۔

(۲) توریت وانجیل یا اور دنیا کی کوئی کتاب حفاظت میں قرآن کریم سے بڑھی ہوئی ہے کہ جس کے بے شمار حافظ دنیا کے ہر خطہ میں موجود ہیں اور جس کے لئے ہر حافظ کا سینہ ہی خود توریت وانجیل بنا ہوا ہے کیا علمائے یہود و نصاریٰ قرآن کریم کی طرح توریت وانجیل کا کوئی پکا حافظ دنیا کے کسی کونے میں دکھلا سکتے ہیں؟۔

(۳) یا توریت اور انجیل باعتبار علوم اور معارف کی جامعیت کے قرآن کریم سے بڑھی ہوئی ہے۔

(۴) یا توحید کی تعلیم توریت اور انجیل میں قرآن سے زیادہ بلند ہے۔

(۵) یا تعلیم اخلاق کے اعتبار سے توریت وانجیل کا پایہ قرآن کریم سے بلند ہے۔

(۶) یا حقوق اللہ یا حقوق العباد کی توضیح و تفصیل توریت وانجیل میں قرآن کریم سے زیادہ موجود ہے

(۷) یا تدبیر منزل اور تدبیر ملکی انفرادی اور اجتماعی معاشرت اور تمدن کے اصول کی توریت و انجیل قرآن کریم سے زائد ذمہ دار اور کفیل ہے۔

(۸) یا توریت وانجیل میں ظاہری اور باطنی امراض کی توضیح اور پھر ان کی علامات کی پوری پوری تشریح قرآن کریم سے بڑھ کر ہے۔

(۹) یا توریت وانجیل باعتبار فصاحت و بلاغت حلاوت و شیرینی کے قرآن کریم سے بڑھ کر ہے۔

(۱۰) ذکر الٰہی کے طریقے اور بارگاہ خداوندی میں التجا و التماس کے جو آداب قرآن وحدیث نے بتلا دیئے۔ کیا دنیا کی کوئی کتاب اس کا نمونہ پیش کر سکتی ہے تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

(۱۱) حضرت مسیح علیہ السلام کس شان میں سرور عالم سید ولد آدم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھے ہوئے ہیں۔

(۱۲) کیا کوئی مسیحی یا یہودی حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام یا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک کلمہ سند متصل کے ساتھ پیش کر سکتا ہے۔ بخلاف پیروان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

سے کہ وہ اپنے نبی امی کا ہر قول اور ہر فعل اور ہر حرکت اور سکون عبادت اور استراحت استنجا اور طہارت سکوت اور تکلم، ضحک اور تبسم کو اسانید مسلسلہ اور روایت متصلہ حدثنا فلاں بن فلاں کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

(۳) جس طرح امت محمدیہ نے قرآن وحدیث کی توضیح وتشریح کی خاطر قسم قسم کے علوم ایجاد کئے مثلاً اسماء الرجال، معرفۃ الصحابۃ التابعین، علم الحدیث، علم التفسیر اصول فقہ واصول حدیث اصول تفسیر علم البلاغت، علم النحو، علم الصرف۔ غریب القرآن وغریب الحدیث، علم الکلام، علم الفقہ علم الاخلاق، علم اسرار الشریعت، کیا کوئی امت اس کی نظیر پیش کر سکتی ہے؟

(۴) علمائے اسلام نے قرآن وحدیث کے علوم ومعارف نکات ولطائف کا جو دریا بہایا گیا علماء یہود ونصاریٰ اسی طرح توریت وانجیل کے علوم ومعارف کا کوئی ادنیٰ اور معمولی سا نمونہ پیش کر سکتے۔

(۵) کیا کوئی امت امت محمدیہ کے فقہاء ومجتہدین، جیسے ابی حنیفہ اور شافعی کے اور ابو یوسف اور محمد بن حسن وغیرہم کی فہم وفراست اور تفقہ اور اجتہاد اور استنباط اصول وفروع میں کوئی ادنیٰ سی ایک نظیر بھی پیش کر سکتی ہے۔

(۶) اور حفظ وضبط میں احمد بن حنبل اور یحییٰ ابن معین، بخاری ومسلم شمس الدین ذہبی اور ابن حجر عسقلانی کا کوئی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکتی ہے۔

(۷) یا کوئی امت اپنے پیغمبر کی جان نثاری میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا نمونہ دکھلا سکتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے تو محمد رسول اللہ پر اپنا جان ومال گھر اور در، کنبہ اور برادری، ماں اور باپ اور اولاد سب ہی کو آپ پر قربان کر دیا۔ اور موجودہ انجیل کی بناء پر معاذ اللہ حضرت مسیح کے حواریین نے نصاریٰ کے اعتقاد کی بناء پر اپنے خدا کو تیس درہم میں فروخت کر کے ایک کمہار کا کھیت خرید لیا۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔

(۸) حضرت مسیح علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ یا تمام عالم کے لئے۔

(۱۹) حضرت مسیح علیہ السلام نے کیا اپنے خاتم النبیین ہونے کا دعوٰی فرمایا ہے۔ انجیل میں کسی ایک جگہ بھی اس کا ذکر آیا ہو کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا تو اس کا حوالہ دیا جائے۔

(۲۰) حضرت مسیح اگر خاتم الانبیاء تھے، تو فارقلیط اور روح حق کے آنے کی بشارت دینے کا کیا مطلب ہے۔ اور حضرت مسیح کے بعد علماء نصاریٰ فارقلیط کے کیوں منتظر رہے۔ اور بہت سے لوگوں نے فارقلیط ہونے کا کیوں دعوٰی کیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح خاتم النبیین نہ تھے ورنہ ان کے بعد ایک نبی کے ظہور کے انتظار کے کیا معنی۔

(۲۱) انجیل کے سو سال قبل کے مطبوعہ نسخوں میں فارقلیط کا لفظ موجود ہے مگر حال کے نسخوں میں نہیں رہا۔ کیا کسی کمیٹی کو کتاب الٰہی میں کسی تغیر و تبدل کا کوئی حق حاصل ہے۔

(۲۲) توریت و انجیل کے نسخے مختلف کیوں ہیں؟

(۲۳) توریت و انجیل کس زمانہ میں لکھی گئیں۔ اور کس نے لکھی۔ اس میں علماء یہود و نصاریٰ کا کیا اختلاف ہے۔

(۲۴) ان چار انجیلوں کے علاوہ اور بھی انجیلیں لکھی گئیں نصاریٰ کے نزدیک سوائے ان چار انجیلوں کے باقی انجیلوں کے غیر معتبر ہونے کی کیا دلیل ہے اور کس بنا پر ان کو غیر مستند قرار دیا گیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلَیْنَا مَعَهُمْ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

احسن الحدیث
فی ابطال التثلیث

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَیَعْلَمُهٗ عُلَمَاءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ۔ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّاتِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلَیْنَا مَعَهُمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

قُلْ یَا اَهْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔

اے اہل کتاب آؤ میں تم کو دعوت دیتا ہوں ایک ایسے امر کی کہ جو ہم میں اور تم میں مسلم ہے وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے اور نہ کسی کو خداتعالیٰ کے ساتھ شریک کریں گے اور نہ خدا کے سوا ایک دوسرے کو رب بنائیں گے پس اگر اہل کتاب اس صریح حق اور واضح ہدایت سے اعراض اور روگردانی کریں تو لوگ گواہ رہیں کہ ہم مسلمان ایک خدا کے پرستار اور فرمانبردار ہیں۔

اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند ذوالجلال وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے نہ ذات میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ صفات میں اور نہ کوئی اس کے مشابہ اور مانند ہے وہ بے مثل اور بے چون و چگون ہے اور نہ کسی کے ساتھ متحد ہے اور نہ وہ کسی میں حلول کئے ہوئے ہے جسمانیت اور صورت اور شکل سے پاک اور منزہ ہے جہت اور مکان اور زمان سب سے بالا اور برتر ہے۔

جسم ہو یا صورت اور شکل ہو یا جہت اور مکان ہو یا وقت اور زمان زمین ہو یا آسمان سب اسی کی مخلوق ہے۔

یہ ایسا صاف اور واضح عقیدہ ہے کہ بے شمار عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت ہے اور اسی پر

تمام انبیاء و مرسلین کا اجماع ہے۔

نصاریٰ زبان سے تو توحید کا اقرار کرتے ہیں اور جب ان کے سامنے توحید کا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ ہم بھی خدا کو ایک مانتے ہیں بلکہ کسی نہ کسی درجہ میں ہر مذہب والا مجبوراً توحید کا اقرار کرتا ہے۔

لیکن آگے چل کر اس میں ایسا تصرف اور ایسی تحریف کرتے ہیں کہ حقیقت ہی بدل جاتی ہے چنانچہ نصاریٰ ایک طرف تو زبان سے توحید کا اقرار کرتے ہیں اور دوسری طرف الوہیت مسیح کے قائل ہیں اور تثلیث کا عقیدہ رکھتے ہیں حالانکہ توریت اور انجیل میں کسی جگہ لفظ تثلیث موجود نہیں اور نہ حضرت عیسٰی یا کسی حواری نے یہ تعلیم دی کہ تثلیث کا عقیدہ رکھو اگر بایں ہمہ نصاریٰ تثلیث کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جوہر واحد کے تین اقنوم (حصہ اور جز) ہیں اب (باپ) ابن (بیٹا) روح القدس یعنی جبریل امین اور یہ تینوں مل کر ایک خدا ہوا اور بعض عیسائی بجائے روح القدس کے حضرت مریم کو تیسرا اقنوم قرار دیتے ہیں اور ان کو خدا کی والدہ کے نام سے پکارتے ہیں اور یہ دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے خدا کی والدہ ہم پر رحم کر اور ہمیں رزق دے غرض یہ کہ نصاریٰ کا عقیدہ یہ ہے کہ جوہر واحد کے تین اقنوم ہیں ایک تین میں ہے اور تین ایک میں ہے اور وہ اس کو توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے نام سے موسوم کرتے ہیں یہ عیسائیوں کی ایسی بھول بھلیاں ہے کہ جس کا انہیں خود بھی پتہ نہیں۔

نصاریٰ کو خود اس کا اعتراف ہے کہ اس عقیدہ کے اثبات کے لئے ہمارے پاس کوئی عقلی دلیل نہیں اور نہ توریت اور انجیل کی کوئی صریح شہادت ہے کہ جس میں یہ حکم دیا گیا ہو کہ تم خدا کے تین اقنوم مانو اور تثلیث کا عقیدہ رکھو حالانکہ مذہب نصاریٰ میں عقیدۂ تثلیث بنیادی عقیدہ ہے اور اصل ایمان اور مدار نجات ہے یہ عقیدہ نہ حضرت مسیح سے منقول ہے اور نہ کسی حواری سے اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید حقیقی ہے جو بے شمار عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت ہے اور نصرانیت کا بنیادی عقیدہ تثلیث ہے جس پر نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ

نقلی اور اس درجہ گول مول ہے کہ بڑے بڑے پادری اس کے مقر ہیں کہ ہم اس تثلیث کے سمجھنے اور سمجھانے سے قاصر اور عاجز ہیں یہ ایسا مسئلہ ہے کہ نہ عاقل کے عقل میں آسکتا ہے اور نہ وحشی اور غافل کے حلق کے نیچے اتارا جاسکتا ہے دنیا میں عیسائی مشن کا جال بچھا ہوا ہے اور لوگ عیسائی بن رہے ہیں سو اس کی وجہ یہ نہیں کہ عیسائی مذہب کوئی عقلی اور فطری مذہب ہے اور عقل اور فطرت کے مطابق ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ دولت و ثروت کی فراوانی کی وجہ سے زن اور زر کا جال بچھا ہوا ہے اس لئے شہوت پرست اس جال میں پھنس رہے ہیں اور زن و زر ایسا وسیلہ ہے کہ جس کے ذریعہ سے جس شہوت پرست کو چاہو جال میں پھنسا لو اور جس چیز کی الوہیت اور ابنیت کا اس سے اقرار کرانا چاہو اقرار کرالو۔

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ۔ — بھلا تو نے اس شخص کو دیکھا بھی ہے جس نے خواہش نفس کو اپنا معبود اور مسجود بنالیا۔

جدھر نفسانی خواہش اسے لے جاتی ہے ادھر دوڑا چلا جارہا ہے اور جہاں اسے رکوع و سجود کے لئے اشارہ کرتی ہے وہاں رکوع اور سجدہ میں چلا جاتا ہے اسے حق اور باطل سے کوئی بحث نہیں نفسانی خواہش نے اس کو اندھا اور بہرا بنا رکھا ہے۔

زن اور زر کا لالچ دے کر جس چیز کی دعوت دی جائے وہ تبلیغ نہیں بلکہ وہ اغواء ہے۔ تبلیغ وہ ہے کہ جو دلائل اور براہین کے ذریعہ سے ہو۔ دلیل و برہان کی قوت اور طاقت سوائے مذہب اسلام کے کسی مذہب کے پاس نہیں۔

عیسائیوں میں بہت سے فرقے ہیں زیادہ مشہور چار فرقے ہیں۔ یعقوبیہ۔ اور ملکانیہ اور نسطوریہ اور مرقوسیہ ان میں سے فرقہ یعقوبیہ اور ملکانیہ۔ مسیح کو عین خدا کہتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ذات عیسیٰ میں حلول کیا ہے اور اس کی ساتھ متحد ہوگیا ہے اور فرقہ نسطوریہ اور مرقوسیہ کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا تین اقنوم سے مرکب ہے یعنی اس کے تین جز ہیں۔ باپ۔ بیٹا روح القدس ان میں سے ہر ایک خدا ہے اور ان تینوں کا مجموعہ مل کر ایک

خدا ہے۔

اور بعض نصاریٰ تثلیث کے تو قائل تھے مگر بجائے روح القدس کے حضرت مریم کو تثلیث میں داخل کرتے تھے عقیدۂ تثلیث کا بانی پولوس ہوا جس نے نصاریٰ میں یہ عقیدہ پھیلایا۔

نصاریٰ میں جب عقیدۂ تثلیث شائع ہوا تو آریوس وغیرہ نے بڑے زور سے اس عقیدہ کی تردید کی آریوس اسکندریہ کا ایک بڑا نامی قسیس تھا وہ علی الاعلان حضرت مسیح کی الوہیت سے انکار کرتا تھا آریوس نہ حلول کا قائل تھا نہ اتحاد کا اور نہ تثلیث کا آریوس یہ کہتا تھا کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور عیسیٰ علیہ السلام خدا کے مخلوق ہیں مگر افضل المخلوقات ہیں جیسا کہ قرآن کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ بندہ اور رسول تھے اور اپنے زمانہ میں افضل الخلائق تھے آریوس کا بھی یہی عقیدہ تھا آریوس کا یہ عقیدہ جب لوگوں میں شائع ہوا تو اہلِ تثلیث کو فکر دامنگیر ہوئی اور شہر نائس میں قسطنطین شاہ روم کے سامنے مجلس مناظرہ منعقد کی آریوس نے اپنے عقیدۂ توحید کی شرح اور تفصیل کی۔ مناظرہ نے طول پکڑا بالآخر مجلس کی اکثریت سے مسئلہ تثلیث طے ہوا۔ اور شاہ قسطنطین نے عقیدۂ تثلیث کی حمایت کی اور حکم جاری کیا کہ جو شخص تثلیث سے انکار کرے گا اس کا مال ضبط کیا جائے گا اور اس شخص کو جلاوطن کر دیا جائے گا تب اکثر لوگوں نے بادشاہ کے خوف سے تثلیث کو قبول کیا اور علماء نصاریٰ نے بادشاہ کے خوف سے عقیدۂ تثلیث پر دستخط کر دیئے اس وقت سے تثلیث کا سلسلہ چلا اور اس عقیدۂ تثلیث پر جو متفقہ تحریر تیار کی گئی اس کا نام امانت رکھا گیا۔ اس امانت کی خیانت کو علامہ آلوسی نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو روح المعانی ص ۲۳ ج ۲ پارہ ششم تحت تفسیر ولاتقولوا ثلاثہ۔ والجواب الفسیح لما لفقہ عبد المسیح از ص ۱۶ ج ۱ تا ص ۲۱ و نوید جاوید ص ۳۵۵ مصنفہ مولانا سید ابوالمنصور۔

یونی ٹیرین فرقہ کے لوگ بھی الوہیت کو صرف خدا کے لئے مانتے تھے اور حضرت مسیح

کو صرف انسان اور الہام یافتہ کہتے تھے لیکن اب عام طور پر نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ تین ہیں ایک باپ اور ایک بیٹا اور ایک روح القدس پھر یہ تینوں ایک ہیں اور ایک تین ہیں اور جو نصاریٰ آریوں کی طرح توحید کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ قلیل ہیں۔

جو نصاریٰ۔ الوہیت مسیح اور ابنیت مسیح اور تثلیث کے قائل ہیں۔ اہل اسلام کے ساتھ ان کا نزاع ان دو مسئلوں سے شروع ہوتا ہے۔

اول مسئلہ توحید باری تعالیٰ۔ دوسرا مسئلہ اثبات رسالت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ والف الف تحیہ اور نصاریٰ کا جو فرقہ۔ توحید باری تعالیٰ کا قائل ہے اور الوہیت مسیح اور ابنیت مسیح اور تثلیث کا قائل نہیں بلکہ حضرت مسیح کو خدا کا برگزیدہ بندہ اور رسول مانتا ہے تو اہل اسلام کا نزاع اس فرقہ سے مسئلہ توحید میں نہیں بلکہ رسالت میں ہے اس فرقے اگر گفتگو کی جائے تو اس سے پوچھا جائے کہ تم حضرت عیسیٰ کو کس دلیل سے نبی اور رسول مانتے ہو جو دلیل بھی حضرت عیسیٰ کی نبوت کی بیان کرے گا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ دلائل نبوت اور براہین رسالت سب سے بڑھ کر نکلیں گے۔ اس طرح آپ کی نبوت و رسالت بسہولت ثابت ہو جائیں گی۔

زیر نظر رسالہ نصاریٰ کے ان فرقوں کے رد میں ہے کہ جو الوہیت مسیح اور ابنیت مسیح اور حلول اور اتحاد اور تثلیث حقیقی کے قائل ہیں۔

نصاریٰ کا یہ عقیدۂ تثلیث اگرچہ بدیہی البطلان ہے لیکن عام لوگوں کی ہدایت اور بصیرت کے لئے ایک مختصر تحریر ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں جس میں تثلیث کو دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے باطل کیا گیا ہے اللہ مجھ کو اور میری اولاد کو اور احباب کو اور تمام اہل اسلام کو اسلام پر استقامت نصیب فرمائے اور نصاریٰ کو ہدایت نصیب فرمائے آمین یارب العالمین اور اس رسالہ کا نام احسن الحدیث فی ابطال التثلیث تجویز کرتا ہوں رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ

هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔

فصل اوّل

مشتمل بر خلاف عقل بودن توحید فی التثلیث و تثلیث فی التوحید

نصاریٰ جس طرح اس کے قائل ہیں کہ خدا حقیقۃً تین ہیں۔ اب اور ابن اور روح القدس اسی طرح اس کے بھی قائل ہیں کہ تینوں حقیقت میں ایک ہیں اور ان تینوں کو اقانیم ثلثہ کہتے ہیں۔ توحید بھی حقیقی مانتے ہیں اور تثلیث بھی حقیقی مانتے ہیں۔ حقیقت کی رو سے خدا کو ایک بھی کہتے ہیں اور حقیقت ہی کی رو سے خدا کو تین بھی کہتے ہیں۔ لیکن اہل عقل خوب جانتے ہیں کہ ایک اور تین کا حقیقۃً ایک ہونا دن کے رات اور رات کے دن ہونے سے زائد محال ہے بلکہ ایسا ناممکن اور محال ہے کہ کسی عاقل کو اس کے محال ہونے میں کوئی شک اور شبہ نہیں کیا کسی مذہب کے بطلان کے لئے یہ کافی نہیں کہ اس کا بنیادی عقیدہ ہی تمام اہل عقل کے نزدیک محال اور باطل ہو ۔

خشت اوّل چوں نہد معمار کج   تا ثریا می رود دیوار کج

اہل حیرت تو یہ ہے کہ ایک اور چار کا ایک اور پانچ کا ایک اور چھے کا الی غیر ذلک حقیقۃً ایک ہونا نصاریٰ کے نزدیک بھی محال ہے۔ ایک عدد دوسرے عدد سے بالکل مغائر ہے مگر نہ معلوم ایک اور تین میں کیا خصوصیت ہے کہ یہ دونوں عدد تو باہم متحد ہو جائیں اور اس کے سوا کوئی عدد بھی دوسرے عدد کے ساتھ متحد نہ ہو سکے۔ نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ توحید تثلیث کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے مگر توحید۔ تربیع اور تخمیس و تسدیس وغیرہ وغیرہ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی یہ خاصہ صرف تثلیث کا ہے کہ توحید اس کی ساتھ جمع ہو سکتی ہے کسی اور عدد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی عیسائیوں کی یہ ایک مجذوبانہ بڑ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اور اگر ہے تو

لائیں اور بتلائیں اور دکھلائیں۔

(۲) علاوہ ازیں ایک تین کے لیے جزو ہے اور تین ایک کے لیے کل ہے اور جزو کا کل ہونا اور کل کا جزو ہونا ایسا بدیہی محال ہے کہ جس میں کسی قسم کا بھی تردد نہیں ہو سکتا۔

(۳) نیز واحد بسیط ہے تین کی طرح چند آحاد (اکائیوں) سے مرکب نہیں پس مرکب اور غیر مرکب کا کیسے اتحاد ہو سکتا ہے۔

(۴) نیز ایک تین کا ثلث یعنی تہائی ہے پس اگر ایک اور تین متحد ہوں تو اس اتحاد کی وجہ سے جس طرح ایک تین کا ثلث ہے اسی طرح ایک اپنا بھی ثلث اور تہائی ہوگا اور کسی شے کا اپنا ثلث ہونا ایسا ظاہر البطلان ہے جس سے غالباً بچے بھی بے خبر نہ ہوں گے۔

(۵) نیز جب جزو اور کل متحد ہوتے تو جس طرح کل قابل تقسیم ہے اسی طرح جزو بھی قابل تقسیم ہوگا۔ اور اس تقسیم کے بعد جو اجزاء پیدا ہوں گے اس اتحاد کی وجہ سے وہ بھی قابل تقسیم ہوں گے۔ غرض یہ کہ اسی طرح ایک سلسلہ چلے گا اور واجب الوجود کا غیر متناہی اجزاء سے مرکب ہونا لازم آئے گا۔

(۶) نیز جب ایک اور تین متحد ہوئے اور ایک تین سے جزو ہونے کی وجہ سے مقدم ہے اور تین کل ہونے کی وجہ سے موخر ہے۔ سو جب ایک اور تین متحد ہوں گے تو مقدم کا موخر اور موخر کا مقدم ہونا لازم آئے گا بلکہ شئی کا خود اپنے سے مقدم ہونا لازم آئے گا۔ اور یہ عقلاً محال ہے۔

(۷) نیز جب اقانیم ثلاثہ میں سے ہر ایک اقنوم ایک مستقل اور علیحدہ ذات ہے اور ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ اور جدا جدا اور مخصوص نام ہے جو دوسرے پر نہیں بولا جاتا تو پھر توحید کہاں باقی رہی تین علیحدہ علیحدہ اور مستقل خدا ماننا توحید کی صریح نقیض ہے اور تعدد وجباء اور تعدد قدماء کا اقرار اور اعتراف ہے۔

(۸) نیز اقنوم ابن محدود ہے اور اقنوم اب غیر محدود ہے اور نصاریٰ کا عقیدہ یہ ہے کہ اقنوم ابن۔ اقنوم اب کے ساتھ متحد ہے اور تمام عقلاء اس کے قائل ہیں کہ محدود کا غیر

محدود کے ساتھ متحد ہونا عقلاً محال ہے۔

(۹) نیز نصاریٰ کے نزدیک تثلیث بھی حقیقی ہے اور توحید بھی حقیقی ہے اور ظاہر ہے کہ توحید حقیقی حقیقی وحدت کو مقتضی ہے اور تثلیث حقیقی حقیقی کثرت کو مقتضی ہے اور کثرت حقیقیہ اور وحدت حقیقیہ ایک دوسرے کی ضد ہیں پس نصاریٰ کا توحید اور تثلیث دونوں کو حقیقی ماننا اجتماع ضدین کا قائل ہونا ہے جو باجماع عقلا باطل ہے پس جو تثلیث کا قائل ہے وہ کسی طرح موحد نہیں ہو سکتا۔

(۱۰) بقول نصاریٰ اگر ذات باری تعالیٰ میں تین اقانیم پائے جائیں کہ جو ایک دوسرے سے بالکل جدا اور ممتاز ہوں تو لازم آئے گا کہ باری تعالیٰ کے لئے کوئی حقیقت واقعیہ نہ ہو اس لئے کہ چند اجزاء سے مل کر حقیقت واقعیہ جب بنتی ہے کہ جب اجزاء میں باہم علاقہ اتحاد اور ارتباط کا ہو اگر دو یا تین پتھروں کو پاس پاس ملا کر رکھ دیا جائے تو ان تین پتھروں سے کوئی مرکب حقیقی نہ تیار ہوگا بلکہ وہ ایک محض مرکب اعتباری ہوگا پس اگر باری تعالیٰ تین اقانیم سے مرکب ہو کہ جن میں سے ہر ایک واجب الوجود ہو اور ایک دوسرے سے مستغنی اور بے نیاز ہو تو ان اجزاء واجبہ سے مل کر کوئی مرکب حقیقی نہ بنے گا بلکہ ایک مرکب اعتباری بنے گا۔

(۱۱) نیز مرکب ترکیب میں اجزاء کا محتاج ہوتا ہے تو باری تعالیٰ کا محتاج ہونا لازم آئے گا جو عقلاً محال ہے۔

(۱۲) اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ نصاریٰ خدا کے تین جزء مانتے ہیں اور ہر جزء کو خدا بھی کہتے ہیں اور پھر ہر خدا کو پورا اور مکمل بھی مانتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جب خدائی میں سے ایک جزء کم ہو گیا تو خدائی ناتمام اور ناقص رہ گئی اور اگر یہ کہیں کہ اگرچہ ایک جزء کم ہو گیا مگر خدائی پھر بھی مکمل رہی تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خدائی کا یہ جزء فالتو اور بے کار تھا سو یہ پہلے محال سے بھی بڑھ کر محال ہے کہ خدا بھی فالتو اور بے کار ہو۔

۱۳-۱۴- نیز ترکیب سے پہلے تفریق ضروری ہے متفرقات کو جمع کر دینے کا نام ترکیب ہے۔ اور پھر ہر مرکب انجام عقلاء کے نزدیک فناء اور تفرق ہے پس نصاریٰ کے مذہب پر واجب الوجود کی حقیقت سوائے جمع اور تفریق کے کیا نکلی۔

پادریوں کی طرف سے اقانیم ثلاثہ کی تاویل اور اہل اسلام کی طرف سے اس کا جواب

اہل اسلام۔ جب نصاریٰ سے یہ کہتے ہیں کہ تثلیث تو۔ توحید کی صریح نقیض ہے تو پھر توحید اور تثلیث کا قائل ہونا اجتماع نقیضین کا قائل ہونا ہے تو اس کے جواب میں بعض پادری یہ کہتے ہیں کہ یہ تین اقانیم۔ مستقل ذوات اور اشخاص کا نام نہیں بلکہ یہ تین اقانیم۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ہیں جن سے مقصود اللہ کا وجود اور نطق اور حیات ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان صفات کے ساتھ موصوف ہے۔

اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ اقنوم علم (یعنی حضرت مسیح) اور اقنوم حیات (یعنی روح القدس) کو باری تعالیٰ سے وہ نسبت ہے کہ جو روشنی اور شعاع اور حرارت وتمازت کو آفتاب سے نسبت ہے اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ توحید اور تثلیث میں فقط اجمال اور تفصیل کا فرق ہے اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ تعدد اعتباری ہے تعدد حقیقی نہیں لہذا اقانیم ثلاثہ کے ماننے سے توحید میں کوئی خلل نہیں آتا۔

جواب

یہ سب صریح مغالطہ اور فریب اور کھلا ہوا مجادلہ اور مکابرہ ہے۔

اول

حضرت مسیح اور روح القدس کا علیحدہ علیحدہ ذات ہونا مشاہدہ سے معلوم ہے اور خود

نصاریٰ کو اس کا اقرار اور اعتراف ہے کہ اقانیم ثلاثہ میں سے ہر اقنوم ایک جوہر مستقل ہے اور یہ بھی تسلیم ہے کہ اقنوم اب علت ہے اور اقنوم ابن معلول ہے پس باوجود اس تعدد شخصی اور جوہری کے یہ کہنا کہ اقانیم ثلاثہ محض اسماء وصفات خداوندی کا نام ہے صریح دروغ بے فروغ ہے اور تعدد شخصی مان لینے کے بعد اس کو تعدد اعتباری یا تعدد صفاتی کہنا بالکل غلط ہے۔

اور اقنوم[عہ] ابن اور اقنوم حیات کو جو آفتاب کی روشنی اور حرارت سے تشبیہ دی ہے وہ بھی غلط ہے اس لئے کہ آفتاب کی روشنی اور گرمی سے اگر وہ نور اور حرارت مراد ہے کہ جو ذات شمس اور قرص آفتاب کے ساتھ قائم ہے تو وہ آفتاب کی صفت ہے اور اسی کے ساتھ قائم ہے اس سے جدا اور علیحدہ نہیں۔

اور اگر روشنی اور گرمی سے وہ شعاعیں اور حرارت مراد ہے کہ جو آفتاب سے نکل کر زمین اور در و دیوار پر پڑتی ہیں تو یہ اعراض ہیں کہ جو آفتاب سے نکل کر زمین وغیرہ کے ساتھ قائم ہیں اور یہ اعراض اور آثار نہ آفتاب کا عین ہیں۔ اور نہ آفتاب کے ساتھ قائم ہیں اور نہ آفتاب کی صفت ہیں اور نہ بنفسہ اور بذاتہ قائم ہیں بلکہ آفتاب کا اثر ہیں جو آفتاب سے نکل کر دوسری چیز (یعنی در و دیوار) کے ساتھ قائم ہیں اور شعاع اور حرارت جواہر نہیں بلکہ اعراض ہیں جو غیر شمس کے ساتھ قائم ہیں زمین کے ساتھ جو چیز قائم ہے وہ آفتاب کی صفت نہیں بلکہ صفت آفتاب کا ایک اثر ہے جو اس سے نکل کر زمین پر واقع ہوا ہے پس اقنوم ابن اور اقنوم حیات کو یہ کہنا کہ یہ آفتاب کے شعاعوں اور حرارت کے مشابہ ہیں بالکل غلط ہے اس لئے کہ شعاع اور حرارت کا وجود عرضی ہے جوہری نہیں اور اقنوم ابن اور اقنوم حیات کا وجود نصاریٰ کے نزدیک وجود جوہری ہے اور جب ان کا وجود جوہری ہوا تو لازم آئے گا کہ صفت علم اور

عہ دیکھو الجواب الصحیح ص۱۱۹ ج ۲

صفات حیات خدا تعالیٰ سے جدا اور منفصل ہیں اور صفات خداوندی کا خدا تعالیٰ سے جدا ہونا باتفاق عقلاء محال ہے اور پھر تین مستقل ذوات کو خدا ماننے کے بعد توحید کا دعویٰ کرنا اجتماع نقیضین کا قائل ہونا ہے۔

دوم

یہ کہ صفات خداوندی اور اسماء الٰہی تو غیر محدود اور غیر محصور اور غیر متناہی ہیں پس صفات خداوندی کو اقانیم ثلاثہ میں منحصر کر دینا صریح نادانی ہے۔

وجود اور علم اور حیات کی طرح - قدرت اور ارادہ اور سمع اور بصر اور کلام اور تکوین وتخلیق وغیرہ وغیرہ یہ بھی باجماع عقلاء صفات خداوندی ہیں تو نصاریٰ ان صفات کو اقانیم کیوں نہیں کہتے تین کی کیا تخصیص ہے۔

سوم

یہ کہ صفات خداوندی ذات باری تعالیٰ کے لئے لازم ہیں اس کی اولاد نہیں اور نہ اس سے پیدا ہوئی ہیں اور نصاریٰ اثبات کے قائل ہیں کہ اقنوم ابن - اقنوم اب سے پیدا ہوا اور یہ اس کا اکلوتا بیٹا ہے تو اگر اقنوم ابن - نصاریٰ کے نزدیک کسی صفت خداوندی کا نام ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا صفت کو موصوف کا بیٹا کہنا اور موصوف کو صفت کا باپ کہنا عقلاً جائز ہے - موصوف اور صفت کے درمیان - علاقہ اتصاف کا ہوتا ہے نہ کہ ولادت کا - دنیا میں سوائے نصاریٰ کے موصوف اور صفت میں علاقۂ توالد وتناسل کا کوئی عاقل قائل نہیں -

علاوہ ازیں - نصاریٰ اقانیم ثلاثہ کی تفسیر[عله] میں حیران اور سرگرداں ہیں اقنوم اب کے متعلق کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ ذات خداوندی مراد ہے اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ وجود مراد ہے اور کبھی

عله دیکھو الجواب الصحیح للحافظ ابن تیمیہ ص ۹۱/۲ و ص ۹۲ ج ۲ و ایضاً ص ۱۴۸ ج ۲۔

یہ کہتے ہیں کہ جود بمعنی کرم مراد ہے اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ قائم بنفسہ اور قائم بذاتہ مراد ہے جس کو سریانی زبان میں کیان کہتے ہیں۔

اور اقنوم ابن سے کبھی کہتے ہیں کہ کلمہ مراد ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ علم مراد ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ حکمت مراد ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ نطق مراد ہے۔

اور اقنوم ثالث سے کبھی کہتے ہیں کہ حیات مراد ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ قدرت مراد ہے غرض یہ کہ عجیب تحیر ہے۔

بہر حال اقنوم سے جو بھی مراد لو نصاریٰ کی توجیہ نہیں چلتی اقنوم ابن سے خواہ کلمہ مراد لو یا علم و حکمت مراد لو یا نطق مراد لو ان میں سے کوئی چیز بھی ذات اور وجود کا بیٹا نہیں کہلا سکتی نصاریٰ نے اقانیم ثلاثہ کی جو تفسیر کی ہے وہ نہ لغت سے ثابت ہے اور نہ انبیا ء سابقین سے منقول ہے اور نہ حضرت مسیح اور حواریین سے مروی ہے اور نہ عقل سے ثابت ہے اور نہ کسی کتاب سماوی کے نقل سے ثابت ہے محض ان کی ایک خیالی پلاؤ ہے جس سے آج تک کسی مسیحی کو بھی شکم سیری حاصل نہیں ہوئی۔

(۴)

نیز لفظ ابن۔ کتب سماویہ میں۔ بمعنی صفت خداوندی کبھی بھی استعمال نہیں ہوا اور نہ کسی نبی نے خدا کی کسی صفت علم یا قدرت یا حیات وغیرہ کو خدا اور معبود اور الٰہ اور ابن اللہ نہیں کہا پس نصاریٰ کے نزدیک جب اقنوم ابن بمعنٰی علم و حکمت خدا کا بیٹا ہو سکتا ہے تو اقنوم حیات یعنی روح القدس کیوں خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتا اقنوم ابن اگر خدا کا پہلا بیٹا ہے تو اقنوم حیات خدا کا دوسرا بیٹا ہو جائے گا جب خدا کے لئے ایک بیٹا ہونا ممکن ہو گیا تو دوسرا بیٹا ہونا کس دلیل سے محال ہے اور جب اقنوم علم یا اقنوم کلمہ خدا کا مولود اور ابن ہو سکتا ہے تو اقنوم حیات کیوں خدا کا مولود اور ابن نہیں ہو سکتا۔

بلکہ

اس طرح تو خدا کی ہر صفت ۔ خدا کا بیٹا اور معبود ہو سکتی ہے اور خدا کی بے شمار صفتیں ہیں تو اس حساب سے خدا کے بے شمار بیٹے ہو سکتے ہیں لہذا نصاریٰ نے جو صفت علم اور صفت کلمہ کو خدا اور ابن اللہ کہنے کے لئے مخصوص کیا اس تخصیص کی وجہ بتائیں ۔

نیز تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ صفات کا وجود جوہری نہیں بلکہ وجود عرضی ہوتا ہے پس اگر نصاریٰ کے نزدیک صفت علم اور صفت حیات کا وجود جوہری اور قائم بنفسہ ہو سکتا ہے تو حق تعالیٰ کی باقی غیر محدود صفات کا وجود کیوں جوہری نہیں ہو سکتا ۔

(۵)

نیز جو مولود ہوتا ہے وہ مخلوق اور حادث ہوتا ہے پس اگر اقنوم علم خدا کی صفت اور خدا کا بیٹا بھی ہے تو صفت خداوندی کا مخلوق ہونا لازم آئے گا ۔ حالانکہ عقلاء کا اتفاق ہے کہ صفات خداوندی مخلوق نہیں ہوتیں ۔

(۶)

نیز تمام نصاریٰ اس پر متفق ہیں کہ حضرت مسیح ایک مستقل ذات ہیں اور خدا تعالیٰ کے مساوی اور ہم رتبہ ہیں تو پھر اقنوم مسیح کو یہ کہنا کہ وہ محض ایک صفت کا نام ہے صریح جھوٹ ہے ۔ صفت موصوف سے علیحدہ ہو کر موجود نہیں ہوتی ۔ نصاریٰ یہ نہیں سمجھتے کہ صفت اپنے موصوف سے جدا مجسم ہو کر چلا پھرا نہیں کرتی حالانکہ حضرت عیسیٰ کا چلنا اور پھرنا اور کھانا اور پینا اور پھانسی پانا نصاریٰ کے نزدیک مسلم ہے ۔ صفات موصوف سے علیحدہ ہو کر موجود نہیں ہوتیں صفات تو موصوف کے ساتھ قائم ہوتی ہیں ۔

۷ — ۸ — ۹ — ۱۰

نیز حضرت عیسیٰ کا مریم عذراء کے شکم سے پیدا ہونا اور ان کا کھانا اور پینا اور پھر یہود بے بہبود کے ہاتھوں ان کا صلیب پر لٹکایا جانا اور قبر میں دفن ہونا یہ تمام چیزیں نصاریٰ کے نزدیک

مسلم ہیں پس اگر اقنوم ابن نصاریٰ کے نزدیک محض ایک صفت خداوندی کا نام ہے تو یہ لازم آئے گا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

(۷)

خدا تعالیٰ کی صفت ایک عورت کے شکم سے پیدا ہو سکتی ہے۔

(۸)

اور پھر وہ صفت مخلوق اور مرزوق بھی ہو سکتی ہے۔

(۹)

اور پھر وہ صلیب پر بھی لٹک سکتی ہے۔

(۱۰)

اور پھر صلیب سے اتار کر قبر میں دفن بھی کی جاسکتی ہے۔

(۱۱)

نیز اقنوم علم اور اقنوم کلمہ کا رحم مادر میں قرار پکڑنا اور ایک عورت کا اس سے حاملہ ہونا لازم آئے گا جس کے ماننے کے لئے دنیا میں کوئی دیوانہ بھی نہ ملے گا مگر نصاریٰ ان سب محالات اور خرافات کے ماننے کے لئے دل وجان سے تیار ہیں

(۱۲)

نیز نصاریٰ کے نزدیک روح اللہ یعنی حیات پیدائش عالم سے پہلے پانی پر حرکت کرتی تھی تو کیا نصاریٰ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفت بھی پانی پر حرکت کیا کرتی ہے۔

(۱۳)

نیز نصاریٰ کے نزدیک حق تعالیٰ اور حضرت مسیح ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہیں تو نصاریٰ یہ بتلائیں کہ حضرت مسیح کے ساتھ ذات خداوندی متحد ہے یا کوئی صفت خداوندی اگر یہ کہیں کہ ذات خداوندی حضرت مسیح کے ساتھ متحد ہے تو پھر حضرت مسیح کو باپ کہنا چاہئے نصاریٰ ان کو

خدا کا بیٹا کیوں کہتے ہیں یا یوں کہیں کہ وہی باپ ہے اور وہی بیٹا ہے اوّلاً تو یہ بالکل باطل اور مہمل ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ باپ۔ یعنی حق تعالیٰ نصاریٰ کے نزدیک حضرت مریم سے مقدم ہیں تو حضرت مسیح اور حق تعالیٰ شانہٗ جب متحد ہوئے تو حضرت عیسٰی بھی حضرت مریم پر مقدم ہوں گے اور ظاہر ہے کہ بیٹے کا والدہ پر مقدم ہونا تمام عقلاء کے نزدیک باطل ہے۔

اور اگر نصاریٰ یہ کہیں کہ خدا تعالیٰ کی کوئی صفت مثلاً کلمہ یا علم و حکمت وغیرہ۔ حضرت مسیح کے ساتھ متحد ہے تو یہ بھی باطل ہے خدا تعالیٰ کی کسی صفت کا اس سے جُدا ہونا اور پھر کسی مخلوق کے ساتھ اس کا متحد ہونا عقلاً محال ہے۔

(۱۴)

نیز اگر نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیح محض ایک صفت خداوندی ہیں تو پھر نصاریٰ ان کو خداوند کیسے کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے علم اور قدرت اور حیات وغیرہ وغیرہ کسی صفت کو خدا اور معبود اور مسجود نہیں کہہ سکتے۔ نیز جس طرح نفس صفت کو خدا اور معبود نہیں کہہ سکتے اسی طرح کسی صفت کو خالق کائنات بھی نہیں کہہ سکتے پس نصاریٰ ایک طرف تو اقنوم مسیح کو اقنوم صفت بتلاتے ہیں اور دوسری طرف اس کو خالق کائنات اور رازق کائنات بھی مانتے ہیں کیا یہ جمع بین الضدین نہیں کیا نصاریٰ کے نزدیک صفت بھی خالق اور رازق ہو سکتی ہے۔

(۱۵)

نیز نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد تین دن قبر میں رہے اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے اور خدا تعالیٰ کے دائیں جانب جا کر بیٹھ گئے۔

تو اگر نصاریٰ کے نزدیک اقنوم ابن محض ایک صفت کا نام ہے تو معاذ اللہ۔ کیا دشمنان خدا خدا تعالیٰ کی کسی صفت کو پکڑ کر صلیب پر لٹکا سکتے ہیں اور معاذ اللہ کیا خدا کی صفت مر کر قبر میں دفن کی جا سکتی ہے اور معاذ اللہ کیا خدا کی کوئی صفت کبھی زندہ ہوتی ہے اور کبھی مردہ ہوتی ہے اور زندہ ہونے کے بعد۔ باپ کے دائیں جانب جا کر بیٹھ جاتی ہے معاذ اللہ وہ

صفت پہلے ہی سے بھاگ کر کیوں نہ باپ کے پاس جا بیٹھی تاکہ دشمنوں کے طمانچوں سے اور ان کے تھو کنے اور کانٹوں سے محفوظ ہو جاتی۔

(۱۶)

نیز نصاریٰ کبھی تو حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا بتاتے ہیں اور کبھی ان کو عین خدا کہتے ہیں اور کبھی خدا کے مساوی اور ہم مرتبہ کہتے ہیں اور کبھی ان کو خدا کی صفت قرار دیتے ہیں یہ عجیب تعارض اور تناقض ہے بیٹا باپ کے نہ برابر ہوتا ہے نہ اس کا عین ہوتا ہے باپ مقدم ہوتا ہے اور بیٹا موخر۔ اور مقدم اور موخر کا عین ہونا عقلاً محال ہے پھر یہ کہ جو چیز عین ہو گی وہ مساوی نہ ہو گی مساوات غیریت کو مقتضی ہے جو عینیت کی ضد ہے بیٹا بھی ماننا اور باپ کے ہم مرتبہ بھی ماننا اجتماع نقیضین کا قائل ہونا ہے اور نہ صفت موصوف کے برابر ہو سکتی ہے۔

(۱۷)

پھر عجائب میں سے ہے کہ نصاریٰ اقنوم کلمہ (عیسیٰ علیہ السلام) کو تو اللہ تعالےٰ کے ساتھ متحد مانتے ہیں مگر اقنوم حیات (روح القدس) کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں مانتے حالانکہ اقنوم حیات بھی ایک اقنوم صفت ہے نصاریٰ اس ترجیح بلا مرجح کی وجہ ترجیح بتلائیں

(۱۸)

نصاریٰ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ اقنوم علم اور اقنوم حیات اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں ہیں۔ اور ایک طرف ان کو قائم بذاتہ اور مستقل ذات بھی مانتے ہیں۔

تو کیا نصاریٰ کے نزدیک صفات کا جوہری ہونا اور قائم بذاتہ ہونا عقلاً ممکن ہے۔

تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ صفات کا وجود جوہری نہیں ہوتا۔ صفت کہتے ہی اس کو ہیں کہ جو موصوف کے ساتھ قائم ہو۔

(۱۹)

نیز تمام اناجیل میں حضرت مسیح کی عبادت کرنا اور روزہ رکھنا مذکور ہے پس اگر حضرت مسیح

عین خدا تھے تو وہ کس کی عبادت کرتے تھے اور اگر مسیح بن مریم کوئی مستقل ذات نہ تھے بلکہ محض ایک صفت خداوندی تھے تو سوال یہ ہے کہ کیا صفات خداوندی بھی خدائے موصوف کی عبادت کرتی ہیں۔

(۲۰)

نیز عقیدۂ امانت جو شاہ قسطنطین کے سامنے اکابر علماء کے اتفاق سے طے ہوا تھا وہ فی نفسہ خود متناقض ہے دیکھو۔ الجواب الصحیح ص۱۱۳ ج ۲ جو توحید اور تثلیث دونوں پر ایمان لانے کا حکم دیتی ہے۔

اور تمام انبیاء کے تصریحات اور تعلیمات کے صریح خلاف ہے اس لئے کہ کتب سابقہ توحید کی تعلیم سے لبریز ہیں۔

ایک عجیب حکایت

یحکی انہ تنصر (من المجوس) ثلاثۃ اشخاص وتلمذوا علی بعض القسیسین و علمہم العقائد الضروریۃ لا سیما عقیدۃ التثلیث لانہا اس الدین عندہم واساسہ وکانوا فی خدمتہ فجاء محب من احباء ھذا القسیس فسالہ عمن تنصر فقال ثلاثۃ اشخاص تنصروا فسال ھذا المحب ھل تعلموا شیئا من العقائد الضروریۃ فقال نعم وطلب واحدا منہم لیری محبہ

حکایت ہے کہ مجوس میں کے تین آدمی نصرانی بنے اور کسی پادری کے شاگردی میں داخل ہوئے اس پادری نے ان تین اشخاص کو مسیحی مذہب کے ضروری عقائد کی تعلیم دی خصوصاً عقیدہ تثلیث ان کو اچھی طرح سمجھایا اور بتلایا کیونکہ عقیدۂ تثلیث ان کے مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے چنانچہ یہ تین آدمی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اس پادری کی خدمت میں رہ پڑے اتفاق سے اس پادری کا کوئی دوست بغرض ملاقات آگیا دوست نے پادری سے پوچھا کہ کیا

فسأل عن عقيدة التثليث لا مهابه
رأس الدين فقال انك علمتني ان
الاله ثلاثة احدهم هو في السماء و
الثاني تولد من بطن مريم العذراء
عليها السلام والثالث الذي نزل في
صورة الحمام على الاله الثاني بعد ما
صار ابن ثلثين سنة فغضب القسيس
وطرده وقال هذا مجهول ثم طلب الآخر
منهم وسأله فقال انك علمتني ان الاله
كانوا ثلاثة وصلب واحد منهم
فالباقي الهان فغضب عليه القسيس
ايضا وطرده ثم طلب الثالث وكان
ذكيا بالنسبة الى الاولين وحريصا
في حفظ العقائد فسأله فقال يا مولاي
حفظت ما علمتني حفظا جيدا وفهمت
فهما كاملا بفضل الرب المسيح ان
الواحد ثلاثة والثلاثة واحد
وصلب واحد منهم فمات الكل
لاجل الاتحاد انتهى ـ كذا
في كتاب الفارق بين المخلوق
والخالق ص ٢٩٩ وكذا في

اس مدت میں کوئی نصرانی بھی بنا ہے ـ پادری
نے کہا ہاں تین آدمی نصرانی بنے ہیں اس دوست
نے پوچھا کہ کیا ان اشخاص نے مسیحی مذہب کے
کچھ ضروری عقائد بھی سیکھے ہیں پادری
نے کہا ـ ہاں اور ان تین میں سے ایک کو بلایا
تاکہ دوست کو دکھلائے کہ یہ کیسا لائق ہوگیا
جب یہ شخص حاضر ہوگیا تو پادری نے اس سے عقیدۂ تثلیث
کے متعلق دریافت کیا اور کہا کہ بیان کرو اس شخص نے
کہا کہ آپ نے مجھ کو یہ تعلیم دی ہے کہ خدا تین
ہیں ـ ایک آسمان میں ہے اور دوسرا خدا مریم
عذراء کے بطن سے پیدا ہوا ـ اور تیسرا خدا
(یعنی روح القدس) وہ ہے کہ جو کبوتر کے شکل
میں دوسرے خدا (مسیح بن مریم) پہ نازل ہوا
جبکہ دوسرا خدا تیس برس کا ہوگیا ـ یہ سن کر پادری
کو غصہ آگیا اور اس کو نکال دیا اور کہا یہ بالکل
نادان اور احمق ہے بعد ازاں دوسرے شاگرد
کو بلایا اور اس سے عقیدۂ تثلیث کے متعلق
سوال کیا اس نے کہا کہ آپ نے مجھ کو یہ تعلیم
دی ہے کہ خدا تین تھے ـ جن میں سے ایک کو تو
صلیب دے دی گئی اور وہ مرگیا اب صرف
دو خدا باقی رہ گئے ہیں اس پر بھی پادری صاحب

الجواب الفسیح لما لفقہ عبد المسیح صفحہ ۳۰

غصہ آیا اور دھکہ دے کر اس کو نکال دیا پھر تیسرے شاگرد کو بلایا یہ تیسرے بہ نسبت پہلے دو کے کچھ سمجھدار تھا اور بڑا شوقین اور محنتی تھا عقائد کو خوب یاد کرتا۔ پادری نے اس سے کہا کہ تم عقیدۂ تثلیث کو بیان کرو

اس تیسرے شاگرد نے کہا کہ آپ نے مجھ کو جو سکھایا ہے اس کو میں نے خداوند یسوع مسیح کی عنایت اور برکت سے خوب اچھی طرح سمجھ کر یاد کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک تین ہیں اور تین ایک ہیں جن میں سے ایک صلیب دے دیا گیا اور مر گیا پھر ایک کے مارے جانے سے تینوں خدا ایک ہیں اور باہم متحد ہیں لہذا ایک کا مرنا سب کا مرنا ہے ورنہ پھر باہم اتحاد نہ رہے گا۔ (حکایت ختم ہوئی)

بلکہ

یہ کہو کہ صلیب کی وجہ سے نصاریٰ کا خدا بھی معدوم اور فنا ہو گیا اور ان کا نبی اور رسول بھی معدوم اور فنا ہو گیا کیونکہ نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیح خدا بھی ہیں اور رسول بھی تو حضرت مسیح کے موت سے نصاریٰ کے پاس نہ تو خدا ہی رہا اور نہ رسول ہی رہا اور نہ روح القدس اس لئے کہ حضرت مسیح کی موت سے روح القدس بھی مر گئے اتحاد کی وجہ سے جب ایک خدا مرا تو تینوں خدا مر گئے اب نصاریٰ کا کوئی خدا باقی نہیں رہا اور نہ کوئی رسول اور نہ روح القدس۔

بلکہ

توحید و تثلیث بھی نہ رہی اس لئے کہ معاذ اللہ جب خدا ہی نہ رہا تو پھر توحید اور تثلیث خود بخود نہ رہے گی کیونکہ توحید و تثلیث کے مسئلہ کا تعلق تو خدا تعالیٰ سے ہے اور جب خدا ہی نہ رہا تو توحید و تثلیث کا مسئلہ بھی ختم ہوا۔

معاذ اللہ۔ معاذ اللہ کیا خدا تعالیٰ مجسم ہو سکتا ہے

اسلام کا عقیدہ

اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند ذوالجلال بے مثال اور بے چون وچگون ہے تمام صفات کمال کے ساتھ موصوف ہے اور تمام نقائص اور عیوب سے پاک اور منزہ ہے جسمیت اور ولادت اور صورت اور شکل اور زمان اور مکان اور حد جہت سے پاک اور منزہ ہے تمام کائنات کا وہی مبداء ہے اور وہی منتہا ہے ھوالاوّل والآخر والظاہر والباطن وہ حی لایموت ہے اس کی عظمت اور جلال کی کوئی حد اور نہایت نہیں اور اس کے سوا ہر چیز فانی ہے اور ایک حد رکھتی ہے کہ اس حد سے باہر قدم نہیں نکال سکتی۔

ہر چہ اندیشی پذیرائے فنا ست وآنکہ در اندیشہ ناید آن خدا است

نصاریٰ کا عقیدہ

نصاریٰ کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کے تین اقنوم (حصہ) ہیں ایک باپ۔ دوسرا بیٹا۔ تیسرا روح القدس اور ان میں ہر ایک خدا ہے اور تینوں کا مجموعہ مل کر ایک خدا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مریم کے پیٹ میں جسم پکڑا اور بندوں کی ابدی نجات کے لئے اپنے اختیار سے مقتول اور مصلوب ہوا اور ملعون ہو کر تین دن دوزخ میں رہا اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلا گیا اور باپ کے دائیں جانب جا کر بیٹھ گیا اور قیامت کے قریب پھر آسمان سے اترے گا تاکہ بندوں کو جزاء اور سزا دے مسیحی۔ یسوع کو محض خدا نہیں کہتے بلکہ خدائے مجسم کہتے ہیں یعنی خدا جسم میں ظاہر ہوا اہل اسلام کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ سر سے لے کر پیر تک غلط ہے۔

نصاریٰ نے نہ تو شرک میں کوئی کسر چھوڑی اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تذلیل

دلوانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو خدا ٹھہرایا تو ایسا عاجز خدا ٹھہرایا کہ جس نے بندوں کے ہاتھ سے طمانچے کھائے اور مقتول اور مصلوب ہوا اور اتنی بھی قدرت نہ ہوئی کہ خدا۔ اپنے بندوں سے نکل کر کہیں بھاگ ہی جاتے اور جس کو خدا کا نبی اور رسول بتایا اس کو ملعون اور دوزخی بھی قرار دیا۔ معاذ اللہ۔ معاذ اللہ۔ اگر نبی بھی ملعون اور دوزخی ہوسکتا ہے تو پھر نبی اور اس کے کافر میں کیا فرق رہا اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ کے ایک برگزیدہ اور پسندیدہ بندہ تھے کہ جو بغیر باپ کے مریم صدیقہ کے شکم سے پیدا ہوئے اور اللہ کے دین کی طرف اللہ کے بندوں کو دعوت دی اور جب یہود بے بہبود ان کی دشمنی پر تل گئے اور ان کو پکڑنے کے لئے ان کے گھر میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو بھیجا کہ وہ خدا کے برگزیدہ بندہ کو آسمان پر اٹھا لائیں اور حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہی دشمنوں میں سے ایک شخص کو حضرت مسیح کا ہمشکل بنا دیا یہودیوں نے حضرت مسیح سمجھ کر قتل کر ڈالا اور حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھا لئے گئے اور قیامت کے قریب مسیح دجال کے قتل کے لئے آسمان سے نازل ہوں گے۔

یہ مضمون قرآن کریم کی آیات صریحہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے جس پر علماء اسلام نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اور اس ناچیز نے بھی کلمۃ اللہ فی حیاۃ روح اللہ اور القول المحکم فی نزول عیسیٰ بن مریم اور لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ بن مریم یہ تین کتابیں لکھی ہیں جو چھپ گئی ہیں۔[1] ان کو دیکھ لیا جائے کہ نصاریٰ انصاف سے بتلائیں کہ اہل اسلام نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و تکریم میں کیا کمی کی اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تذلیل اور تحقیر میں کیا کسر باقی چھوڑی۔

---

[1]:۔ اسی مجموعہ میں یہ کتابیں شامل ہیں۔

عقیدۂ تجسیم کے بطلان کے دلائل

اب اس تمہید کے بعد ہم نصاریٰ کے اس عقیدۂ تجسیم کے بطلان کے دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو خوب واضح ہو جائے کہ نصاریٰ کا یہ عقیدہ خدا تعالیٰ نے مریم کے پیٹ میں جسم پکڑا اور کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا اور پھر بندوں کی ابدی نجات کے لئے مقتول اور مصلوب ہوا اور ملعون ہو کر تین دن تک قبر میں رہا الخ کہ یہ عقیدہ کس درجہ مہمل اور باطل ہے۔ یہ ناچیز اہل اسلام۔ اور نصاریٰ سب سے درخواست کرتا ہے کہ توجہ اور التفات کے ساتھ ان دلائل کو سنیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ دلائل اور براہین۔ اہل اسلام کے لئے موجب بصیرت ہوں گے اور نصاریٰ کے لئے باعث ہدایت وَمَا تَوْفِيقِيٓ إِلَّا بِاللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔

(۱)

نصاریٰ۔ حضرت عیسیٰ کے بارہ میں جو عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مجسّم ہو کر شکم مریم سے نمودار ہوا ہندو لوگ بھی رام چندر اور کرشن اور اپنے اوتاروں کی نسبت بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مختلف عورتوں کے پیٹ سے ان اوتاروں کی صورت میں مجسم ہو کر نمودار ہوا۔

عیسائی لوگ بتلائیں کہ ان کے اس عقیدہ میں اور ہندوؤں کے اس عقیدہ میں کیا فرق ہے کہ تم تو خدا کو مولود اور مجسم مان کر موحد کہلاؤ۔ اور ہندو۔ خدا کو مولود اور مجسم مان کر مشرک اور بت پرست کہلائیں۔

(۲)

معاذ اللہ۔ معاذ اللہ کیا عقلاً یہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کسی عورت کے رحم اور شکم میں جسم پکڑے اور پھر اس کی شرمگاہ سے اس کی ولادت ہو سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ۔

(۳)

نیز جو مولود ہو گا وہ والد اور والدہ کی فرع ہو گا اور ولادت میں ان کا محتاج ہو گا اور ظاہر ہے کہ جو فرع ہو گا وہ اصل کا محتاج ہو گا اور جو محتاج ہو گا وہ خدا نہیں ہو سکتا پس ثابت ہوا کہ کوئی مولود۔ خدا اور معبود نہیں ہو سکتا۔

نیز مولود۔ والد کا جزء ہوتا ہے جو والد کے اس جزء سے پیدا ہوتا ہے کہ جو والد کے جسم سے بطریق شہوت جدا ہو کر رحم مادر میں مستقر ہوا ہو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان تمام باتوں سے بالکلیہ پاک اور منزہ ہے۔

معلوم نہیں نصاریٰ کے عقل پر کیا پردہ پڑا۔ کہ خدا تعالیٰ کو شکم مریم سے مولود مانا اور پھر اس کو خدا اور معبود بنایا نیز جو مولود ہو گا وہ جسم بھی ہو گا اور جسمیت الوہیت کے منافی ہے اس لئے کہ جسم وہ ہے جو اجزاء سے مرکب ہو اور جسم کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کیلئے کوئی حد اور نہایت ہو اور اس کے لئے کوئی مکان اور زمان اور جہت ہو۔

اور اللہ تعالیٰ ان سب امور سے پاک اور منزہ ہے نہ وہ مرکب ہے کہ جو ترکیب میں اپنے اجزاء کا محتاج ہو اور نہ اس کے لئے کوئی حد اور نہایت ہے مکان اور زمان اور جہت سب اسی کی مخلوق ہیں وہ سب سے بالا اور برتر ہے اور وہی تمام کائنات اور ممکنات کو محیط ہے۔

یہ ناممکن اور محال ہے کہ کسی عورت کا شکم یا رحم خدا کو اپنے احاطہ میں لے سکے سبحانہ وتعالیٰ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔

(۴)

عیسائیوں کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ بیٹا باپ سے متولد ہوا اور ان دونوں سے روح القدس متولد ہوئے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیح تو خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور روح القدس خدا کے پوتے ہیں بیٹے کا بیٹا پوتا ہی تو ہوتا ہے۔

(۵)

نیز نصاریٰ کے نزدیک جب خدا تعالیٰ باپ ہوا اور مسیح خدا کے بیٹے ہوئے۔ اور حضرت مریم ان کی والدہ ہوئیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ حضرت مریم معاذ اللہ خدا تعالیٰ کی زوجہ ہوئیں کیونکہ بیٹے کی ماں باپ کی زوجہ ہی تو ہوتی ہے اسی بنا پر حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ۔

وہی آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اس کے اولاد اور فرزند کہاں اور نہ اس کی کوئی بیوی ہے اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہی ہر چیز کو جاننے والا ہے جس ذات کی یہ شان ہے وہی تمہارا خدا اور معبود اور پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہر چیز کا خالق ہے پس اسی کی عبادت کرو اور وہی ہر چیز کا کارساز اور نگہبان ہے۔

نصاریٰ سے حیارئی۔ جب حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا بتلاتے ہیں اور مریم صدیقہ ان کی والدہ ہیں تو گویا کہ نصاریٰ درپردہ حضرت مریم کو خدا کی بیوی قرار دے کر زن و شوئی کے تعلقات کے قائل ہونا چاہتے ہیں امید تو یہی ہے کہ نصاریٰ اس کی جسارت نہ کریں گے۔ تو پھر چاہئے کہ نصاریٰ عقیدۂ ابنیت سے توبہ کریں تاکہ اس ابہام سے بھی محفوظ ہو جائیں۔

(۶)

نیز حضرت عیسیٰ کا وہ جسم جو شکم مریم سے پیدا ہوا وہ اسی جنس کا جسم تھا جو تمام بنی آدم کا ہوتا ہے پس اگر اس جسم میں خدا تعالیٰ کا حلول اور نزول جائز ہے تو جسم فرعون اور جسم نمرود میں خدا تعالیٰ کا حلول اور نزول کس دلیل سے محال ہے خدا تعالیٰ کی قدرت کسی بشر اور کسی رحم کے ساتھ مخصوص نہیں۔

اخیر زمانہ میں دجال ظاہر ہوگا اور الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور حضرت عیسیٰ اس کے قتل کے لئے آسمان سے نازل ہوں گے۔ نصاریٰ بتلائیں کہ اس کے کاذب اور دجال ہونے کی کیا دلیل ہے اس کے جسم میں بھی نصاریٰ کے طریق پر خدا تعالیٰ کا حلول اور نزول جائز ہے اور دجال بھی حضرت مسیح کی طرح مردوں کو زندہ کرے گا نصاریٰ بتلائیں کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ مسیح بن مریم کی الوہیت تو حق ہے اور مسیح دجال کی الوہیت باطل ہے پس اگر عیاذاً باللہ حضرت مسیح بن مریم خود مدعی الوہیت تھے تو دوسرے مدعی الوہیت کے قتل کے لئے کیوں آسمان سے نازل ہوں گے۔

اور سامری اگر اپنے گوسالہ کے متعلق یہ کہے کہ هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى تو نصاریٰ کے نزدیک سامری کے اس دعوے کے باطل ہونے کی کیا دلیل ہے۔

اور ہندو لوگ جو اپنے اوتاروں کو خدا مانتے ہیں اور گائے اور بچھڑے کی پوجا کرتے ہیں تو نصاریٰ ان کو کس دلیل سے کافر اور مشرک بتلاتے ہیں۔

نصاریٰ حضرت مسیح کی الوہیت کی جو تاویل کریں گے وہی تاویل ہندو اپنے اوتاروں کے متعلق اور دجال کے پیرو دجال کے بارہ میں کرلیں گے نصاریٰ اپنی تاویل میں اور ان کی تاویل میں فرق بتلائیں۔

(۷)

نیز نصاریٰ کے نزدیک حق تعالیٰ جب کسی بشر کے ساتھ متحد ہو سکتا ہے تو کسی فرشتہ کے ساتھ کیوں متحد نہیں ہو سکتا بشر جسمانی اور کثیف ہے اور فرشتہ نورانی اور لطیف ہے۔

(۸)

نصاریٰ کے نزدیک۔ حضرت عیسیٰ باوجود ابن آدم ہونے کے جب لاہوت اور ناسوت سے مرکب ہو کر خدا اور معبود ہو سکتے ہیں تو کوئی اور ابن آدم بھی لاہوت اور ناسوت سے مرکب ہو کر کیوں خدا نہیں ہو سکتا۔

(۹)

جوہر قدیم کا یا صفت قدیم کا ایک ممکن اور حادث ذات میں حلول عقلاً محال ہے پس نصاریٰ کا یہ کہنا کہ کلمہ جسم مسیح کے ساتھ مل کر خدا ہو گیا سراسر باطل اور غلط ہے۔

(۱۰)

اقنوم قدیم اور اقنوم حادث اور علیٰ ہٰذا لاہوت اور ناسوت باجماع عقلاء دو متباین اور متضاد حقیقتیں ہیں اور جس طرح جوہر قدیم اور جوہر حادث کی ذات اور حقیقت میں کلی اختلاف اور تباین ہے اسی طرح ان دونوں کی صفات میں بھی کلی تباین ہے پس نصاریٰ بتلائیں کہ وہ باوجود تباین حقائق اور باوجود اختلاف اوصاف کس طرح۔ لاہوت اور ناسوت کے اتحاد کے قائل ہو گئے۔

(۱۱)

نصاریٰ کے نزدیک اگر خداوند قدوس مجسم ہو سکتا ہے تو نصاریٰ بتلائیں کہ کیا جوہر مجرد گوشت اور پوست اور خون بن سکتا ہے اور الوہیت منقلب بانسانیت ہو سکتی ہے دنیا میں کوئی عاقل اس کے ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا البتہ ہندوستان کے ہندو حلوہاں اور دعوتی پرشاد اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ خداوند قدوس گائے اور بچھڑے کے قالب ہیں بلکہ بندر کے قالب میں بھی آسکتا ہے اور اس طرح الوہیت منقلب بحیوانیت ہو سکتی ہے الغرض سامریان مصر اور سامریان ہند اس عقیدہ میں نصاریٰ کے ہم نوا ہیں۔

(۱۲)

نیز تمام نصاریٰ کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ حضرت عیسیٰ مریم عذراء کے بطن سے پیدا ہوئے شیر خوارگی کے زمانہ کے بعد وہ جوان ہوئے اور کھاتے پیتے تھے اور پیشاب و پاخانہ کرتے تھے اور سوتے تھے اور جب یہود بے بہبود نے ان کو قتل اور

صلیب کے لئے پکڑنا چاہا تو حضرت مسیح بھاگ گئے تھے اور خدا تعالیٰ سے خلاصی اور رہائی کی دعا مانگتے تھے۔

معاذ اللہ کیا واجب الوجود بھی ان حاجات اور تغیرات کا محل بن سکتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

عجبا للمسیح بین النصاری   والی ای والد نسبوه

تعجب ہے نصاریٰ سے کہ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں آخر کیسے باپ کیطرف انکو منسوب کرتے ہیں

اسلموه الی الیهود وقالوا   انهم بعد قتله صلبوه

نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ یہود نے حضرت مسیح کو قتل کر کے صلیب پر چڑھایا۔

واذا کان ما یقولون حقا   وصحیحا فاین کان ابوه

اگر یہ بات صحیح ہے تو نصاریٰ بتلائیں کہ ایسی مصیبت کے وقت باپ کہاں تھا کہ جسنے بیٹے کی کوئی مدد نہ کی

حین خلی ابنه رهین الاعادی   اتراه ادهنوه ام اغضبوه

اور اپنے بیٹے کو دشمنوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا نیز نصاریٰ یہ بتلائیں کہ یہود کے اس فعل سے حضرت مسیح راضی تھے یا ناراض۔

فلئن کان راضیا باذاهم   فاحمدوهم لانهم عذبوه

پس اگر حضرت مسیح یہود کی اس ایذا رسانی اور تذلیل سے راضی تھے تو نصاریٰ کو چاہیئے کہ یہود کے ممنون و مشکور ہوں کہ انہوں نے حضرت مسیح کے منشا کو پورا کیا۔

ولئن کان ساخطا فاترکوه   واعبدوهم لانهم غلبوه

کذا فی الفارق بین المخلوق والخالق صـ۱۳۹

اور اگر حضرت مسیح یہود کے اس فعل سے ناراض تھے تو نصاریٰ کو چاہیئے کہ حضرت مسیح کو چھوڑ کر یہود کو اپنا معبود بنائیں اس لئے کہ یہود۔ اپنے ارادہ میں حضرت مسیح پر غالب آگئے اور جو خدا پر بھی غالب آجائے تو وہ خدا سے بھی بڑھ کر خدا ہوگا۔

فصل دوم

مشتمل بر سہ ادلۂ ابطال تثلیث

دلیل اول: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا إِلٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا

خدا کی قسم کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم خدا ہیں۔ حالانکہ مسیح یہ کہتے تھے کہ اے بنی اسرائیل ایک اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے۔ تحقیق جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کر دلے اس پر اللہ نے جنت کو حرام کیا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور شرک کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں اور بے شک کافر ہیں وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے حالانکہ ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اگر یہ اپنے کفر سے باز نہ آئے تو ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا اللہ کی طرف کیوں نہیں رجوع کرتے اور خدا سے کیوں نہیں استغفار کرتے اور اللہ تعالیٰ تو بڑی مغفرت والا اور رحم والا ہے۔ مسیح ابن مریم صرف اللہ کے ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں اور ان کی والدہ صدیقہ ہیں اور وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔

نَفْعًا وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ (سورۂ مائدہ پارہ ششم) غور تو کرو کہ ہم کس طرح سے دلائل بیان کرتے ہیں اور وہ کہاں سیدھے راستہ سے ہٹے جاتے ہیں کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا ایسی چیز کی کیوں پرستش کرتے ہو کہ جو تمہارے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں اور اللہ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

حق جل شانہ نے ان آیات میں نصاریٰ کے ایمان باللہ کی کیفیت بیان فرمائی اور یہ بتلا دیا کہ عقیدۂ تثلیث عقل کے بھی خلاف ہے اور فطرت کے بھی خلاف ہے اور خود حضرت مسیح کی تصریحات کے بھی خلاف ہے اور مختلف طریقوں سے عقیدۂ تثلیث کا بطلان ظاہر فرمایا۔

اوّل :۔ یہ کہ حضرت مسیح مریم صدیقہ کے بطن سے پیدا ہوئے جس کو ساری دنیا جانتی ہے اور ظاہر ہے کہ معاذ اللہ خدا عورت کے پیٹ سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ پیدائش۔ الوہیت کے بالکل منافی اور مباین ہے پیدا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ پہلے سے موجود نہ تھا بعد میں موجود ہوا اور ظاہر ہے کہ جو عدم کے بعد موجود ہوا وہ حادث ہے اور خدا تعالیٰ حادث نہیں ہوتا خدا کے لئے قدیم اور ازلی ہونا ضروری ہے۔

دوئم :۔ یہ اگر حضرت مسیح معاذ اللہ خود خدا تھے تو بنی اسرائیل کو یہ کیوں کہتے تھے کہ اے بنی اسرائیل ایک اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ چنانچہ انجیل مرقس کے بارہویں باب کی انتیسویں آیت میں ہے یسوع نے اس کے جواب میں کہا کہ سب حکموں میں اوّل یہ ہے کہ اے اسرائیل سن ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو اپنے خدا سے سارے دل اور ساری جان اور ساری عقل اور ساری طاقت سے محبت رکھ انتہٰی مختصراً یعنی خود حضرت مسیح خدا تعالیٰ کے رب ہونے کا اور اپنے مربوب ہونے کا اعتراف کرتے تھے پس تم ان کو کیسے خدا بناتے ہو۔

سوم یہ کہ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ یعنی خدا تو ایک ہی ہوتا ہے۔ جو تمام کائنات

کا مبدا اور منتہیٰ ہوتا ہے۔

اسی پر تمام انبیاء اور عقلاء کا اتفاق ہے توریت اور انجیل بآواز بلند اسکی شہادت دے رہی ہیں کہ خدا کا سب سے پہلا حکم یہ ہے کہ خدا کو ایک مانا جائے اور ایک خدا کی محبت کی جائے اور ظاہر ہے کہ تثلیث توحید کی صریح نقیض ہے۔ نقیضین کو حق سمجھنا اور دونوں نقیضوں پر ایمان لانا نصاریٰ ہی کو مبارک ہو۔

اگر عقیدۂ تثلیث حق ہے اور مدار نجات ہے بغیر اس کے نجات نہیں ہو سکتی تو اس کی کیا وجہ ہے حضرت آدم سے لے کر حضرت مسیح تک ہزاروں پیغمبر آئے مگر کسی ایک نے بھی صراحۃً تو کیا اشارۃً بھی اس عقیدہ کی طرف متوجہ نہ کیا۔ شریعت موسویہ کو جو حضرت مسیح کے زمانہ تک کے تمام انبیاء کے لئے واجب الاطاعت رہی اس میں کہیں عقیدہ تثلیث کا نام و نشان نہیں حتیٰ کہ حضرت مسیح نے بھی کبھی اس عقیدہ کو صراحۃً نہ بیان فرمایا علماء نصاریٰ کو خود اس کا اعتراف ہے کہ حضرت مسیح نے مسئلہ تثلیث کو رموز اور اشارات ہی میں بیان کیا۔ ایک مرتبہ بھی صراحۃً یہ نہ فرمایا کہ خدا تین اقنوم ہیں۔ ایک باپ اور (۲) ایک بیٹا اور ایک روح القدس اور تینوں ایک ہیں۔ غرض یہ کہ نہ تو حضرت مسیح نے اس مسئلہ کو سمجھایا اور نہ ان کے بعد آج تک روح القدس نے نازل ہو کر کسی کو سمجھایا۔ بنی اسرائیل کی بھیڑیں یوں ہی بھٹکتی پھر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو ہدایت دے۔ آمین۔

چہارم یہ کہ حضرت مسیح بھی خدا کے اور رسولوں کی طرح خدا کے رسول اور برگزیدہ بندے تھے

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ .	مسیح بن مریم صرف اللہ کے بندے ہیں جن پر ہم نے اپنا فضل کیا اور بنی اسرائیل کے لئے ایک نمونہ بنایا۔

جس طرح کے خوارق اور معجزات حضرت مسیح سے ظاہر ہوتے اسی طرح کے معجزات دوسرے حضرات انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ظہور میں آتے۔ معجزات کا ظاہر ہونا الوہیت کی دلیل نہیں بلکہ نبوت اور رسالت کی دلیل ہے۔

اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا الوہیت کی دلیل ہے تو حضرت آدم اور ملائکہ کرام اس شان میں حضرت مسیح سے بہت بڑھے ہوئے ہیں اور اگر مردہ کو زندہ کرنا خدائی کی دلیل ہے تو حضرت الیاس اور حضرت الیسع کا مردوں کو زندہ کرنا کتاب السلاطین ۲/ باب میں مذکور ہے۔ اور اگر آسمان پر اٹھایا جانا الوہیت کی دلیل ہے تو حضرت ایلیاہ کا آسمان پہ اٹھایا جانا دوسری کتاب السلاطین باب دوم میں مذکور ہے۔ اور فرشتے تو دن رات آسمان پر آتے اور جاتے ہیں۔ اگر محض آسمان پر جانا الوہیت کی دلیل ہے تو فرشتوں کو بھی خدا بنا لینا چاہیئے۔ وہ بھی آسمان پر آتے جاتے ہیں۔

پنجم یہ کہ کانا یاکلان الطعام۔ وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔

یعنی حضرت مسیح کھانے اور پینے کے محتاج تھے اور خدائی اور احتیاج کا جمع ہونا دن اور رات کے جمع ہونے سے زائد محال ہے۔ خدا وہ ہے کہ جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سب اسی کے محتاج ہوں وہ کسی کا محکوم نہ ہو اور سب اسی کے محکوم ہوں اس پر کسی کا زور نہ چلتا ہو اسی کا زور سب پر چلتا ہو۔

قال تعالیٰ۔ یٰاَیُّہَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ۔ (سورۂ فاطر) — اے لوگو تم اللہ کے محتاج ہو اور وہ ہر طرح بے نیاز اور ہر حال میں محمود ہے۔

وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ۔ (سورۂ محمد) — اللہ ہی مستغنی ہے اور تم محتاج ہو۔

غرض یہ کہ جس ذات کا یہ حال ہو کہ کھانا اور پینا، سونا اور جاگنا، بھوک اور پیاس، صحت اور مرض، موت اور حیات، گرمی اور سردی سب اس پر حکمران ہوں اور ان تمام حکومتوں کا اس پر دباؤ ہو۔ اور وہ ان سب کے ناز اور دبدبہ کو سہتا ہو وہ کیا خدا ہو سکتا ہے۔ جو شخص غذا کا محتاج ہو گا وہ غذا کے وجود اور اس کے سامان کا پہلے محتاج ہو گا۔

ایک دانہ حاصل کرنے کے لئے بغیر زمین اور آسمان اور چاند اور سورج اور ہوا اور پانی اور گرمی اور سردی حتیٰ کہ بغیر کھاد یعنی نجاست کے کوئی چارہ نہیں۔

خلاصہ یہ کہ جو غذا کا محتاج ہوگا وہ حقیقت میں تمام عالم اور تمام موجودات کا محتاج ہو گا پس اگر معاذ اللہ خدا بھی کھانے کا محتاج ہو تو ایک خرابی تو یہ لازم آئے گی کہ خدا بھی اپنے وجود میں دوسروں کا محتاج ہو۔ حالانکہ سب سے سنا یہی تھا کہ خدا کسی کا محتاج نہیں ہوتا اور سب خدا کے محتاج ہوتے ہیں مگر یہاں ماجرا برعکس نکلا کہ خدا ہی دوسروں کا محتاج اور دست نگر ہے۔ دوسرے یہ کہ پھر خدا اور بندے میں کیا فرق رہا۔ بندہ کی طرح خدا بھی محتاج نکلا خدا کے لئے تو یہ چاہیئے تھا کہ وہ سب سے بے نیاز ہو۔ اس لئے کہ جتنی حکومت بڑھتی ہے اسی قدر بے نیازی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ پس کیا اس احکم الحاکمین کے لئے ہر طرح سے استغناء اور بے نیازی ضروری نہ ہوگی تیسرے یہ کہ بشر غذا کا اس لئے محتاج ہے کہ اس کا وجود بغیر غذا کے تھم نہیں سکتا اور وہ بغیر غذا کے موجود اور باقی نہیں رہ سکتا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بشر کا وجود اصلی اور خانہ زاد نہیں ورنہ اپنا وجود تھامنے میں دوسروں کا دست نگر نہ ہوتا۔

جیسا کہ قمر اور کواکب آفتاب کے دست نگر ہیں اس لئے کہ ان کا نور اصلی اور ذاتی نہیں بخلاف آفتاب کے کہ اس کا نور اصلی ہے۔ پس اگر خدا بھی غذا اور سامان غذا کا محتاج ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ خدا سے اپنا وجود آپ تھم نہیں سکتا اور اپنے وجود میں غذا اور سامان غذا کا محتاج ہے۔

حیرت ہے کہ نور آفتاب باوجودیکہ عطاء الٰہی ہے پوری طرح اصلی نہیں پھر بھی وہ قمر اور کواکب کے نور سے ہر طرح مستغنی اور بے نیاز ہے مگر خدا موجود اصلی ہو کر پھر بھی ادنٰی ادنٰی مخلوق کا اپنے وجود کے تھامنے میں محتاج ہے۔ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا

الحاصل خدائی اور احتیاج کا یکجا جمع ہونا صراحۃً باطل اور سراسر خلاف عقل ہے۔ قال اللہ عزوجل:۔ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے لئے اولاد تجویز کی حالانکہ اللہ اس سے بالکل پاک ہے وہ بالکل بے نیاز ہے سب کچھ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں اللہ کے جانب غلط بات منسوب کرتے ہو۔

اور اگر باوجود اس احتیاج کے حضرت مسیح کو معبود مان لیا جاوے تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرات نصاریٰ تو حضرت مسیح کو معبود مان کر خدا پرست کہلائیں اور ہندو سری رام اور کھنیا جی کو معبود مان کر مشرک اور بت پرست کہلائیں۔ علاوہ ازیں ایک ذات سراپا عجز و نیاز کو خدا ماننا صرف خلاف عقل ہی نہیں بلکہ خلاف نقل یعنی تعلیم تورات کے بھی خلاف ہے۔

توراۃ سفر استثناء باب ۱۳۔ آیت اوّل

"اگر تمہارے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تمہیں کوئی نشان یا معجزہ دکھلادے اور اس نشان یا معجزہ کے مطابق جو اس نے تمہیں دکھلایا۔ بات واقع ہو اور تمہیں کہے آؤ ہم غیر معبودوں کو جنہیں تم نے نہیں جانا پیروی کریں اور ان کی بندگی کریں تو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات پر کان مت دھریو"

اور ساتویں آیت میں ہے۔

"اور وہ نبی اور خواب دیکھنے والا قتل کیا جائے گا الخ"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مدعی الوہیت گو معجزے اور نشانات دکھلائے اور سب کے سب صحیح بھی ہوں تب بھی وہ واجب القتل ہے پس اگر معاذ اللہ حضرت مسیح مدعی الوہیت تھے تو پھر یہود کو ملزم ٹھہرانا صحیح نہ ہوگا۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے زعم میں جو کچھ حضرت مسیح کے ساتھ کیا وہ عین تورات کے مطابق کیا۔ نیز انجیل متی کے باب ۲۴ آیت ۲۴ میں جھوٹے نبیوں اور مدعیین مسیحیت کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ذکر ہے کہ وہ بڑے بڑے نشانات دکھلائیں گے اور اس مسیح کاذب یعنی دجال کا تذکرہ پولوس کے خط میں ہے۔ دیکھو پولوس کا دوسرا خط تھسلنیکیوں کے نام باب ۲ آیت ہشتم۔ اور اس دجال کی صفت اسی باب کی آیت چہارم میں یہ ذکر کی گئی کہ وہ اپنے کو خدا اور معبود کہلواتے گا الخ۔ خلاصہ یہ کہ دجال اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا اور اول نبوت کا دعویٰ کرے گا اور پھر مدعی الوہیت ہوگا یہود اس کے ساتھ

ہوں گے اور اس کو مسیح کہیں گے۔ اس وقت حضرت مسیح بن مریم آسمان سے دمشق میں نازل ہوں گے اور اس مسیح کاذب مدعی الوہیت کو قتل کریں گے پس اگر معاذ اللہ حضرت مسیح خود مدعی الوہیت تھے تو وہ دوسرے مدعی الوہیت کے قتل کے لئے کیوں آسمان سے نازل ہوں گے جس وجہ سے دجال واجب القتل ہے وہ وجہ نصاریٰ حاشا ثم حاشا جناب مسیح میں بتلاتے ہیں اور چونکہ دجال ظاہر ہو کر الوہیت کا مدعی ہوگا اور طرح طرح کے کرشمے دکھلائے گا۔ مردوں کو زندہ کرے گا۔ اور قیامت کے قریب حضرت مسیح آسمان سے نازل ہو کر اس کا مقابلہ فرمائیں گے اس لئے خداوند عالم نے حضرت مسیح کو احیاء موتی کا معجزہ عطا فرمایا اور پہلا کلمہ جو آپ کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا۔

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَ جَعَلَنِي نَبِيًّا۔ (سورۂ مریم)	(حضرت مسیح نے فرمایا) تحقیق میں اللہ کا بندہ ہوں اور اللہ نے مجھ کو کتاب (انجیل) دی اور نبی بنایا

نہ کہ خدا۔

ششم

یہ کہ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا۔	آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کو چھوڑ کر ایسی شی کی کیوں پرستش کرتے ہو جو تمہارے نفع اور ضرر کی مالک نہ ہو

معلوم ہوا کہ خدا وہی ہو سکتا ہے کہ جو نفع اور ضرر کا مالک ہو اور بقول نصاریٰ حضرت مسیح نے چیخ چیخ کر صلیب پر جان دے دی۔ نہ اپنی ذات کو کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ یہود کے ضرر کو اپنے سے ہٹا سکے نصاریٰ کے قول پر اگر واقعۂ صلیب کو حق مان لیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ تو مغلوب ہوا اور بندے غالب آئے أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

ہفتم۔ لفظ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ میں اشارہ اس طرف ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ سے کمتر تھے اور خدا کی برابر نہ تھے۔ اور جو کمتر ہوگا

وہ خدا نہیں ہو سکتا خدا کے لئے عقلاً ضروری ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ اور برتر ہو۔

اس لئے اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے مقرب بندے اور نبی اور رسول تھے جو ان کی شان رفیع کی تنقیص کرے وہ بھی کافر اور جو ان کو شریک الوہیت قرار دے کر خداوند ذوالجلال کی تنقیص کرے اور خدا کے قدوس کی شان توحید و تفرید پر داغ لگانے کا ارادہ کرے وہ بھی کافر ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اسمعتم ان الا لہ لحاجۃ　　　یتناول الماکول والمشروبا

کیا کبھی تم نے سنا ہے کہ خدا بھی ماکولات اور مشروبات کا محتاج ہوتا ہے۔

وینام من تعب ویدعو ربہ　　　ویروم من حر الھجیر مقیلا

اور کیا خدا بھی کبھی تھک کر سوتا ہے اور خدا سے دعا مانگتا ہے اور دوپہر کی گرمی میں قیلولہ کے لئے جگہ ڈھونڈتا ہے۔

ویمسہ الالم الذی لم یستطع　　　صرفا لہ عنہ ولا تحویلا

اور کیا خدا کو ایسا الم اور درد پہنچ سکتا ہے کہ جس کو خدا نہ ہٹا سکے اور نہ دفع کر سکے

یا لیت شعری حین مات بزعمھم　　　من کان بالتدبیر عنہ کفیلا

افسوس۔ نصاریٰ کے زعم میں جب حضرت مسیح صلیب پر مر گئے تو ان کے مرنے کے بعد اس عالم کی تدبیر اور انتظام کس نے کیا۔

ھل کان ھذا الکون دبر نفسہ　　　من بعدہ ام آثر التعطیلا

کیا یہ دنیا کائنات خود ہی اپنا مدبر تھا یا معطل اور بیکار رہا

زعموا الالہ فدی العبید بنفسہ　　　واراہ کان القاتل المقتولا

نصاریٰ کا یہ زعم ہے کہ حضرت مسیح نے خود ہی اپنے ارادہ سے اپنے آپ کو بندوں کی نجات کے لئے قربان کیا اور وہ خود ہی اپنے قاتل تھے اور خود ہی مقتول تھے۔ کذا فی جواب الفسیح ص۱۵۴

دلیل دوئم

مناظرۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم با نصارائے نجران دربارۂ الوہیت عیسٰی بن مریم

محمد بن اسحاق وغیرہ سے منقول ہے کہ سورۂ آل عمران کے شروع کی تراسی آیتیں نصارائے نجران کے بارہ میں نازل ہوئیں۔ نجران علاقہ یمن میں ایک شہر کا نام ہے جو اس زمانہ میں عیسائیوں کا علمی مرکز تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی خبر جب اطراف و اکناف میں پہنچی تو یہ خبر سن کر نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مناظرہ اور مباحثہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ اس وفد میں ساٹھ سوار تھے۔ جن میں سے چودہ آدمی خاص طور پر بڑے شریف اور معزز تھے۔ اور ان چودہ آدمیوں میں تین شخص ایسے تھے، جو ان کا مرجع الامر تھے، یعنی سب کا ماوٰی اور ملجا تھے۔ تمام کام انہیں تین کے مشورہ سے ہوتے تھے۔

ایک ان کا امیر اور سردار تھا، جس کا نام عبدالمسیح تھا، جو بڑا زیرک اور ہوشیار اور ذی رائے تھا۔ اور دوسرا اس کا وزیر و مشیر جس کا نام اَیْہَم تھا اور تیسرا ان میں کا سب سے بڑا عالم اور پادری تھا، جس کو حبر اور اسقُف کہتے تھے۔ اس کا نام ابوحارثہ بن علقمہ تھا۔ شاہان روم اس پادری کی اس کے علم و فضل کی وجہ سے بڑی توقیر و تعظیم کرتے تھے اور عیسائی بادشاہوں اور امیروں کی طرف سے اس کو بڑی جاگیریں ملی ہوئی تھیں یہ لوگ حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت کے قائل تھے۔ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ جب مدینہ منورہ حضور پرنور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسٰی کے بارہ میں گفتگو شروع ہوئی گفتگو کرنے والے یہی تین آدمی تھے۔ عبدالمسیح، اَیْہَم، ابوحارثہ۔ ان لوگوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی الوہیت کے استدلال میں یہ کہا کہ:۔

۱۔ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

۲۔ عیسیٰ علیہ السلام بیماروں کو اچھا کرتے تھے۔

۳۔ عیسیٰ علیہ السلام غیب کی باتیں بتاتے تھے۔

۴۔ عیسیٰ علیہ السلام مٹی کی مورتیں بناتے اور پھر ان میں پھونک مارتے اور وہ زندہ ہو کر پرندہ بن جاتے اور ان تمام چیزوں کا قرآن کریم نے اقرار کیا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ وہ خدا تھے

اور حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے پر اس طرح استدلال کیا کہ:۔

۱۔ وہ بلا باپ کے پیدا ہوئے، معلوم ہوا کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔

۲۔ نیز حضرت عیسیٰؑ نے گہوارہ میں کلام کیا۔ ان سے پیشتر کسی نے گہوارہ میں کلام نہیں کیا۔ یہ بھی خدا کا بیٹا ہونے کی دلیل ہے۔

اور مسئلہ تثلیث یعنی حضرت عیسیٰؑ کے ثالث ثلاثہ ہونے پر یہ استدلال کیا کہ حق تعالیٰ جابجا یہ فرماتے ہیں۔ فَعَلْنَا وَاَمَرْنَا وَخَلَقْنَا وَقَضَيْنَا۔ ہم نے یہ کام کیا ہم نے یہ حکم دیا ہم نے پیدا کیا ہم نے یہ مقدر کیا۔ یہ تمام صیغے جمع کے ہیں اور جمع کا اقل درجہ تین ہیں۔ پس اگر خدا تعالیٰ ایک ہوتا تو صیغہ جمع کا استعمال نہ ہوتا بلکہ بجائے صیغہ جمع کے مفرد کا صیغہ استعمال ہوتا اور یوں کہا جاتا فَعَلْتُ وَاَمَرْتُ وَخَلَقْتُ وَقَضَيْتُ میں نے کیا میں نے حکم دیا میں نے پیدا کیا میں نے مقدر کیا۔ یہ اس مایۂ ناز وفد کے استدلالات تھے جس کو اپنے علم پر فخر اور ناز تھا۔ جن کی حقیقت اہل عقل اور اہل فہم کی نظر میں اوہام اور خیالات سے زیادہ نہیں۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات اور ارشادات کو سنئے۔

۱۔ فقال لهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الستم تعلمون انہ لا یکون ولد الا وھو یشبہ اباہ قالوا بلی۔	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ وفد نے کہا کیوں نہیں! اور یہ

سب کے نزدیک مسلم ہے کہ خدا تعالیٰ بے مثل اور بے چون و چگون ہے۔ کوئی شے اسکے مشابہ نہیں۔

۲۔ قال الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسی یاتی علیه الفناء قالوا بلی۔

بعد ازاں آپ نے وفد سے کہا کیا تم کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ زندہ ہے، کبھی بھی اس کو موت نہیں آسکتی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو ضرور موت اور فنا آنے والی ہے۔ یعنی قیامت سے پہلے۔

وفد نے اقرار کیا کہ بے شک یہ صحیح ہے، ایک نہ ایک وقت ان پر موت اور فنا ضرور آئے گی اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ پر موت اور فنا کا طاری ہونا ناممکن اور محال ہے۔

(تنبیہ) نصاریٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ مصلوب و مقتول ہو کر مر چکے ہیں۔ لیکن حضور پر نور نے ان کے الزام کے لئے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے عقیدہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو موت آچکی ہے وہ خدا کیسے ہوتے کہ یہ امر خلاف واقعہ ہے حقیقت یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوتے۔

بلکہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔ اور چند روز کے بعد وفات پائیں گے۔ جیسا کہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے واضح ہے۔ اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے وہی کلمہ نکلا جو واقعہ کے موافق تھا۔ خلاف واقع چیز کا نبی برحق کی زبان سے نکلنا مناسب نہیں۔ اگرچہ اس چیز کا ذکر محض بطور الزام ہو۔ اور عجب نہیں کہ نصاریٰ نے اس کا اقرار اس لئے کیا ہو کہ وہ اتنی بات کو غنیمت سمجھے اور یہ خیال کیا ہو کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق ہم پر الزام اور حجت اور بھی پوری ہو جائے گی۔ نیز نصاریٰ میں مختلف فرقے ہیں۔ ایک فرقہ کا عقیدہ یہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونے کے بعد وفات پائیں گے۔ پس ممکن ہے کہ اس وفد کے لوگ اسی عقیدہ کے ہوں جو اسلام کے مطابق ہے۔

۳۔ قال الستم تعلمون ان ربنا قیم علی کل شئ یکلؤه ویحفظه ویرزقه۔ قالوا بلی۔ قال فهل یملك عیسیٰ من

پھر آپ نے فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہی ہر چیز کے وجود کے بنانے والے اور اس کے محافظ اور نگران اور رزق رساں ہیں۔ انہوں نے

وَلَكَ شيئاً قالوا لا۔ کہا بے شک۔ آپ نے فرمایا کہ جلاؤ کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے کسی چیز کے مالک اور قادر ہیں۔ یعنی کیا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی مخلوقات کو وجود عطا کیا ہے اور اپنی قدرت سے ان کے لئے سامان بقا پیدا کیا ہے انہوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ان چیزوں پر قادر نہیں۔

۴۔ قال افلستم تعلمون ان الله لا یخفیٰ علیہ شیء فی الارض ولا فی السماء قالوا بلیٰ قال فھل یعلم عیسیٰ من ذٰلک شیئاً الا ما علم قالوا لا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر زمین اور آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں انہوں نے کہا بے شک۔ آپ نے فرمایا کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کو ان میں سے بجز اس چیز کے جس کا خدا تعالیٰ نے ان کو علم دے دیا تھا، کوئی اور شے بھی جانتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ یعنی اقرار کیا کہ حضرت عیسیٰ عالم الغیب نہ تھے۔

۵۔ قال فان ربنا صور عیسیٰ فی الرحم کیف شاء۔

پھر آپ نے فرمایا کہ پروردگار عالم نے عیسیٰ علیہ السلام کی مریم کے رحم میں اپنی مرضی کے موافق صورت بنائی۔ نصاریٰ نے کہا ہاں۔

۶۔ الستم تعلمون ان ربنا لا یأکل الطعام ولا یشرب الشراب ولا یحدث الحدث قالوا بلیٰ۔

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے اور نہ پاخانہ اور پیشاب کرتا ہے انہوں نے کہا بے شک۔

۷۔ قال الستم تعلمون ان عیسیٰ حملتہ امہ کما تحمل المراۃ ثم وضعتہ کما تضع المراۃ ولدھا ثم غذی کما تغذی المراۃ الصبی ثم کان یأکل الطعام ویشرب الشراب ویحدث الحدث قالوا بلیٰ۔

پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ اسی طرح حاملہ ہوئیں جس طرح ایک عورت اپنے بچہ کو پیٹ میں رکھتی ہے اور پھر اس کو جنتی ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے اور بچوں کی طرح ان کو غذا دی گئی۔

اور پھر بڑے ہوئے اور وہ کھاتے اور پیتے تھے اور پیشاب اور پاخانہ کرتے تھے
وفد نے کہا بے شک ایسے ہی تھے۔

قال فکیف یکون ھذا کما زعمتم فعرفوا ثم ابوا الا جحودًا فانزل اللہ الٓمّٓ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم اخرجہ ابن جریر وابن ابی حاتم عن الربیع۔
تفسیر درمنثور

آپ نے فرمایا جب تم کو ان سب باتوں کا اقرار ہے تو بتاؤ کہ ایسا ہو کر عیسیٰ خدا کیسے ہو سکتے ہیں جیسا کہ تمہارا زعم ہے بس آپ کے اس ارشاد کے بعد انہوں نے حق کو خوب پہچان لیا مگر جان بوجھ کر انکار کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیتیں نازل فرمائیں اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم الخ۔

پوری آیتیں جو اس بارہ میں نازل ہوئیں وہ یہ ہیں۔

الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ط

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ ہے اور سارے عالم کا کارساز اور نگہبان ہے اسی نے آپ پر ایک برحق کتاب نازل کی جو تمام کتب سماوی کی تصدیق کرنے والی ہے اور اسی نے اس سے پہلے توریت اور انجیل اور زبور کو لوگوں کی ہدایت کے لئے اتارا۔ جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ بڑا زبردست اور بدلہ لینے والا ہے تحقیق اللہ پر کوئی شی آسمان اور زمین کی پوشیدہ نہیں وہی ہے کہ جو رحم مادر میں جس طرح چاہتا ہے صورت بناتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی غالب اور حکیم ہے۔

حق جل شانہ نے ان آیات میں دو مسئلوں کو بیان فرمایا ایک الوہیت مسیح کا ابطال اور دوسرا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات۔ اور نہایت ایجاز اور اختصار کے ساتھ ہر مسئلہ کے دلائل اور براہین کی طرف اشارہ فرمایا۔ ہم مسئلہ الوہیت مسیح کو لیتے ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(۱) یہ دعویٰ ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ خدا کے لیئے یہ ضروری ہے کہ وہ حَیٌّ ہو یعنی ازل سے لے کر ابد تک زندہ ہو اور فنا کا اس پر طاری ہونا محال ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بات حضرت مسیح پر صادق نہیں۔

(۲) دوم یہ کہ خدا کی شان یہ ہے کہ وہ قَیُّوْم یعنی سارے عالم کا کارساز اور نگہبان اور محافظ اور رزاق وہی ہو۔ نصاریٰ کے زعم کے مطابق تو حضرت مسیح اپنی بھی حفاظت اور نگہبانی نہ کر سکے اور یہود کے پیاسے صلیب پر جان دے دی۔ سارے عالم کا محافظ اور رزاق کہاں ہو سکتے ہیں۔

(۳) تیسرے یہ کہ خدا وہ ہے کہ جو غالب اور قاہر ہو اور اپنے دشمنوں سے انتقام اور بدلہ لینے پر پورا پورا قادر ہو۔ اور نصاریٰ کے عقیدہ پر حضرت مسیح یہود سے اپنا انتقام نہیں لے سکے عجب نہیں کہ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ۔ میں اسی طرف اشارہ ہو۔ دشمنوں کو سزا تو کیا دے سکتے اپنے آپ کو ظالموں کے پنجہ سے بھی نہ چھڑا سکے بس ایک عاجز مخلوق کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنا باپ اور بیٹے دونوں پر عیب لگانا ہے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ خدا کا علم اس درجہ محیط ہو کہ آسمان اور زمین کی کوئی شے اس پر پوشیدہ نہ ہو۔ کما قال اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ۔

اور انجیل سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام عالم الغیب نہ تھے چنانچہ انجیل لوقا کے چوتھے باب کے پہلے درس میں ہے۔

"کہ یسوع روح القدس سے بھرا ہوا یردن سے لوٹا اور چالیس دن تک روح کی
ہدایت سے بیابان میں پھرتا رہا۔ اھ"

معلوم ہوا کہ حضرت مسیح عالم الغیب نہ تھے ورنہ کسی کی رہنمائی اور ہدایت کی کیا حاجت
تھی۔ نیز انجیل لوقا کے باب ہشتم ورس ۴۳ میں ہے :۔

"کہ ایک بیمار عورت نے پیچھے سے آکر حضرت مسیح کی پوشاک کا کنارہ چھوا فوراً اچھی
ہو گئی حضرت مسیح نے دریافت کیا کہ کس نے مجھے چھوا!" الیٰ آخرہ

پس اگر آپ عالم الغیب تھے تو پوچھنے اور تحقیق کرنے کی کیا ضرورت تھی خود بخود
معلوم ہو جاتا۔

پانچویں یہ کہ خدا کی قدرت ایسی کامل ہونی چاہیئے کہ رحم مادر میں جیسی صورت چاہے
ویسی ہی بنا سکے خواہ ماں اور باپ دونوں کے ملنے سے یا صرف عورت سے پیدا کر دے اس
میں عیسائیوں کے اس سوال کا بھی جواب ہو گیا کہ جب حضرت مسیح کا کوئی ظاہری باپ نہیں
تو بجز خدا کے کس کو باپ کہیں اس کا جواب ہو گیا کہ خدا کو قدرت ہے کہ جس طرح چاہے رحم
میں تصویر بنائے اور ظاہر ہے کہ حضرت مسیح میں یہ قدرت نہ تھی خود انہی کی تصویر رحم مادر میں
بنی پس وہ کیسے خدا ہو سکتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ہے اس کے اثبات کی
طرف بھی ان آیات میں عجیب طرح سے اشارہ فرمایا۔ وہ یہ کہ توریت اور انجیل کا کتاب الٰہی اور
صحیفۂ آسمانی ہونا اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا نبی اور رسول ہونا تم کو مسلم ہے پس جس
دلیل سے توریت اور انجیل کا کتاب الٰہی ہونا اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا نبی اور رسول
ہونا مانتے ہو اس سے کہیں بڑھ کر قرآن کریم کے کتاب الٰہی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے نبی اور رسول ہونے کی دلیلیں موجود ہیں۔

قرآن کریم کہ جو علوم ہدایت، فصاحت اور بلاغت سعادت اور شقاوت، حلت اور

حرمت، مکارم اخلاق اور محاسن آداب، مبداء اور معاد، سیاست ملکیہ مدینہ کی تشریح اور تفصیل میں بے مثل اور بے نظیر ہے جس کا ہر حکم عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے مطابق ہے۔ تمام کتب الٰہیہ کا مصدق ہے۔ اور تمام حضرات انبیاء کی تعلیمات کا خلاصہ اور لباب ہے۔ ایسی کتاب کے کتاب الٰہی ہونے میں کیا شک ہے۔ اور جس نبی پر ایسی جامع کتاب نازل ہوئی ہو اس کے نبی اللہ ہونے میں کیا شبہ ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر اگر کوئی دلیل نہ ہوتی تو فقط قرآن کریم ہی آپ کی نبوت کی کافی دلیل تھا۔ لیکن حق جل علا نے قرآن کریم کے علاوہ اس قدر بے شمار آیات بینات اور دلائل نبوت آپ کو عطا فرمائے کہ اگر تمام انبیاء و مرسلین کے معجزات جمع کئے جائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سب سے بڑھے رہیں گے۔

عجیب بات ہے کہ جو کتاب تمام کتابوں سے ہر شان میں اعلیٰ اور افضل ہو۔ اور جو نبی علوم ہدایت اور دلائل نبوت میں تمام انبیاء سے افضل اور برتر ہو اس کو تو نہ مانا جائے اور جو کتاب قرآن کے ہم پلہ نہ ہو اور جو نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مرتبہ نہ ہو اس کو نبی مان لیا جائے یہ بعینہ ایسا ہی ہے کہ یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو نبی مانا جائے اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کو نہ مانا جائے۔ یا حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا کو تو خدا کا پیغمبر مانا جائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت سے انکار کردیا جائے۔

حکیم اجمل خان کو تو طبیب حاذق مان لیا جائے مگر ابن سینا اور جالینوس کے طبیب تسلیم کرنے میں تامل ہو۔ ع بریں عقل و دانش بباید گریست

دلیل سوم

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔

قُلْ کہہ دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ھُوَ وہ خدا جس کے متعلق تم دریافت کرتے

ہو اَللّٰہ ایسی ذات ہے کہ جو تمام صفات کمال کو جامع ہے اور تمام صفات نقص سے پاک
اور منزہ ہے اَحَدٌ وہ یکتا اور یگانہ اور بے مثل ہے کوئی اس کا شریک وسہیم نہیں وہ اس
شرکت کے عیب سے بالکل پاک ہے۔ اَللّٰہُ الصَّمَد لفظ اللہ کو اس لئے مکرر لایا تاکہ یہ معلوم
ہوجائے کہ وہ ذات باوجود واحد وبسیط ہونے کے تمام صفات کمال کو جامع ہے اور صَمَدٌ
ہے یعنی وہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اسی کے محتاج ہیں وہ اپنی تخلیق وتکوین میں کسی مادہ
اور روح اور کسی آلہ کا محتاج نہیں۔ صَمَدٌ اس کو کہتے ہیں کہ جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سب اسی
کے محتاج ہوں وہی سب کا حاجت روا اور چارہ ساز ہو لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ یعنی جب
یہ ثابت ہوگیا کہ وہ یکتا اور یگانہ ہے کوئی اس کا شریک نہیں نیز یہ بھی ثابت ہوگیا کہ وہ سب
سے مستغنی اور بے نیاز ہے تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے
پیدا ہوا اس لئے کہ اگر کوئی خدا کا باپ یا بیٹا ہو تو جس طرح انسان کا بیٹا باپ کے ساتھ انسانیت
میں شریک ہوتا ہے۔

اسی طرح خدا کا بیٹا بھی خدا کے ساتھ خدائی میں شریک ہوگا جو کہ احدیت اور اس کے
وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونے کا سراسر خلاف ہے۔

نیز توالد وتناسل کا ہونا شان صمدیت اور شان استغناء کے بالکل خلاف ہے اس لئے
کہ اولاد اپنے پیدا ہونے میں باپ۔ کی محتاج ہوتی ہے اسی طرح باپ نسل کے باقی رکھنے میں
اور خدمت لینے میں اولاد کا محتاج ہوتا ہے وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ اور کوئی اس
کا ہمسر اور برابر نہیں جیسا کہ مجوس کہتے ہیں کہ عالم کے دو خالق ہیں اور دونوں ایک دوسرے
کے ہمسر ہیں اور دونوں قوت اور قدرت میں ہم پلہ اور برابر ہیں ایک خالق خیر ہے جس کا نام
یزداں دوسرا خالق شر جس کا نام اہرمن ہے۔ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔

☆ ☆ ☆

فصل سوئم

دربیان توحید از صحف انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

اس فصل میں ہمیں یہ بتلانا مقصود ہے کہ توریت میں کہیں ایک جگہ بھی لفظ تثلیث موجود نہیں۔ تمام انبیاء کرام توحید ہی کی تعلیم دیتے چلے آئے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۔ (سورۃ انبیاء)

ہم نے آپ سے پہلے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی بھیجتے تھے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری پرستش کرو۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔

آپ کی طرف اور انبیاء سابقین کی طرف یہ وحی بھیجی گئی کہ اے بندے اگر تو شرک کرے گا تو تیرے اعمال حبط ہو جائیں گے اور تو خاسرین میں سے ہو جائے گا۔

توراۃ سفر استثناء باب ۴ آیت ۳۵ و ۳۶

یہ سب تجھ کو دکھایا گیا۔ تاکہ تو جانے کہ خداوند وہی خدا ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں۔

توراۃ سفر استثناء باب ۶ آیت ۴

سن لے اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے۔

توراۃ سفر استثناء باب ۳۲ آیت ۳۹

اب دیکھو۔ کوئی معبود میرے ساتھ نہیں۔ اور میں ہی مارتا ہوں۔ اور میں ہی جلاتا ہوں۔ میں ہی زخمی کرتا ہوں اور میں ہی چنگا کرتا ہوں۔ اور ایسا کوئی نہیں جو میرے ہاتھ سے چھڑاوے۔

زبور مقدس باب ۸۶ آیت ۹

تو بزرگ اور عجائب کام کرتا ہے۔ تو ہی اکیلا خدا ہے۔

زبور باب ۷۷ آیت ۱۳

اے خدا تیری راہ مقدس ہے کون معبود خدا کے مانند بڑا ہے۔

اوّل کتاب السلاطین باب ۸ آیت ۶۰

تاکہ زمین کے سارے گروہیں معلوم کریں کہ خداوند وہی خدا ہے اور اسکے سوا اور کوئی نہیں۔

توراۃ سفر استثناء باب ۳ آیت ۲۴

اے مالک خداوند آسمان پر یا زمین پر کون سا خدا ہے۔ جو تیرے کاموں کے مطابق یا تیری قدرت کے موافق عمل کر سکے۔

کتاب اشعیاء باب ۴۳ آیت ۱۱

اور میرے سوا کوئی بچانے والا نہیں۔

کتاب اشعیاء باب ۴۵ آیت ۱۴ و ۱۵

اور تیرے آگے سجدہ کریں گے۔ اور تیرے آگے منت کریں گے اور کہیں گے یقیناً تجھ میں ہے اور کوئی دوسرا نہیں۔ اور اس کے سوا کوئی خدا نہیں یقیناً تو ایک خدا ہے۔

کتاب اشعیاء باب ۴۶ آیت ۹

میں خدا ہوں اور کوئی دوسرا نہیں میں خدا ہوں اور مجھ سا کوئی نہیں۔

کتاب خروج باب ۱۵ آیت ۱۱

معبودوں میں خداوند تجھ سا کون ہے پاکیزگی میں کون ہے تیرا سا جلال والا۔

کتاب دوم سموئیل باب ۷ آیت ۲۲

اے خداوند کوئی تیرے مانند نہیں۔ اور تیرے سوا جہاں تک ہم نے اپنے کانوں سے سنا ہے کوئی خدا نہیں۔

اوّل کتاب السلاطین باب ۹ آیت ۲۳

اور سلیمان نے اسرائیل ساری جماعت کی روبرو کھڑے ہوکر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے اور کہا۔ اے خداوند اسرائیل کے خدا تجھ سا کوئی خدا نہ اوپر آسمان میں ہے نہ نیچے۔ الخ

کتاب اشعیاء باب ۴۰ آیت ۲۸

کیا تو نے نہیں جانا کیا تو نے نہیں سنا خداوند سوا ابدی خدا ہے۔ زمین کے کناروں کا پیدا کرنے والا وہ تھکتا نہیں جاتا۔ اور ماندہ نہیں ہوتا اس کے فہم کی تہاہ نہیں ملتی۔

کتاب یرمیاہ باب ۱۰ آیت ۱۰ تا آیت ۱۵

لیکن خداوند سچا خدا ہے۔ وہ زندہ خدا اور ابدی بادشاہ ہے۔ زمین اس کے قہر سے تھرتھراتی اور قومیں اس کی جلیاہٹ کی برداشت نہیں کر سکتی ہیں۔ تم ان سے اس طرح کہو کہ جن معبودوں نے آسمان اور زمین کو نہیں بنایا زمین پر سے اور آسمان کے نیچے سے نیست ہوں گے اسی نے اپنی قدرت سے دنیا کو بنایا ہے۔ اسی نے اپنی حکمت سے جہان کو قائم کیا ہے۔

فصل چہارم

در ابطال تثلیث و اثبات توحید از اقوال جناب مسیح علیہ السلام

اس فصل میں ہمیں یہ بتلانا مقصود ہے کہ انجیل میں کسی جگہ بھی لفظ تثلیث موجود نہیں اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور نہ ان کے کسی حواری نے کسی کو یہ تعلیم دی کہ تثلیث کا عقیدہ رکھو بلکہ انجیل میں جابجا صاف صاف یہی تعلیم ہے کہ خدا تعالیٰ۔ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ	البتہ بے شک کافر ہوگئے وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا
ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا	کہ مسیح بن مریم اللہ اور خدا ہیں حالانکہ حضرت مسیح
اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ	فرماتے ہیں کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو

حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔

جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے تحقیق جو اللہ کے ساتھ شریک کرے گا۔ اس کو یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور مشرکوں کا کوئی مددگار نہیں۔

انجیل یوحنا باب ۲۰ آیت ۱۷

یسوع نے کہا کہ میں اپنے خدا اور تمہارے خدا کے پاس اوپر جاتا ہوں۔

انجیل یوحنا باب ۱۷ آیت ۳

ہمیشہ کی زندگی یہ ہے۔ کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے۔ جانیں۔ اھ۔

خط کشیدہ جملوں سے صاف عیاں ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ معاذ اللہ خدا نہیں۔

انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۲۸

اس سے پوچھا کہ سب حکموں میں اوّل کون سا ہے۔ ۲۹۔ یسوع نے جواب دیا۔ کہ اوّل یہ ہے۔ ۳۰۔ اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔

انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۳۲

اے استاذ کیا خوب تو نے سچ کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔

انجیل متی باب ۱۹ آیت ۱۷

تو مجھ سے نیکی کی بات کیوں پوچھتا ہے۔ نیک تو ایک ہی ہے انتہیٰ ۱۲۔ یعنی تمام عیبوں سے منزہ صرف ایک وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات پاک ہے۔

انجیل متی باب ۲۷ آیت ۴۶

یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا۔ ایلی ایلی لما شبقتنی یعنی اے میرے خدا اے میرے

خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اھ۔

انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۴

اور جو کلام تم سنتے ہو وہ میرا نہیں۔ بلکہ باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اھ

یعنی خدا کا کلام ہے۔ اور میں خدا کا رسول اور فرستادہ ہوں خدا نہیں ہوں۔

انجیل متی باب ۲۳ آیت ۹

زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ رکھو۔ کیونکہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے اھ یعنی خدا

ایک ہی ہے۔

انجیل متی باب ۲۶ آیت ۳۶

یسوع نے شاگردوں سے کہا یہیں بیٹھے رہنا جب تک میں دعا مانگوں۔ اھ اور ظاہر ہے

کہ دعا مانگنا بندہ کی شان ہے۔ یہ خدا کی شان نہیں کہ وہ دعا مانگے۔

انجیل لوقا باب ۴ آیت ۷ و ۸

یسوع نے کہا۔ لکھا ہے کہ تو اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر اھ

افسوس کہ نصاریٰ ان نصوص صریحہ اور دلائل عقلیہ کے مخالف ہیں اور تثلیث میں بھٹکے جا

رہے ہیں۔ نصاریٰ میں ایک فرقہ یونی ٹیرین اس وقت بھی امریکہ اور لندن میں موجود ہے یہ گروہ

تثلیث کا سخت منکر ہے صرف خدا کی عبادت کے قائل ہیں۔ اور یسوع مسیح اور مریم اور فرشتوں

کی عبادت کے قائل نہیں۔

فصل پنجم

در ابطال ادلۂ الوہیت کہ از عہد جدید نقل میکنند

(دلیل اوّل)

انجیل یوحنا باب ۲۰ آیت ۲۸

توما نے حضرت مسیح کو ان الفاظ سے خطاب کیا۔ اے میرے خداوند اے میرے خدا۔ اھ حضرت مسیح کے سامنے یہ الفاظ کہے گئے پس اگر حضرت مسیح خدا نہ تھے تو یقیناً ان الفاظ کے استعمال سے منع فرماتے۔

جواب

محاورۂ بائبل میں لفظ خدا وسیع معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ کبھی خدا بول کر مرشد اور ہادی کے معنی مراد لئے جاتے ہیں اور کبھی فرشتہ اور معلم اور استاذ اور رئیس اور نیک آدمی مراد ہوتے ہیں۔ چنانچہ سفر خروج **باب آیت اوّل ہے** فقال الرب لموسی انظر انا جعلتك الٰھا لفرعون۔ خدا نے موسیٰ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لئے خدا بنایا۔

اس جگہ الٰہ سے ہادی اور مرشد کے معنی مراد ہیں اور اردو تراجم میں اس طرح ترجمہ کیا ہے فرعون کے لئے خدا بنایا اھ۔ اگر خدا کے حقیقی معنی مراد ہوتے تو اس تاویل کی کیا حاجت تھی اور زبور باب ۸۲ آیت ۶ میں ہے۔ میں نے تو کہا تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو۔ اھ اور انجیل یوحنا باب آیت ۳۲۔ یسوع نے انھیں جواب دیا۔ الی قولہ ۳۴۔ کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا کہ تم خدا ہو۔ الخ۔ اور اس آیت پر حاشیہ میں (زبور ۸۲ آیت ۶ سے) لکھا ہوا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مسیح ان الفاظ سے نوشتہ زبور کو یاد دلا رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے

کہ اس مقام پر کہ تم خدا ہو اس کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ تم خدا کے نیک بندے ہو۔
اور انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۳۵ میں ہے (اور کہا اے ربی) اس کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

(یعنی اے استاذ)

اور سفر پیدائش باب ۳۲ از آیت ۲۴ تا آیت ۳۱ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خدا سے کشتی کرنا مذکور ہے اور پھر یہ کہ حضرت یعقوب خدا سے کشتی میں غالب رہے اھ۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ حقیقۃً خدا سے کوئی کشتی مراد نہیں بلکہ فرشتہ یا کوئی اور معنی مراد لئے گئے ہیں اور سفر پیدائش باب ۱۷ آیت اوّل میں ہے۔ جب ابرام ننانوے [99] برس کا ہوا۔ تب خداوند ابرام کو نظر آیا۔ اور آیت ۹ میں ہے پھر خدا نے ابرام سے کہا اور آیت ۱۵ میں ہے۔ اور خدا نے ابرام سے کہا اور آیت ۲۲ میں ہے اور جب ابرام سے باتیں کر چکا تب خدا اس کے پاس سے اوپر گیا۔ اھ یعنی وہ فرشتہ جو حضرت ابراہیم کے پاس آیا تھا فارغ ہوکر آسمان پر چلا گیا۔ ان تمام مقامات اور آیات میں خدا سے فرشتہ مراد لیا گیا ہے۔

دلیل دوئم۔ انجیل متی باب ۳ آیت ۱۷۔ آسمان سے یہ آواز آئی کہ یہ (یعنی حضرت مسیح) میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں۔ اھ اور ایسا ہی انجیل متی باب ۱۷ آیت ۶ میں ہے۔

جواب

بائبل میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے حضرات کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے پس اگر ابنیت مستلزم الوہیت کو ہے تو یہ سب خدا اور الٰہ ہونے چاہئیں۔ انجیل لوقا باب ۳ آیت ۳۸ آدم ابن اللہ۔ سفر خروج باب ۴ آیت ۲۲۔ خداوند نے یوں فرمایا کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ پلوٹھا ہے۔ اھ کتاب یرمیاہ باب ۳۱ آیت ۹ میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پلوٹھا ہے۔ یرمیاہ باب ۳۱ آیت ۲۰۔ افرائیم میرا پیارا بیٹا ہے۔ تواریخ اوّل باب ۲۸ آیت ۶۔ میں نے اسے (سلیمان) چن لیا کہ میرا بیٹا ہو اور میں اس کا باپ ہوں۔ تواریخ اوّل باب ۲۲ آیت ۱۰۔ وہ (سلیمان) میرا بیٹا ہوگا۔ اور میں اس کا باپ ہوں گا۔ زبور باب ۶۸ آیت ۵۔ یتیموں کا باپ

اور بیواؤں کا ولی الخ۔

آیات ذیل کے پڑھنے کے بعد غالباً کسی کو بھی اس میں اشتباہ نہ رہا ہوگا کہ خدا کا بیٹا بول کر یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ خدا کا نیک بندہ ہے جیسا کہ پولوس کے اس خط سے معلوم ہوتا ہے۔

رومی باب ۸ آیت ۱۴۔ اس لئے کہ جتنے خدا کی روح کی ہدایت سے چلتے ہیں وہی خدا کے بیٹے ہیں۔

اور پولوس کا خط جو فلپیوں کے نام ہے۔ اس میں ہے خدا کے بے نقص فرزند بنے رہو۔ باب ۲ آیت ۱۴۔ اور اسی وجہ سے انجیل مرقس باب ۱۵ آیت ۳۹ میں حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا۔ اور اسی مقام پر انجیل لوقا باب ۲۳ آیت ۴۷ میں ابن اللہ کی جگہ صالح اور راست باز کہا گیا۔ اور اسی وجہ سے انجیل متی باب ۵ آیت ۹ اور انجیل متی باب ۵ آیت اول اور انجیل متی باب ۵ آیت ۴۴ میں خدا کے فرزندوں سے نیک بندے مراد لئے گئے۔ اور انجیل یوحنا باب ۸ آیت ۴۱ میں شیطان کے بیٹوں سے شریر لوگ مراد لئے گئے بلکہ بعض مرتبہ شریروں کو بھی اس معنی سے کہ وہ بھی خدا کا بندہ ہے خدا کا بیٹا کہا گیا۔ جیسا کہ انجیل متی باب ۷ آیت ۱۱ میں ہے پس جبکہ تم برے ہوکر اپنے بچوں کو اچھی طرح چیز دینا چاہتے ہو تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیز کیوں نہ دے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ محاورۂ بائبل میں جب لفظ ابن اللہ بولا جاتا ہے تو اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا سے تعلق رکھنے والا جیسے آل فرعون سے مراد یہ ہوتی ہے کہ فرعون سے تعلق رکھنے والے اور فرزندان وطن سے یہ مراد ہوتی ہے کہ وطن سے تعلق رکھنے والے نہیں معلوم نصاریٰ نے کس طرح حضرت عیسیٰ کو حقیقۃً خدا اور خدا کا بیٹا بنا لیا۔

دلیل سوم۔ انجیل یوحنا باب ۸ آیت ۲۳۔ اس نے (مسیح علیہ السلام) ان سے کہا کہ تم نیچے کے ہو میں اوپر کا ہوں تم دنیا کے ہو میں دنیا کا نہیں ہوں الخ۔ یعنی میں خدا ہوں مجسم ہوکر دنیا میں آیا ہوں۔

جواب

اس قسم کا کلام حضرت مسیح سے حواریین کے حق میں بھی منقول ہے۔ چنانچہ انجیل یوحنا باب ۱۵ آیت ۱۹ میں ہے۔ اگر تم دنیا کے ہوتے تو دنیا اپنوں کو عزیز رکھتی۔ لیکن چونکہ تم دنیا کے نہیں بلکہ میں نے تم کو دنیا سے چن لیا ہے اس واسطے دنیا تم سے عداوت رکھتی ہے انجیل یوحنا باب ۱۷ آیت ۱۶ میں ہے۔ جس طرح میں دنیا کا نہیں اسی طرح وہ بھی دنیا کا نہیں اھ۔ پس جس دلیل سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت کی گئی وہی دلیل حواریین کے حق میں بھی موجود ہے حضرت مسیح کی طرح ان کو بھی خدا ماننا چاہیئے لہٰذا صحیح مطلب یہ ہے کہ میں خدا کا طالب ہوں اور تم دنیا کے طالب ہو۔

دلیل چہارم :۔ انجیل یوحنا باب ۱۰ آیت ۳۱ میں ہے میں اور باپ ایک ہیں۔

جواب ۔ اس قسم کا کلام حواریین کے حق میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام سے منقول ہے۔

انجیل یوحنا باب ۱۷ آیت ۲۱

مجھ پر ایمان لائیں گے تاکہ وہ سب ایک ہوں یعنی جس طرح اے باپ تو مجھ میں ہے اور میں تجھ میں ہوں وہ بھی ہم میں ہوں۔ اور دنیا ایمان لائے کہ تو نے ہی مجھے بھیجا ہے اور وہ جلال جو تو نے مجھے دیا ہے میں نے انہیں دیا ہے تاکہ وہ ایک ہوں جیسے ہم ایک ہیں۔ میں ان میں اور تو مجھ میں تاکہ وہ کامل ہو کر ایک ہو جاویں۔ اھ۔

دلیل پنجم ۔ اناجیل اربعہ میں حضرت مسیح کا مردوں کو زندہ کرنا مذکور ہے۔

جواب ۔ حزقیل علیہ السلام سے بھی ہزاروں مردوں کا زندہ کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ کتاب حزقیل کے باب ۳۷ آیت ۱ و ۱۰ میں ہے۔ اور ایلیا علیہ السلام سے کتاب سلاطین اول باب ۱۷ آیت ۲۲ اور الیسع علیہ السلام سے سلاطین دوم باب ۴ آیت ۳۳ و ۳۵ و ۳۶ میں مردوں کا زندہ کرنا مذکور ہے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا کو سانپ بنا دینا دنیا میں مشہور ہے۔

دلیل ششم ۔ انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۹ میں ہے جس نے مجھے دیکھا اس نے اپنے باپ کو دیکھا

جواب ۔ ماسبق سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح اور حواریین سب خدا کے ساتھ متحد ہیں

لہذا جس نے حواریین کو دیکھا اس نے باپ کو دیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص کسی کا ایلچی یا پیغامبر ہوتا ہے تو اس کی تحقیر مولا کی تحقیر شمار کی جاتی ہے۔ اور اس کی تعظیم مولا کی تعظیم سمجھی جاتی ہے جیسا کہ انجیل متی باب ۱۰ آیت ۴۰ میں ہے۔ جو تمہیں قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے۔ اھ اور انجیل لوقا باب ۱۰ آیت ۱۶ میں ہے۔ جو تمہاری سنتا ہے وہ میری سنتا ہے۔ اور جو تمہیں نہیں مانتا وہ مجھ کو نہیں مانتا۔ اھ۔ اور انجیل متی کے باب ۲۵ آیت ۳۵ میں ہے۔ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں پردیسی تھا۔ تو نے مجھے اپنے گھر میں اتارا۔ ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا۔ بیمار تھا تم نے میری خبر لی۔ راستباز جواب میں کہیں گے اے خداوند ہم نے کب تجھ کو بھوکا دیکھ کر کھانا کھلایا۔ الخ۔ بادشاہ ان سے جواب میں کہے گا چونکہ تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں سے کسی ایک کے ساتھ یہ کیا۔ اس لئے میرے ساتھ کیا۔ اھ۔ فقیر کے کھانا کھلانے کو اس کلام میں خدا کا کھلانا قرار دیا ہے تو کیا یہ فقیر اس استعارہ سے معاذاللہ حقیقۃً خدا ہو گیا۔ اسی طرح حضرت مسیح کے دیکھنے سے حقیقۃً خدا کا دیکھنا اور حضرت مسیح کا خدا ہونا لازم نہیں آتا اور یہ کلام اسی طرح کا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بے شک اللہ کی اطاعت کی اے نبی کریم جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

وفی الصحیحین لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده الذی یبطش بها ورجله الذی یمشی بها اھ۔

بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ بندہ ہمیشہ نوافل سے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اس قدر محبوب بنا لیتا ہوں کہ اس کی سمع بن جاتا ہوں کہ اس سے وہ سنتا ہے اور بصیر ہو جاتا ہوں کہ اس سے دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ

ہوجاتا ہوجاتا ہوں کہ اس سے پکڑتا ہے اور اس کا پیر ہوجاتا ہوں کہ وہ اس سے حرکت کرتا یعنی اس کے تمام کام میری مرضی کے مطابق ہوتے ہیں۔

دلیل ہفتم۔ حضرت مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا۔

جواب۔ اس بناء پر حضرت آدم اور ملائکہ بھی خدا ہونے چاہئیں اس لئے کہ حضرت آدم اور ملائکہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے ہیں یہی دلیل اگر الوہیت کی ہے۔ تو فرشتے اور حضرت آدم مسیح سے پہلے خدا ہونے چاہئیں۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ۔ حضرت عیسیٰ کی شان خدا کے نزدیک آدمؑ کی طرح ہے

نیز جس طرح اہل اسلام عالم کو حادث مانتے ہیں اسی طرح اہل کتاب بھی عالم کو حادث مانتے ہیں پس ابتداء جو نوع بھی حادث ہوگی وہ ضرور بغیر ماں باپ کے ہوگی۔ جیسا کہ توراۃ سفر پیدائش باب اول آیت ۱۲ تا ۲۵ سے ظاہر ہے۔ معلوم ہوا کہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا الوہیت کی دلیل نہیں۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

مُحَمَّدُ اِدْرِیْسَ الکاندھلوی کان اللہ لہ وکان ھو للہ

اٰمِیْن یَارَبَّ الْعٰلَمِیْن

صدائے اسلام

مذاہب دنیا میں بہت ہیں اور آپس میں مختلف اور متضاد ہیں نہ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ سب سچ ہیں اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سب جھوٹے اور باطل ہیں اس لئے کہ اجتماع نقیضین اور ارتفاع نقیضین دونوں ہی باتفاق عقلاء عالم ممتنع اور محال ہیں دنیا میں توحید کے بھی قائل ہیں اور شرک کے بھی۔ یہ نا ممکن ہے کہ توحید اور عدم توحید دونوں ہی حق ہوں یا دونوں ہی باطل ہوں لامحالہ دونوں میں سے ایک ہی حق ہوگا۔

حق و باطل کا معیار سوائے عقل سلیم کے اور کیا ہو سکتا ہے پس جس مذہب کے اصول اور عقائد اور قواعد عقل سلیم اور فہم مستقیم اور فطرت صحیحہ کے مطابق ہوں گے وہ مذہب صحیح ہوگا اور جس مذہب کے اصول اور خاص کر بنیادی عقائد ہی سراسر عقل کے خلاف ہوں گے وہ مذہب بلاشبہ باطل ہوگا اور علیٰ ہذا جو مذہب مکارم اخلاق اور محاسن اعمال مثلاً عفت اور پاکدامنی کا علمبردار ہوگا وہ قابل قبول ہوگا اور جو مذہب بے حیائی اور بدکاری کا مجسمہ دیتا ہو تو وہ مذہب اہل حیاء اور اہل عفت کے نزدیک قابل نفرت ہوگا بلکہ اس قابل ہوگا کہ اس کو صلیب پر لٹکایا جائے اور اس کے خوب طمانچے لگائے جائیں اور اس کے منہ پر تھوکا جائے اور پھر ہمیشہ کے لئے اس کو قبر میں دفن کر دیا جائے۔ اسلام کہتا ہے کہ اے دنیا کے دانشمندو اور ہوشمندو میرے آغوش میں آجاؤ تم کو ایسے اصول اور عقائد کی تعلیم دوں گا جو عین عقل سلیم اور فطرت سلیمہ کے مطابق ہوں گے جس طرح چاہو ان کو عقل اور فطرت کی کسوٹی پر کس کر لینا اور پرکھ لینا اور پلٹ پلٹ کر ان کو دیکھ لینا اور دکھلا لینا اور تم کو ایسے مکارم اخلاق کی تلقین کروں گا کہ حیاء اور شرمساری اور عفت اور پاکدامنی اور حسن و خوبی میں ان کا جواب نہ ہوگا۔

اے دنیا کے دانشمندو اور حیاء اور پاکدامنی کے طلبگارو ایسے دین (نصرانیت) سے

دور ہو کہ جس میں شراب حلال ہو اور بے پردگی اور غیر عورتوں سے تعلق اور اختلاط اور
رقص و سرود۔ اعلیٰ درجہ کی تہذیب اور تمدن شمار کی جاتی ہے۔ افسوس کہ اسلام کے تعدد ازدواج
پر نکتہ چینی کریں اور غیر محدود عورتوں سے تعلقات کو تہذیب اور تمدن بتلائیں آخر اس متمدن
قوم کے فاضل زیج یہ تو بتائیں کہ زنا کی کیا تعریف ہے کہ جس کو یہ کہا جا سکے کہ یہ زنا ہے نکاح نہیں
شراب سے عقل جیسی نعمت عظمیٰ جاتی رہتی ہے اور بے پردگی سے نسب مخلوط اور مشکوک
ہو جاتا ہے اور بے غیرتی اور بدکاری کا دروازہ کھل جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ یورپ کی چالیس
فیصدی آبادی غیر ثابت النسب ہے۔

اسلام نے پردہ کو فرض کیا اور غیر عورت پر نظر ڈالنے کو حرام کیا تاکہ اسلامی خواتین کا عفت مآب چہرہ ناپاک نظروں سے محفوظ ہو جائے اور تاکہ ان کی اولاد مشکوک اور مشتبہ نہ رہے اور تاکہ بے حیائی اور بے غیرتی کا دروازہ بالکلیہ بند ہو جائے اور حیاء اور غیرت ہی تمام مکارم اخلاق کا سرچشمہ ہے اور جب سے نصاریٰ نے کالجوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم کا طریقہ رائج کیا ہے اس وقت سے دیکھ لیا جائے کہ اخلاق میں کس قدر تنزل آگیا ہے لڑکیاں نکاح سے پہلے ہی مائیں بننے لگی ہیں یہ سب انگریزی کالجوں کی برکات ہیں کہ جن کی وجہ سے دن بدن دنیا سے عفت اور حیا اور پاکدامنی ختم ہوتی جا رہی ہے خدانخواستہ خدانخواستہ خدانخواستہ اگر یہی رفتار رہی تو پھر دنیا کو نکاح کی بھی ضرورت نہ رہے گی جس طرح ایک حیوان جس مادہ سے چاہے اپنی حیوانی ضرورت پوری کر لیتا ہے اور اس کو ازدواجی رسوم اور لوازم کا بجا لانا ضروری نہیں اسی طرح عنقریب یہ یورپ کے مہذب اور متمدن انسان حیوان مطلق بن جائیں گے ان کو نکاح کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور اس وقت عورتوں کی بیکسی اور بے بسی کا عجیب حال ہو گا۔ عجب نہیں کہ ایسے مصیبت کے وقت میں چار چار عورتیں مل کر ایک مرد سے نکاح کی درخواست کرنے لگیں اور اسلام کے مسئلہ تعدد ازدواج کو حق تعالیٰ کی نعمت کبریٰ سمجھ کر سجدہ شکر بجا لانے لگیں کہ اسلام نے ہماری اس مصیبت کا بہترین حل پیش کیا۔

اے دنیا کے دانشمندو اور ہوشمندو۔ ذرا انصاف تو کرو کہ اسلام جیسے مکمل اور مدلل اور مفصل مذہب کو چھوڑ کر ایسے مذہب کی طرف کیوں جاتے ہو جس کا بنیادی عقیدہ (یعنی توحید فی التثلیث) سراسر عقل کے خلاف ہو اور جس کو آج تک دنیا کا کوئی پوپ اور پادری نہ سمجھ سکا ہو اور نہ سمجھا سکا ہو کہ ایک تین اور تین ایک کیسے ایک ہو سکتے ہیں اور اس کا معاشرہ بیغیرتی اور بے حیائی کا دروازہ کھولتا ہو اور اس کا کالج اخلاق کے حق میں فالج کا حکم رکھتا ہو اور اس کی دعوت کا آغاز زن اور زر سے ہوتا ہو ذرا سوچو تو سہی کہ نفس اور شیطان تم کو کس تباہی اور بربادی کے گڑھے کی طرف دھکیل کر لے جا رہا ہے زن اور زر کے ذریعے جس چیز کی دعوت دی جائے گی وہ بلاشبہ نفسانی اور شہوانی ہوگی اور دنیا کے تمام حکماء اور عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نفسانی خواہشوں کا اتباع دین و دنیا دونوں ہی کو تباہ اور برباد کرتا ہے تم کو چاہئے کہ اسلام کے عقلی اور نقلی دلائل اور براہین پر نظر کرو کہ وہ کس درجہ معقول اور پختہ ہیں۔ معقول کو قبول کرو اور غیر معقول سے دور بھاگو۔ اور نصرانی حکومتوں کی مادی طاقت اور قوت و شوکت پر نظر نہ کرو۔ محض حکومت اور سلطنت حقانیت کی دلیل نہیں۔

حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں حکومت یہودیوں کی تھی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں حکومت فرعون کی تھی اور حضرت ابراہیم کے وقت میں حکومت نمرود کی تھی فی زمانہ نصاریٰ کی حکومت یہود اور نمرود اور فرعون کی حکومت کا نمونہ ہے اور خلفاء راشدین کی حکومت حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی حکومت کا نمونہ تھی۔ مسجد نبوی ہی خلفاء راشدین کا قصر حکومت اور ایوان خلافت تھا اور مسجد کا بوریا ہی ان کی کرسی عدالت تھی اور اسی مسجد کا چھپر ان کی درسگاہ اور خانقاہ تھی۔ ایسی حکومت تو حقانیت کی دلیل ہو سکتی ہے باقی یہود اور نمرود جیسی حکومت کو حقانیت کی دلیل بنانا کمال ابلہی و نادانی ہے۔

خلفاء راشدین امیر مملکت بھی تھے اور معلم شریعت بھی تھے اور شیخ طریقت بھی تھے مسجد کے امام اور خطیب بھی تھے امیر اور بادشاہ بھی تھے فقیر اور درویش بھی اسلام اور

مسلمانوں کے پاسبان اور نگہبان بھی تھے عمامہ اور دستار کمبل اور گدڑی ان کا شاہی اور امیری لباس تھا اور بیک وقت آدھی آدھی دنیا کے دو فرمانرواؤں یعنی قیصر و کسریٰ سے مصروف جہاد تھے اور اونٹ چرانے والوں اور کمبل پوشوں کا لشکر دنیا کی مہذب اور متمدن قوموں کو کھلے بندوں میدانوں میں بچھاڑ رہا تھا اور ان کے خزانوں کو لاکر مسجد نبوی کے صحن میں ڈالتا تھا اور فاروق اعظم اور عثمان غنی مسجد کے بوریے پر بیٹھ کر ان متمدن قوموں کے خزانے فقراء و مساکین پر تقسیم کرتے تھے اسلام ایسی سلطنت کا حکم دیتا ہے اور ایسی حکمرانی کے طریقے بتاتا ہے کہ جہاں امیری اور فقیری ساتھ ساتھ چلیں یہ فقیر و حقیر اپنے مسلمان امراء سلطنت اور وزراء مملکت کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر ترقی اور عزت مطلوب ہے تو خلفائے راشدین اور خلفاء بنی امیہ اور خلفاء عباسیہ اور شاہان مغلیہ کے طریقہ پر چلیں اور جن قوموں کو تمہارے بزرگوں نے کھلے بندوں میدانوں میں بچھاڑا تھا ان کی نقالی نہ کریں غیروں کی نقالی میں سوائے ذلت کے کیا رکھا ہے خوب سوچ لو اور سمجھ لو۔

عزیزیکہ از درگہش سر بتافت ۔۔۔ بہر درکہ شد ہیچ عزت نیافت

اب سنو اور غور سے سنو

اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے۔ عیسائی اور ہندو بھی توحید کے مدعی ہیں مگر ان کی توحید خالص نہیں شرک کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔

اسلام کی توحید روز روشن کیطرح واضح ہے جو بے شمار دلائل عقلیہ اور نقلیہ اور فطریہ سے ثابت ہے۔

اسلام کا عقیدہ

یہ ہے کہ خداوند عالم جس نے اس عالم کو بنایا اور جس کا نام اللہ ہے وہ ایک ہے ذات اور صفات میں کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں ہر قسم کے عیبوں اور نقصانوں سے منزہ ہے

معاذ اللہ اگر خدا میں بھی کوئی عیب اور نقصان ہو تو پھر خدا اور بندوں میں کیا فرق رہے بندے اسی لئے تو خدا بننے سے محروم ہیں کہ ان میں قسم قسم کے نقصانات پائے جاتے ہیں اور وجود کی باگ ان کے قبضہ میں نہیں کہ جو خوبی اور جو کمال چاہیں اپنے واسطے موجود کریں خدا کو خدا اس لئے کہتے ہیں کہ وہ خود بخود ہے اس کا وجود کسی کا عطیہ نہیں۔

پس اگر خدا بھی بندوں کی طرح ناقص اور مجبور اور عاجز ہو تو اس کو خدا بن بیٹھنے کا کیا استحقاق ہے۔

عیسائیوں کا عقیدہ

یہ ہے کہ خدا تین ہیں باپ (خدا تعالیٰ) اور بیٹا یعنی مسیح علیہ السلام اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہیں اور ایک تین ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مسیح بندہ بھی ہے اور مالک بھی ہے اور آدمی بھی ہے اور خدا بھی ہے اور یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ۔ خداوند قدوس اپنے مجدد جلال سے اتر کر مجسم ہوا اور ایک عورت کے رحم اور شکم میں داخل ہوا اور نو ماہ شکم مادر میں رہ کر عام بچوں کی طرح شرمگاہ سے اس کی ولادت ہوئی وہ روتا تھا اور ماں کا دودھ پیتا تھا اور پھر کھانے اور پینے لگا اور بول براز کرنے لگا اور جب بڑا ہوا تو یہودی (جو اسی کے بندے اور مخلوق تھے) اس کے دشمن ہو گئے اور ان کو پکڑ کر پھانسی پر لٹکایا اور منہ پر تھوکا اور طمانچے مارے اور کانٹوں کا تاج سر پر رکھا اور نہایت ذلت کے ساتھ ان کو مارا اور عیسیٰ علیہ السلام خدا سے بہت آہ وزاری کے ساتھ فریاد کرتے تھے کہ ایلی ایلی۔ تو نے مجھے بے یار و مددگار کیوں چھوڑ دیا۔ اس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے تڑپ تڑپ کر صلیب پر جان دی اور تین دن قبر میں رہے اور بعد میں زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے اور باپ کے دائیں جانب جا کر بیٹھ گئے۔ نصاریٰ کہتے ہیں کہ عیسیٰ خود خدا تھا خود بندوں کی نجات کے لئے مصلوب ہوا اور ملعون ہو کر تین دن تک دوزخ میں رہا نصاریٰ کا عقیدہ مختصراً ختم ہوا جو آپ

حضرات نے سن لیا کہ کیسا عجیب و غریب عقیدہ ہے۔

نصاریٰ کا یہ عقیدہ سراسر مہمل اور خلاف عقل ہے۔ کوئی ادنیٰ عقل والا بھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ ایک ہی ذات خدا بھی ہو اور بندہ بھی ہو عابد بھی ہو اور معبود بھی ہو تین ایک بھی ہوں اور ایک تین بھی ہو آج تک نصاریٰ اس توحید فی التثلیث پر نہ کوئی عقلی دلیل پیش کر سکے اور نہ نقلی۔ نیز یہ ناممکن ہے کہ خداوند قدوس جو ہر طرح سے مقدس ہے اور ہر وجہ سے بے نیاز اور تمام عیبوں سے پاک ہے وہ عیسیٰ بن مریم بن کر اور مجسم ہو کر کسی عورت کے رحم اور شکم میں اترے اور پھر کھانے اور پینے اور بول و براز اور بھوک اور پیاس اور خوشی و غم اور دیگر حوائج انسانی میں مبتلا ہو کہیں سولی پر چڑھے اور دشمنوں کے ہاتھ سے مقتول ہو کر معذب اور ملعون بنے اور گناہ گاروں کی نجات کے لئے کفارہ بنے اور سارے انسانوں کی لعنت اپنے اوپر اٹھائے اہل عقل بتلائیں کہ کیا خداوند قدوس کی اس سے بڑھ کر کوئی توہین ہو سکتی ہے جو نصاریٰ نے کی حضرت عمرؓ کا قول ہے۔

لقد سبوا اللہ مسبۃ ما سبہ ایاھا احد من البشر۔ — نصاریٰ نے خدا تعالیٰ کو وہ گالیاں دی ہیں کہ جو آج تک کسی آدمی نے نہیں دیں۔

نصاریٰ کا یہ عجیب و غریب عقیدہ عقل اور انسانیت کے لئے ننگ اور عار ہے کہ خدا کا ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہونا اور پھر اس کا لاچار اور مجبور ہو کر چوروں کے ساتھ صلیب پر لٹکنا اور پھر تین دن تک مردہ پڑا رہنا مگر نصاریٰ کے نزدیک حق اور واجب الایمان ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اسلام کا عقیدہ

عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا یہ عقیدہ چلا آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کی طرح حق جل شانہ کے برگزیدہ بندے اور رسول برحق تھے۔ بنی اسرائیل میں مریم عذراء کے بطن سے بغیر باپ کے

نفخۂ جبرئیل سے پیدا ہوئے تھے اور پھر قوم بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ اور یہود بے بہبود نے جب ان کو قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔

یعنی یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف آسمان پر اٹھالیا۔

بلکہ حضرت مسیح کے دشمنوں ہی میں سے ایک شخص کو حق تعالیٰ نے حضرت مسیح بن مریم کا شبیہ اور ہمشکل بنادیا۔ یہود نے اسی شبیہ کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا اس طرح حق تعالیٰ نے یہود کو اشتباہ اور التباس میں ڈال دیا جیسا کہ قرآن کریم میں صراحۃً موجود ہے

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔

اور یہود نے حضرت مسیح کو نہ قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو من جانب اللہ اشتباہ میں ڈال دیا گیا۔

کہ حق تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو تو مکان کے ایک دریچہ سے آسمان پر اٹھالیا اور حضرت عیسیٰ کے دشمنوں ہی میں سے ایک شخص کو حضرت عیسیٰ کی ہمشکل بنا کر یہودی کے ہاتھ سے قتل کرادیا یہود خوش ہوگئے کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا اور پھر جب اپنے آدمیوں کو شمار کیا تو ایک آدمی کم ہوگیا تو اختلاف اور اشتباہ میں پڑ گئے اسی بارہ میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ

یہود اس قول کی وجہ سے بھی ملعون ہوئے کہ بطور تفاخر یہ کہتے تھے کہ ہم نے مسیح بن مریم کو جو رسول ہونے کے مدعی تھے ان کو قتل کر ڈالا حق تعالیٰ فرماتے ہیں ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط

بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔

ہے یہود نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ حضرت مسیح کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں وہ سب شک اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں اصل حقیقت کا ان کو کوئی علم نہیں سوائے گمان کی پیروی کے کچھ نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ یہود نے عیسیٰ بن مریم کو قطعاً اور یقیناً نہیں قتل کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف آسمان پر اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور حکمت والا ہے کہ اپنے برگزیدہ بندہ کو روح القدس جبرئیل امین کے ذریعہ آسمان پر اٹھا لیا اور دشمنوں ہی میں سے ایک شخص کو حضرت مسیح کے ہم شکل بنا کر دشمنوں ہی کے ہاتھ سے قتل کرا کر صلیب پر چڑھا دیا اور دشمنوں کو قیامت تک کے لئے اشتباہ میں ڈال دیا۔

اور صحیح حقیقت اور صحیح معرفت سے مسلمانوں کو قرآن اور حدیث کے ذریعہ آگاہ فرما دیا۔

یہ تمام مضمون قرآن کریم کی آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ اور متواترہ سے ثابت ہے جس میں ذرہ برابر شک اور شبہ کی گنجائش نہیں تفصیل اگر درکار ہے تو اس ناچیز کے تین رسالوں کو ملاحظہ فرمائیں (۱) کلمۃ اللہ فی حیاۃ روح اللہ (۲) القول المحکم فی نزول عیسیٰ بن مریم (۳) لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ بن مریم۔ جن میں خاص طور پر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اجماع امت محمدیہ سے یہ ثابت کیا گیا کہ عیسیٰ بن مریم زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور قیامت کے قریب جب دجال ظاہر ہوگا جو قوم یہود سے ہوگا تو اس وقت عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے جو اس وقت یہود کا بادشاہ اور سردار ہوگا۔

نکتہ:۔ نکتہ اس میں یہ ہے کہ یہود کا دعویٰ تھا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کیا اور ان کو ذلیل اور رسوا کیا۔ اور دجال جو اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا وہ بھی قوم یہود

ہوگا اور یہودی اس کے متبع اور پیرو ہوں گے اس لئے حق تعالےٰ نے اس وقت تو عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور پھر قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال جو قوم یہود میں سے ہوگا اور اس وقت یہودیوں کا بادشاہ اور سردار ہوگا اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے۔ تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ جس ذات یعنی مسیح بن مریم کے نسبت یہودیہ کہتے تھے کہ ہم نے ان کو قتل کر دیا وہ سب غلط ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کو تو زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور تمہارے اور تمہارے بادشاہ کے قتل کے لئے اس کو آسمان سے اتاریں گے۔

نصاریٰ انصاف سے بتائیں

کہ سچے عیسائی ہم محمدی ہیں یا وہ لوگ ہیں کہ جو معاذ اللہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مقتول اور مصلوب اور ملعون مان کر دنیا بھر کے گناہوں اور پاپوں کا کفارہ ملتے ہیں اے علمائے نصاریٰ۔ خدارا ذرا بتاؤ تو سہی کہ تم نے حضرت مسیح کی توہین و تذلیل میں کیا کسر چھوڑی۔ اور مسلمانوں نے حضرت مسیح بن مریم کی تعظیم و تکریم اور ان کی عظمت و رفعت اور علو مرتبت میں کیا فروگذاشت کی۔ سچے عیسائی بننا ہے تو محمدی ہو جاؤ اور اسلام میں داخل ہو جاؤ۔
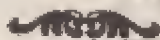
علامہ مسعودی حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم کی شان اقدس میں لکھتے ہیں :-

ھو عبد مقرب ونبی ورسول قد خصہ مولاہ

حضرت مسیح تو اللہ کے مقرب بندے نبی اور رسول تھے جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنا مخصوص بندہ بنایا تھا

طھر اللہ ذاتہ واجتباہ ثم اٰتاہ وحیہ وھداہ

ان کی ذات کو پاک اور مُطَہَّر بنایا پھر ان کو اپنی وحی اور علوم ہدایت سے سرفراز کیا

وبکن بدء خلقہ کلمۃ اللہ ہ الی مریم البتول براہ

کلمۂ کن سے پیدا ہوئے اللہ کا کلمہ تھے بغیر باپ کے حضرت مریم بتول سے پیدا ہوئے

ھٰکذا شان ربہ خالق الخلق بکن کلھم فنعم الالہ

خدا کی یہی شان ہے کہ جس کو چاہے کلمۂ کن سے پیدا کردے خدا کی یہی شان ہے کہ کلمۂ کن سے پیدا کرتا ہے

والاناجیل شاھدات عنہ انما اللہ ربہ لا سواہ

تمام انجیلیں اس کی شاہد ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی پروردگار نہیں

کان للہ خاشعا مستکینا راغبا راھبا یرجی رضاہ

اور حضرت مسیح اللہ کے بندے تھے جو نہایت خشوع اور خضوع کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے تھے اللہ کی محبت اور اس کی عظمت اور جلال کا خوف ہر وقت پیش نظر رہتا تھا ہر کام میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کی امید رکھتے تھے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی خدا نہ تھے بلکہ خدا کے عبادت گزار بندے تھے۔

لیس یحیی ولیس یخلق الا ان دعاہ وقد اجاب دعاہ

حضرت مسیح نہ کسی کو زندہ کرتے تھے اور نہ کسی کو پیدا کرتے تھے ان کا کام صرف اتنا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا تھا۔ معلوم ہوا کہ حضرت عیسٰی خدا نہ تھے۔

انما فاعل الجمیع ھو اللہ ولکن علی یدیہ قضاہ !

فاعل حقیقی اور اصل زندہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے بطور معجزات اور کرامت کبھی کبھی حضرت مسیح کے ہاتھ پر مردوں کو زندہ کیا اور اللہ کے کسی مقرب بندے کے ہاتھ پر اس قسم کے معجزات کا ظاہر ہونا نبوت اور رسالت کی دلیل ہے۔ نہ کہ الوہیت کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السُّؤال العجیب فی الرَّد علیٰ اهل الصَّلیبْ

ذیل میں فاضل ادیب شیخ احمد علی ملیجی مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فصیح و بلیغ قصیدہ مطلب خیز ترجمہ کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جس کو فاضل مرحوم نے السؤال العجیب فی الرد علی اهل الصلیب کے نام سے موسوم کیا تھا۔ یہ قصیدہ[1] ۱۳۲۲ھ میں مصر سے شائع ہوا۔ علماء نصاریٰ سے آج تک اس عجیب سوال کا جواب نہیں ہو سکا اور انشاء اللہ تعالےٰ قیامت تک بھی کوئی اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ اور یہ انشاء اللہ بھی تیمناً اور تبرکاً کہہ رہا ہوں نہ کہ تعلیقاً فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ۔

اَعُبَّادَ عِیْسٰی لَنَا عِنْدَکُمْ سُؤَالٌ عَجِیْبٌ فَهَلْ مِنْ جَوَابْ

اے عیسیٰ کے پرستارو ہمارا تم سے ایک عجیب سوال ہے پس کیا تمہارے پاس اس کا کوئی جواب ہے

اِذَا کَانَ عِیْسٰی عَلٰی زَعْمِکُمْ اِلٰهًا قَدِیْرًا عَزِیْزًا یُّهَابْ

اگر تمہارے زعم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدائے قادر اور غالب اور ہیبت و جلال والے تھے

فَکَیْفَ اعْتَقَدْتُمْ بِاَنَّ الْیَهُوْدَ اَذَاقُوْهُ بِالصَّلْبِ مُرَّ الْعَذَابْ

تو پھر تم نے یہ عقیدہ کیسے قائم کر لیا کہ یہود نے ان کو صلیب دے کر تلخ عذاب چکھایا۔ کیا خدا

---

[1] یہ قصیدہ منتخب التجیل لمن حرّف التورات والانجیل للعلامۃ السعودی مطبوعہ مصر کے اخیر میں بطور تکملہ طبع ہوا ہے ۱۲۔

کو بھی عذاب چکھایا جاسکتا ہے۔

وَكَيْفَ اعْتَقَدْتُمْ بِأَنَّ الْإِلٰهَ ۔ يَمُوتُ وَيُدْفَنُ تَحْتَ التُّرَابْ

اور کیا خدا بھی مرکر مٹی کے نیچے دفن کیا جاسکتا ہے

وَيَطْلُبُ مِنْ خَلْقِهِ شَرْبَةً ۔ لِيُطْفِيَ عَنْ قَلْبِهِ الْإِلْتِهَابْ

اور کیا خدا بھی اپنی مخلوق سے پیاس بجھانے کے لئے شربت کا پیالہ مانگ سکتا ہے

فَجَاءَ لَهُ وَاحِدٌ مِنْهُمُو ۔ بِمُرٍّ وَخَلٍّ وَبِئْسَ الشَّرَابْ

اور پھر کیا یہ ممکن ہے کہ خدا تو شربت مانگے اور اس کے بندے بجائے شربت کے سرکہ اور کڑوا پانی لاکر خدا کو دے دیں۔

فَأَلْقَاهُ فِي الْأَرْضِ بُغْضَاؤُهُ ۔ وَمَاتَ حَلِيفَ الظَّمَاءِ وَالتَّبَابْ

اور پھر بندے اپنے خدا کو بغض و عداوت میں زمین پر ڈال دیں اور خدا تڑپ تڑپ کر پیاسا مر جائے

وَيُوضَعُ ذُلًّا عَلَى رَأْسِهِ ۔ مِنَ الشَّوْكِ تَاجٌ كَئِيبُ الْعَذَابْ

اور کیا یہ ممکن ہے کہ بندے اپنے خدا کو ذلیل کرنے کے لئے کانٹوں کا تاج اس کے سر پر رکھدیں

أَسَالَ دِمَاءَهُ عَلَى خَدِّهِ ۔ وَصَارَتْ عَلَى وَجْهِهِ كَالْخِضَابْ

اور کیا یہ ممکن ہے کہ بندے خدا کو اس قدر خون آلودہ کریں کہ خون خدا کے رخساروں پر جمنے لگے اور خدا کا چہرہ خون میں رنگین ہو جائے۔

وَقَدْ كَانَ يُبْصَقُ فِي وَجْهِهِ ۔ وَيُطْعَنُ فِي جَنْبِهِ بِالْحِرَابْ

اور کیا یہ ممکن ہے کہ خدا کے چہرہ پر تھوکا جائے اور اس کے پہلو میں نیزہ مارا جائے۔

وَذٰلِكَ بَعْضُ الَّذِي قَدْ جَرٰى ۔ عَلَيْهِ مِنَ الْقَوْمِ شَيْخٍ وَشَابْ

یہود اور نصاریٰ کے زعم کے مطابق جو کچھ ماجرا پیش آیا اس میں کا یہ کچھ نمونہ ہے۔

وَمِنْ عَجَبٍ هٰذَا تَعُدُّوْنَهُ ۔ إِلٰهًا وَلَمْ تَسْتَحُوْا مِنْ جَنَابْ

تعجب ہے کہ اس مجبوری اور لاچاری کے بعد ان کو خدا سمجھتے ہو اور شرماتے بھی نہیں۔

وَمَا هُوَ اِلَّا كَاَمْثَالِهٖ　　　عُبَيْدٌ بِخَالِقِهٖ ذُو اقْتِرَابٍ

حالانکہ حضرت مسیح اور پیغمبروں کی طرح خدا کے ایک مقرب بندہ تھے

كَمَا قَالَ ذٰلِكَ عَنْ نَفْسِهٖ　　　بِنَصٍّ صَرِيْحٍ اَتٰى فِى الْكِتَابِ

جیسا کہ خود حضرت مسیح سے اس کا اقرار قرآن اور انجیل میں صراحۃً مذکور ہے

وَلَوْ كَانَ رَبًّا كَمَا تَزْعُمُوْنَ　　　فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِكَشْفِ الْعَذَابِ

اگر حضرت مسیح خود خدا تھے جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو پھر موت کا پیالہ ٹلنے کی کس سے امید رکھتے تھے اور کس سے اپنی مصیبت ٹلنے کی دعا مانگتے تھے کیا خدا بھی دعا مانگا کرتا ہے۔

وَمَنْ ذَا الَّذِىْ رَدَّ رُوْحًا لَهٗ　　　وَقَدْ كَادَتْ جِسْمُهٗ بِالذَّهَابِ

اور مرنے کے بعد کس نے ان کی روح کو واپس کیا جبکہ ان کی روح ان کے جسم سے جدا ہوگئی تھی

وَمَنْ كَانَ مِنْ بَعْدِهٖ حَافِظًا　　　لِنِظَامِ الْوُجُوْدِ لِوَقْتِ الْاِيَابِ

اور ان کے مرنے کے بعد اس عالم کے نظام کا کون محافظ اور نگہبان تھا

اَرَبٌّ سِوَاهُ بِتَدْبِيْرِهٖ　　　تَكَفَّلَ اَمْ فَاتَهٗ لِلْخَرَابِ

کیا کوئی اور خدا اس عالم کی تدبیر کا کفیل اور ذمہ دار ہوا یا یہ تمام عالم خراب اور برباد ہوگیا

وَهَلْ صَلْبُهٗ كَانَ عَنْ ذَنْبِهٖ　　　وَاِلَّا عَلَامَ اسْتَحَقَّ الْعِقَابَ

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمہارے زعم کے مطابق کیوں صلیب دی گئی۔ اگر کسی لغزش کی بنا پر صلیب دیئے گئے تو لغزش کا صادر ہونا الوہیت کے منافی ہے اور اگر کوئی لغزش نہیں ہوئی تو پھر بلا وجہ کیوں سزا کے مستحق ہوتے۔

وَهَلْ اَحْسَنَ الْقَوْمُ فِىْ صَلْبِهٖ　　　لِتَخْلِيْصِ اَشْيَاخِكُمْ وَالشَّبَابِ

نیز یہ بتلائے کہ یہود نے جو حضرت مسیح کو صلیب دی کیا یہ اچھا کام کیا کہ اس سے لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے اور تمام بوڑھے اور جوان گناہ کی لعنت سے رہا ہوجائیں۔

وَاِلَّا اَسَاؤُا بِجَلْبِ الْخَلَاصِ　　　لَكُمْ اِنَّ هٰذَا الشَّىْءُ عُجَابٌ

یا برا کام کیا کہ تم کو گناہوں سے بچا لیا۔ تمہاری یہ بات نہایت عجیب ہے

فَاِنْ قُلْتُمُوْا اِنَّهُمْ اَحْسَنُوْا وَلَمْ يَفْعَلُوْا غَيْرَ عَيْنِ الصَّوَابْ

اگر تم یہ جواب دو کہ یہود کا یہ فعل نہایت مستحسن اور عین صواب تھا

اَقُلْ فَعَلَامَ تُعَادُوْ نَهُمْ وَمَنْ يَصْنَعِ الْخَيْرَ يُجْزَ الثَّوَابْ

تو پھر میں یہ کہوں گا کہ تم یہودیوں سے دشمنی کیوں رکھتے ہو جو خیر اور بھلائی کا کام کرے اس کو تو اچھا

خیر ملنی چاہیئے نہ یہ کہ اس سے دشمنی کی جائے۔

فَاِنْ قُلْتُمُوْا اِنَّهُمْ اَجْرَمُوْا بِصَلْبِ الْاِلٰهِ وَبِئْسَ الْمُصَابْ

اور اگر یہ کہو کہ انہوں نے خدا کو صلیب دے کر جرم کا ارتکاب کیا

اَقُلْ كَيْفَ هٰذَا وَلَوْلَاهُ مَا تَخَلَّصْتُمُوْا مِنْ وَخِيْمِ الْمَآبْ

تو میں یہ کہوں گا کہ یہود اگر صلیب دے کر جرم کا ارتکاب نہ کرتے تو تم گناہوں کے برے انجام

سے رہا نہ ہوتے یہودیوں کا یہ جرم ہی کفارہ کا سبب بنا۔

وَهَلْ رَضِيَ الصَّلْبَ اَمْ مُكْرَهًا عَلَيْهِ فَمَا الْقَوْلُ فَصْلُ الْخِطَابْ

نیز یہ بتلاؤ کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب دینے سے راضی تھے یا ناراض تھے اس بارہ میں کیا

قول فیصل ہے۔

فَاِنْ قُلْتُمُوْا صَلْبُهٗ عَنْ رِضًى لِيُكَفِّرَ ذَنْبَ امْرِئٍ مِنْهُ تَابْ

اگر یہ کہو وہ تو صلیب حضرت مسیح کی خوشی اور رضامندی سے تھا تاکہ اس شخص کے گناہ کا

کفارہ ہو جائے جس نے گناہ کر کے توبہ کر لی۔

وَاَعْنِيْ بِهٖ اٰدَمَ الْفَضْلِ مَنْ بِمَوْلَاهُ مِنْ مَا جَنٰى قَدْ اَنَابْ

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے گناہ کا کفارہ ہو جائے جنہوں نے لغزش کے بعد اپنے مولا

کی طرف رجوع کیا۔

وَسَامَحَهُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ　　　وَذَا بَعْدَ تَوْفِيْقِهٖ لِلْمَتَابِ

اور جن کو اللہ ہی نے اپنی رحمت سے توبہ کی توفیق دی اور اپنے ہی فضل سے ان کی خطا کو معاف کیا اور خلافت کا تاج ان کے سر پر رکھا۔

فَاَنْتُمْ كَذَبْتُمْ عَلٰى رَبِّكُمْ　　　لِمَا صَحَّ مِنْ بَعْدِهٖ فِي الْكِتَابِ

تو ہم یہ کہیں گے کہ تم غلط کہتے ہو کہ حضرت مسیح یہود کے اس فعل سے راضی تھے اس لئے کہ انجیل میں تصریح ہے۔

فَقَدْ كَانَ يَهْرُبُ مِنْ صَلْبِهٖ　　　وَيَبْكِيْ عَلٰى نَفْسِهٖ بِانْتِحَابِ

کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے بھاگنا چاہتے تھے اور روتے تھے

وَيَدْعُوْ اَجِرْنِيْ اِلٰهَ السَّمَا　　　بِفَضْلِكَ مِنْ ذِي الْاُمُوْرِ الصِّعَابِ

اور خدا کو پکارتے تھے کہ اے آسمان کے خدا مجھ کو ان مصیبتوں سے چھڑا

وَاِيْلِيْ اِيْلِيْ نَادٰى بِهَا　　　لِمَ الْيَوْمَ تَتْرُكُنِيْ لِلْعَذَابِ

اور ایلی ایلی کہتے تھے کہ اے خدا مجھ کو دشمن کے عذاب میں کیوں ڈال دیا

اِذَا كَانَ يُمْكِنُ يَا خَالِقِيْ　　　خَلَاصِيْ فَافْعَلْهُ يَا خَيْرَ آبْ

اے باپ اگر میری رہائی ممکن ہو تو مجھ کو ان دشمنوں سے چھڑا اور نجات دے۔ ان سب باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اس سے بالکل راضی نہ تھے۔

فَهٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ　　　لِمَوْلَاهُ عَبْدٌ بِغَيْرِ ارْتِيَابْ

اور مصیبت کے وقت خدا کو پکارنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضرت مسیح بلاشبہ خدا کے بندے تھے۔

وَهٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّكُمْ　　　كَذَبْتُمْ فَقُلْتُمْ خِلَافَ الصَّوَابْ

نیز یہ تمام امور اس امر کی بھی واضح دلیل ہیں کہ تمہارا یہ قول (کہ حضرت مسیح صلیب کے راضی تھے) بالکل غلط ہے۔

وَاِنْ قُلْتُمُ الصَّلْبُ قَهْرًا جَرٰى　　　فَيَا عَجْزَ رَبٍّ قَوِيِّ الْجَنَابْ

اور اگر یہ کہو کہ جبراً و قہراً ان کو صلیب دی گئی تو پھر خدا کے قادر و توانا کا بندوں کے سامنے عاجز ہونا لازم آتا ہے۔

بِتَعْلِيقِهٖ فَوْقَ عُوْدِ الصَّلِيْبِ   لَقَدْ جَآءَهُ اللَّعْنُ مِنْ كُلِّ بَابٍ

کہ بندوں نے زبردستی خدا کو صلیب پر لٹکایا اور لعنت نے آکر ہر طرف سے خدا کو گھیر لیا

أَجِيبُوا سُؤَالِي وَلَا تُهْمِلُوْا   فَإِنَّ السُّكُوتَ عَلَيْكُمْ يُعَابُ

میرے اس سوال کا جواب دو آپ جیسے فضلاء کا نہ جواب دینا اور سکوت کر جانا نہایت معیوب ہے

وَهَا قَدْ نَصَحْتُ وَمَا أَرْتَجِي   بِنُصْحِي لَكُمْ غَيْرَ حُسْنِ الثَّوَابِ

میں نصیحت کر چکا اور خدا سے اجر اور ثواب کا امیدوار ہوں

وَمَوْتِي عَلَى دِيْنِ خَيْرِ الْوَرٰى   وَأَنْ لَا أَرَى هَوْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ

اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر میرا خاتمہ ہو اور قیامت کے مصائب سے محفوظ رہوں آمین۔

فَإِنْ تَقْبَلُوْهُ فَذَا مَقْصَدِي   وَفِيْهِ سُرُوْرِي وَلِي يُسْتَطَابُ

اگر تم میری اس نصیحت کو قبول کرو تو یہ عین مقصد ہے اور میری انتہائی مسرت اور خوشی ہے۔

وَإِلَّا كَانْتُمْ عَلَى دِيْنِكُمْ   وَقَدْ بَانَ مَا كَانَ خَلْفَ الْحِجَابِ

ورنہ تم کو اپنا دین مبارک ہو۔ خوب سمجھ لو کہ حق سے پردہ اٹھ چکا ہے۔

اَلْجُنُوْنُ فُنُوْنٌ

انہی فاضل ادیب شیخ احمد علی ملیجی کا یہ دوسرا قصیدہ ہے جس کو فاضل مرحوم نے الجنون فنون کے نام سے موسوم کیا ہے وہ بھی ترجمہ کے ساتھ ہدیہ ناظرین ہے۔

قَوْمُ عِيْسٰى قَدْ تَغَالَوْا   فِيْهِ جَهْلًا وَضَلَالًا

نصاریٰ نے حضرت مسیح کے بارہ میں اپنی جہالت اور گمراہی سے بہت غلو کیا

حَيْثُ قَالُوْا مُذْ أَتَاهُمْ   أَنْتَ رَبٌّ قَالَ لَا لَا

جب حضرت مسیح آئے تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ ہمارے رب ہیں حضرت مسیح نے فرمایا ہرگز نہیں

ہرگز نہیں۔

مَا اَنَا اِلَّا عُبَیْدٌ اَعْبُدُ اللّٰہَ تَعَالٰی

میں تو اللہ کا بندہ ہوں اللہ تعالے کی عبادت کرتا ہوں

فَاَجَابُوْہُ عِنَادًا لَمْ نُصَدِّقْ ذَا الْمَقَالَ

نصاریٰ نے جواب دیا کہ ہم آپ کی اس بات کو نہیں مانیں گے

اِنْ یَّکُنْ مَاقُلْتَ حَقًّا وَصَحِیْحًا لَا مُحَالًا

اگر یہ صحیح ہے کہ آپ خدا نہیں بلکہ خدا کے بندے ہیں

کَیْفَ مِنْ غَیْرِ نِکَاحٍ جِئْتَ یَانُوْرًا مِثَالًا

تو اے نور مجسم (خطاب بہ حضرت مسیح) اگر تو خدا نہیں تو پھر بغیر نکاح کے کیسے پیدا ہوا

قَالَ مَاھٰذَا عَجِیْبٌ یُوْرِثُ الْفِکْرَ اشْتِغَالًا

حضرت مسیح نے فرمایا یہ کوئی عجیب بات نہیں جس سے فکر کو تشویش میں ڈالا جائے

مَا اَنَا اِلَّا کَجَدِّیْ اٰدَمٍ فِی الْخَلْقِ حَالًا

میں پیدائش میں اپنے جد امجد حضرت آدم کے مشابہ ہوں ان کی طرح بغیر باپ کے پیدا ہوا ہوں۔

فَعَصَوْہُ ثُمَّ قَالُوْا اَنْتَ رَبِّیْ لَاجِدَالًا

نصاریٰ نے کہا۔ نہیں۔ ہم تو آپ کو خدا ہی مانیں گے

فَاقْصِرِ الْقَوْلَ وَدَعْنَا یَا اِلٰھًا لَنْ یَّزَالًا

اے مسیح آپ تو ان باتوں کو رہنے دیجئے آپ تو ہمارے خدا ہی ہیں

فَاعْجَبُوْا یَاقَوْمِ مِنْھُمْ زَادَھُمْ رَبِّیْ خَبَالًا

اے اقوام عالم نصاریٰ کی ان باتوں کو سنو اور تعجب کر لو۔ اللہ تعالیٰ نصاریٰ کی بدعقلی میں برکت اور ترقی دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ أَعُبَّادَ الْمَسِيحِ لَنَا سُؤَالٌ   نُرِيدُ جَوَابَهُ مِمَّنْ دَعَاهُ

اے مسیح بن مریم کے پرستش کرنے والو! ہمارا تم سے ایک سوال ہے جو شخص ان کو خدا کہتا ہو اس سے جواب چاہتے ہیں۔

۲۔ إِذَا مَاتَ الْإِلٰهُ بِصُنْعِ قَوْمٍ   أَمَاتُوهُ فَمَا هٰذَا الْإِلٰهُ

جس خدا کو کوئی قوم اپنی تدبیر سے مار ڈالے وہ کیسے خدا ہو سکتا ہے۔ خدا تو غالب ہوتا ہے مغلوب خدا نہیں ہوتا۔

۳۔ وَهَلْ أَرْضَاهُ مَا نَالُوهُ مِنْهُ   فَبُشْرَاهُمْ إِذَا نَالُوا رِضَاهُ

اور نصاریٰ یہ بتلائیں کہ یہود کے اس ناپاک فعل (یعنی قتل وصلب کے جس کے آپ قائل ہیں) نے حضرت مسیح کو خوش کیا یا ناراض کیا۔ اگر یہود نے اس فعل سے حضرت مسیح کی خوشنودی حاصل کی ہے تو آپ کو چاہیے کہ یہود کو بشارت اور مبارک باد دیں۔

۴۔ وَإِنْ سَخِطَ الَّذِي فَعَلُوهُ فِيهِ   فَقُوَّتُهُمْ إِذًا أَوْهَتْ قُوَاهُ

اور اگر حضرت مسیح یہود کے اس نازیبا فعل یعنی قتل اور صلب سے ناراض ہوتے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی قوت نے حضرت مسیح کی قوت کو کمزور بنا دیا۔ گویا کہ بندے خدا پر غالب آگئے۔

۵۔ وَهَلْ بَقِيَ الْوُجُودُ بِلَا إِلٰهٍ   سَمِيعٍ يَسْتَجِيبُ لِمَنْ دَعَاهُ

اور جب آپ کے نزدیک حضرت مسیح صلیبی موت سے مر گئے تو یہ بتلائیے کہ یہ عالم کون بغیر خداوند سمیع و بصیر اور مجیب الدعوات کے کیسے باقی رہا؟

۶۔ وَهَلْ خَلَتِ الطِّبَاقُ السَّبْعُ لَمَّا   ثَوٰى تَحْتَ التُّرَابِ وَقَدْ عَلَاهُ

اور آپ کے نزدیک جب خدا صلیبی موت سے مر کر مٹی کے نیچے مدفون ہو گیا تو یہ بتلائیے

کہ یہ ساتوں آسمان کیا خدا سے خالی رہ گئے۔

۷۔ وَهَلْ خَلَتِ الْعَوَالِمُ مِنْ اِلٰہٖ   يُدَبِّرُهَا وَقَدْ سُمِرَتْ يَدَاهُ

اور آپ کے نزدیک جب خدا کے دونوں ہاتھوں میں میخیں لگا دی گئیں تو کیا یہ سارے جہاں اپنے تدبیر کرنے والے خدا سے خالی ہو گئے؟

۸۔ وَكَيْفَ تَخَلَّتِ الْاَمْلَاكُ عَنْهُ   بنصرهم وقد سمعوا بُكَاهُ

اور آسمان اور زمین کے فرشتے حضرت مسیح سے کیسے علیحدہ رہے۔ فرشتے صلیب پر ان کے گریہ و بکا اور فریاد سنتے رہے مگر کوئی مدد نہ کی۔

۹ وَكَيْفَ اَطَاقَتِ الْخَشَبَاتُ حَمْلَ الْاِلٰهِ الْحَقِّ مَشْدُوْدًا قَفَاهُ

اور نصاریٰ یہ بتلائیں کہ چند لکڑیوں میں خدا کے اٹھانے کی طاقت کہاں سے آئی جس حال میں دشمنوں نے خدا کی گردن کو باندھ دیا تھا حالانکہ وہ صلیب کی لکڑی بھی اسکی مخلوق تھی۔

۱۰۔ وَكَيْفَ دَنَى الْحَدِيْدُ اِلَيْهِ حَتّٰى   يُخَالِطَهٗ وَيَلْحَقَهٗ اَذَاهُ

اور لوہے کی کیسے مجال ہوئی کہ خدا کے قریب جائے اور اسکو تکلیف اور ایذا پہنچائے

۱۱۔ وَكَيْفَ تَمَكَّنَتْ اَيْدِي عِدَاهُ   وَطَالَتْ حَيْثُ قَدْ صَفَعُوْا قَفَاهُ

اور دشمن جو اسی خدا کے بندے تھے ان کو یہ کیسے قدرت ہوئی کہ اپنے ناپاک ہاتھوں کو خدا کی طرف دراز کریں اور اس کے طمانچے لگائیں۔

۱۲۔ وَهَلْ عَادَ الْمَسِيْحُ اِلٰى حَيَاةٍ   اَمِ الْمُحْيِيْ لَهٗ رَبٌّ سِوَاهُ

اور پھر مرنے کے بعد حضرت مسیح کس طرح دوبارہ زندہ ہوئے۔ وہ کون پروردگار ہے جس نے ان کو دوبارہ حیات عطا کی۔

۱۳۔ وَيَا عَجَبًا لِقَبْرٍ ضَمَّ رَبًّا   وَاَعْجَبُ مِنْهُ بَطْنٌ قَدْ حَوَاهُ

اور تعجب ہے اس قبر پر جس نے اپنے اندر خدا کو چھپا لیا۔ اور اس سے زائد تعجب اس شکم مادر پر ہے جس نے اپنے احاطہ میں خدا کو محفوظ رکھا۔

۱۴- أَقَامَ هُنَاكَ تِسْعًا مِّنْ شُهُوْرٍ   لَدَى الظُّلُمَاتِ مِنْ حَيْضٍ غِذَاهُ

اور پھر نو مہینے تک پیٹ کی تاریکیوں میں خدا کا قیام رہا اور خون مادر اس کی غذا رہی

۱۵- وَشَقَّ الْفَرْجَ مَوْلُوْدًا صَغِيْرًا   ضَعِيْفًا فَاتِحًا لِلثَّدْيِ فَاهُ

اور پھر شرمگاہ سے اس کی ولادت ہوئی ایسی حالت میں کہ منہ پستان کیلئے کھلا ہوا تھا

۱۶- وَيَأْكُلُ ثُمَّ يَشْرَبُ ثُمَّ يَأْتِيْ   بِلَازِمِ ذَاكَ هَلْ هٰذَا إِلٰهٌ

اور پھر کھاتا اور پیتا اور بشری حاجتیں ان کے ساتھ لازم وملزوم تھی کیا ایسی حاجتوں والا بھی خدا ہو سکتا ہے۔

۱۷- تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ إِفْكِ النَّصَارٰى   سَيُسْأَلُ كُلُّهُمْ عَمَّا افْتَرَاهُ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نصاریٰ کے ان بہتانوں سے پاک اور بری ہے۔ قیامت کے دن اس افتراء کی بازپرس ہوگی۔

اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے برگزیدہ بندے اور رسول برحق تھے۔ جب ان کے دشمنوں نے ان کو قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو بھیج کر زندہ اور صحیح وسالم آسمان پر اٹھا لیا اور وہ آسمان پر زندہ ہیں۔ اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونگے اور مسلمانوں کی مسجد میں انکا نزول ہوگا اور مسلمان انکے ساتھ ہونگے اور مسلمانوں کے پیشوا اور امام ہونگے اور تمام عیسائی جو تثلیث کے قائل ہیں وہ سب انکے ہاتھ پر تائب ہونگے اور مسلمانوں کی طرح نصاریٰ بھی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا برگزیدہ بندہ اور رسول مانیں گے اور دجال اور یہودیوں کو قتل کریں گے تاکہ ان کے اس زعم فاسد کا کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کر کے صلیب پر لٹکایا، باطل ہونا دنیا کے سامنے ظاہر ہوجائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلینا معہم برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۲۱ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۸۰ھ   محمد ادریس کان اللہ لہ وکان ہو للہ آمین۔

القول المحکم
فی نزول عیسیٰ بن مریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلَیْنَا مَعَہُمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ:

اَمَّا بَعْدُ عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا یہ عقیدہ چلا آیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وبارک وسلم جو بنی اسرائیل میں مریم عذراء کے بطن سے بغیر باپ کے نفخۂ جبرئیل سے پیدا ہوئے اور پھر بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے اور یہود بے بہبود نے جب ان کو قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے ان کو زندہ آسمان پر لے گئے اور جب قیامت کے قریب دجال ظاہر ہوگا جو قوم یہود سے ہوگا اس وقت یہی عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ جو اس وقت یہود کا بادشاہ اور سردار ہوگا۔

نکتہ نمبر۱: یہود کا دعویٰ تھا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کیا اور ان کو ذلیل اور رسوا کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب ان کو آسمان سے اس طرح اتارے گا کہ لوگ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں گے کہ یہود جھوٹ بولتے تھے کہ ہم نے ان کو قتل کیا ہے۔ وہ زندہ تھے آسمان سے نازل ہو کر تمہارے سردار کو قتل کریں گے اور تم سب کو ذلیل اور خوار کریں گے۔

نکتہ نمبر۲: حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنس بشر سے ہیں۔ کفار کے شر سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک مدت معینہ کے لئے آسمان پر اٹھایا اور طویل عمر عطا فرمائی۔ جب عمر شریف اختتام کے قریب ہوگی اور زمانہ وفات کا نزدیک ہوگا تو آسمان سے زمین پر اتارے جائیں گے تاکہ زمین پر وفات ہو۔ کیونکہ کوئی انسان آسمان پر فوت نہ ہوگا۔ مِنْہَا خَلَقْنٰکُمْ

وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ۔

ہم نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹا دیں گے اور پھر اسی سے نکالیں گے۔

(**نکتہ ۳**) دجال اولاً نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ عیسیٰ بن مریم اس مدعی نبوت اور الوہیت کے قتل کے لئے آسمان سے نزول اجلال فرمائیں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ خاتم الانبیاء کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا مستحق قتل ہے۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اور متواترہ اور اجماع سے ثابت ہے اور انجیل بھی اس کی شاہد ہے جیسا کہ ہم عنقریب اس کو ثابت کریں گے۔

دعوائے نبوت سے پہلے خود مرزا صاحب کا بھی یہی عقیدہ تھا بعد میں یہ دعویٰ کیا کہ احادیث میں جس مسیح موعود کے نزول کی خبر دی گئی ہے اس سے اس کے مثیل اور شبیہ کا آنا مراد ہے اور وہ میں (یعنی خود مرزا) ہوں اور وہ مسیح بن مریم جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوتے تھے وہ مقتول اور مصلوب ہوتے اور واقعہ صلیب کے بعد دشمنوں سے چھوٹ کر کشمیر تشریف لائے اور ستاسی سال زندہ رہ کر شہر سری نگر کے محلہ خان یار میں مدفون ہوئے۔

افسوس اور صد افسوس

کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس سفید جھوٹ پر ایمان لانے کے لئے تیار ہیں مگر قرآن کریم کی آیات بینات اور احادیث نبویہ پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں۔

یہ ناچیز اہل اسلام کی ہدایت اور نصیحت کے لئے یہ مختصر رسالہ لکھ کر پیش کر رہا ہے جس میں آنے والے مسیح موعود کی علامتوں اور نشانیوں کو قرآن اور حدیث سے بیان کیا ہے تاکہ مسلمان کسی دھوکہ اور اشتباہ میں نہ رہیں اور یہ سمجھ لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آنے والے مسیح کی علامتیں بیان فرمائی ہیں مرزا صاحب میں ان کا کہیں نام و نشان بھی نہیں۔

مرزائیوں سے مخلصانہ اور ہمدردانہ استدعاء

اہل اسلام سے عموماً اور مرزائیوں سے خصوصاً نیاز مندانہ اور ہمدردانہ استدعا کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو خوب غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ مسیح موعود کی جو علامتیں احادیث میں آئی ہیں ان کا کوئی شمہ بھی مرزا صاحب میں پایا جاتا ہے یا نہیں۔ دنیا فانی اور آنی جانی ہے۔ ایمان بڑی دولت ہے اس کی حفاظت نہایت ضروری ہے خوب غور اور فکر کریں اور حق جل شانہ کی طرف رجوع کریں اور دعا کریں کہ اے اللہ ہم کو صحیح علم اور صحیح فہم عطا فرما اور گمراہی سے بچا اور قبول حق کی توفیق عطا فرما اور استقامت کی لازوال دولت سے مالا مال فرما۔ آمین ثم آمین۔

اب میں دلائل شروع کرتا ہوں اور حق جل شانہ کی رضا اور خوشنودی اور اس کی رحمت اور عنایت کا طلب گار اور امیدوار ہوں رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ فاقول باللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ۔

قرآن کریم

اولاً ہم قرآن کریم کی وہ آیتیں پیش کرتے ہیں جن میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے نزول کا اجمالاً ذکر ہے۔ بعد میں احادیث نبویہ کو ذکر کریں گے جن میں اس کی پوری تفصیل ہے اور اس درجہ تفصیل ہے کہ جس میں ذرہ برابر بھی تاویل کی گنجائش نہیں اور بعد ازاں اجماع امت نقل کریں گے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔

(۱) قال تعالیٰ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ

اور نہیں باقی رہے گا اہل کتاب میں سے کوئی شخص مگر حضرت عیسیٰ کے مرنے سے پہلے حضرت

يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۔ عیسیٰ پر ضرور ایمان لائے گا اور قیامت کے

دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔

جمہور اہل علم کا قول ہے کہ اس آیت میں بہٖ اور قبل موتہ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ نہیں رہے گا کوئی شخص اہل کتاب میں مگر البتہ ضرور ایمان لے آئے گا (زمانہ آئندہ یعنی زمانہ نزول میں) عیسیٰ علیہ السلام پر عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں۔

"نباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آرد بعیسیٰ پیش از مردن او و روز قیامت عیسیٰ گواہ شد برایشان۔ (فائدہ) مترجم می گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آرند" انتہیٰ۔

امام ابن جریر طبری اور حافظ ابن کثیر اپنی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں زمانہ نزول کے اس واقعہ کا ذکر ہے جو احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ تفصیل کے لئے تفسیر ابن کثیر کی مراجعت فرمائیں اور یہی تفسیر ابن عباس رض اور ابوہریرہ رض سے منقول ہے حافظ عسقلانی فتح الباری ص ۳۵۶ ج ۶ میں فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم سے یہی تفسیر منقول ہے۔ اس آیت میں ایک اور قرأت بھی ہے جس کا ذکر ہم نے اپنے رسالہ کلمۃ اللہ فی حیاۃ روح اللہ میں ذکر کیا ہے۔ ناظرین کرام اس کی مراجعت کریں۔

(۲) قَالَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِہَا وَاتَّبِعُوْنِ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ وَلَا یَصُدَّنَّکُمُ الشَّیْطَانُ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔

اور تحقیق وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ علامت ہیں قیامت کی پس اس بارے میں تم ذرہ برابر شک اور تردد نہ کرو اور (اے محمدؐ آپ کہدیجئے کہ) اس بارے میں میری پیروی کرو یہی سیدھا راستہ ہے کہیں شیطان تم کو اس راستے سے روک دے تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نزول کو علامات قیامت ماننا ہی سیدھا راستہ ہے اور جو اس سے روکے وہ شیطان ہے۔ امام حافظ عماد الدین بن کثیر فرماتے ہیں کہ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونا مراد ہے جیسا کہ عبداللہ بن عباس رض اور ابوہریرہ رض اور مجاہد رح اور ابو العالیہ رح اور ابو مالک رح اور عکرمہ رح اور حسن بصری رح اور قتادہ رح اور ضحاک وغیرہم سے منقول ہے جیسا کہ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ الخ اور احادیث متواترہ سے حضرت عیسٰی کا نزول قبل از قیامت ثابت اور محقق ہے (تفسیر ابن کثیر صـــ ۱۲۶ ج ۹)

حضرتِ مسیح بن مریم کی حواریین کو اپنے نزول کی بشارت

اور جھوٹے مسیحوں اور جھوٹے نبیوں کی خبر اور ان سے خبردار رہنے کی ہدایت

"خبردار کوئی تم کو گمراہ نہ کردے۔ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں۔" الخ انجیل متی باب ۲۴۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹے مدعیان مسیحیت اور جھوٹے مدعیان نبوت کے متعلق حضرت عیسٰی کی ہدایت اور اپنے نزول کے متعلق حواریین کو بشارت ہدیہ ناظرین کریں تاکہ موجب بصیرت اور باعث طمانیت ہو۔ وہو ہذا۔

انجیل متی باب ۲۴، درس اول

(۱) اور یسوع ہیکل سے نکل کر جا رہا تھا (۳) اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اس کے شاگردوں نے الگ اس کے پاس آکر کہا ہم کو بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی اور تیرے آنے

اور دنیا کے آخر ہونے کا کیا نشان ہوگا؟ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ خبردار
کوئی تم کو گمراہ نہ کردے ۵ کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں
اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے ۰ (۱۱) اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے
اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے ۰ (۱۲) اور بے دینی کے بڑھ جانے سے بہتیروں کی محبت ٹھنڈی
پڑ جائے گی ۰ (۱۳) مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا ۰ اور بادشاہی (۱۴) کی
اس خوش خبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو تب خاتمہ ہوگا
(۲۱) کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے اب تک (۲۲) ہوئی نہ
کبھی ہوگی ۰ اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا مگر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے
جائیں گے ۰ اس وقت (۲۳) اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین
نہ کرنا ۰ (۲۴) کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب
کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں ۵ دیکھو میں نے تم سے پہلے ہی
تم سے کہہ دیا ہے ۰ (۲۶) پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا دیکھو
وہ کوٹھریوں میں ہے تو یقین نہ کرنا ۰ کیونکہ جیسے بجلی (۲۷) پورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی
دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا (۲۸) آنا ہوگا ۰ جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے ۰
(۲۹) اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے
گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور (۳۰) آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی ۰ اور اس وقت
ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں
گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ (۳۱) آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی ۰
اور نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اپنے برگزیدوں کو چاروں
طرف سے آسمان کے کنارے سے اس کنارے تک جمع کریں گے ۰

اِجماعِ اُمّت

علامہ سفارینی شرح عقیدہ سفارینیہ صـ۹۰ ج ۲ پر لکھتے ہیں۔

"اما الاجماع فقد اجمعت الامۃ علی نزولہ ولم یخالف فیہ احدٌ من اہل الشریعۃ وانما انکر ذلک الفلاسفۃ والملاحدۃ مما یعتد بخلافہ وقد انعقد اجماع الامۃ علی انہ ینزل ویحکم بہذہ الشریعۃ المحمدیۃ ولیس ینزل بشریعۃ مستقلۃ عند نزولہ من السماء وان کانت النبوۃ قائمۃ بہ وھو متصف بہا ویتسلم الامر من المہدی ویکون المہدی من اصحابہ واتباعہ کسائر اصحاب المہدی حتی اصحاب الکہف الذین ہم من اتباع المہدی کما مر۔"

شیخ اکبر قدس اللہ سرہ فتوحات مکیہ کے باب (۷۳) میں فرماتے ہیں۔

لا خلاف فی انہ ینزل فی اخر الزمان	اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ (عیسیٰ بن مریم) آخر زمانہ میں نازل ہوں گے۔

ابوحیان تفسیر بحر محیط اور النہر الماد میں لکھتے ہیں :۔ اجتمعت الامۃ علی ان عیسٰی حی فی السماء وانہ ینزل فی اخر الزمان علی ما تضمنہ الحدیث المتواتر صـ۴۷۳ الاج ۲

مرزا غلام احمد کا اقرار و اعتراف

"اس بات پر تمام سلف اور خلف کا اتفاق ہو چکا ہے کہ عیسٰی جب نازل ہوگا تو امت محمدیہ میں داخل ہوگا۔" ازالۃ الاوہام صـ۵۶۹ حصہ دوم، سطر ۶۔

دعوائے نبوت سے پہلے خود مرزا صاحب کا یہ عقیدہ تھا کہ آنے والا مسیح وہی عیسٰی ابن مریم رسول اللہ ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرے ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب اپنی الہامی کتاب میں لکھتے ہیں :۔

"اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاویں گے تو ان کے ہاتھ سے

دین اسلام جمیع آفاق میں پھیل جاوے گا۔" (براہین احمدیہ ص ۴۹۸ و ص ۴۹۹)

احادیث نزول عیسٰی بن مریم صلی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ وسلم

اس بارہ میں سب سے زیادہ جامع اور مکمل اور مفصل رسالہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی سابق مفتی دارالعلوم دیوبند کا ہے جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ مع حوالہ کتب احادیث نزول کو جمع فرمایا ہے میرے علم میں اب تک اس موضوع پر اس کتاب سے زیادہ جامع کوئی کتاب نہیں لکھی گئی یہ کتاب درحقیقت زہری وقت شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کا املاء ہے جس کو مولانا المحترم مفتی محمد شفیع صاحب نے مرتب فرما کر اہل اسلام کے لئے ایک گراں قدر علمی اور دینی تحفہ پیش کیا۔ جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیرا۔ اب ہم چند منتخب احادیث ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:۔

حدیث اوّل

عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابوھریرۃ واقرؤا ان

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک قریب ہے کہ تم میں عیسٰی بن مریم حاکم عادل کی حیثیت سے نازل ہوں گے یعنی شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلہ کریں گے اور وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کردیں گے اور جنگ کو ختم کردیں گے اور مال کی اتنی بہتات کردیں گے کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا اور (اس وقت) ایک سجدہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہو جائے گا۔

شتھم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیھم شھیدا۔

(رواہ البخاری ومسلم صـ ج ۱)

یعنی عبادت کا ذوق اور شوق دلوں میں اس درجہ پیدا ہو جائے گا کہ ایک سجدہ روئے زمین کی دولت سے زیادہ بہتر معلوم ہوگا۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضہ کہتے تھے کہ (اس کی تائید کے لئے) چاہو تو یہ آیت پڑھ لو وان من اھل الکتٰب الآیۃ

یعنی کوئی شخص اہل کتاب میں سے نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ ضرور بالضرور عیسٰی پر عیسٰی کی وفات سے پہلے ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن وہ (عیسٰیؑ) ان پر شاہد ہوں گے۔

حدیث دوم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم (رواہ البخاری ومسلم صـ ج ۱) وفی لفظۃ لمسلم فامکم وفی لفظۃ اخری فامکم منکم واخرجہ احمد فی مسندہ صـ ۳۳ ولفظہ کیف بکم اذا نزل الخ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری خوشی کا اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ عیسٰی بن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا یعنی امام مہدی تمہارے امام ہوں گے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام باوجود نبی اور رسول ہونے کے امام مہدی کا اقتداء کریں گے

ف اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی اور امام مہدی دو شخص الگ الگ ہیں۔ امام مہدی امامت کریں گے اور حضرت عیسٰی ان کی اقتداء کریں گے۔

حدیث سوم عن النواس بن سمعان رضہ قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدجال۔ الی ان قال فبینما ھو کذلک اذ بعث اللہ المسیح بن مریم فینزل عند

نواس بن سمعان سے مروی ہے کہ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا اور دیر تک اس کا حال بیان فرمایا (درمیان کا حصہ ہم نے چھوڑ دیا) اور پھر اخیر میں یہ فرمایا کہ لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ یکایک

المنارة البيضاء شرقی دمشق بین مہرودتین واضعا کفیہ علی اجنحة ملکین اذا طأطأ راسہ قطر واذا رفعہ تحدر منہ جمان کاللؤلؤ فلا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الا مات و نفسہ ینتہی الی حیث ینتہی طرفہ فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ الحدیث بطولہ۔

رواہ مسلم ص ۴۰۲ ج ۲ وابوداؤد ص ۱۳۵ ج ۲ والترمذی ص ۴۸ ج ۲ واحمد فی مسندہ ص ۱۸۱ ج ۴ وص ۱۸۲ ج ۴۔

دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر آسمان سے اس شان سے نازل ہوں گے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے ہوں گے۔ جب اپنے سر کو جھکائیں گے تو اس میں سے بوندیں ٹپکیں گی اور جب سر کو اٹھائیں گے تو اس سے موتی کے سے قطرے ڈھلیں گے اور جس کافر کو ان کے سانس کی ہوا لگے گی وہ مر جائے گا اور ان کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نظر پہنچے گی یہاں تک کہ وہ دجال کو دمشق کے باب لُد مقام پر پائیں گے اور اس کو قتل کر دیں گے۔ اس حدیث کو مسلم نے ص ۴۰۲ ج ۲ اور ابوداؤد نے ص ۱۳۵ ج ۲ اور ترمذی نے ص ۴۸ ج ۲ اور امام احمد نے مسند میں ص ۱۸۱ وص ۱۸۲ ج ۴ پر روایت کیا ہے۔

حدیث چہارم

وعن ابی ھریرۃ ؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس بینی وبین عیسیٰ نبی وانہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض بین ممصرتین کان راسہ

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ (عیسیٰ بن مریم) نازل ہونے والے ہیں پس جب تم ان کو دیکھو تو (ان علامتوں سے) ان کو پہچان لینا وہ ایسے شخص ہوں گے جن کا رنگ سرخی اور سفیدی کے درمیان

لہ اور میانہ قد اور سیاہ فام تھا جیسا کہ اسکے دیکھنے والوں کا بیان ہے اور اسکے فوٹو کے دیکھنے والے بیان کرتے ہیں ۱۲

يعقطر وان لم يصبه بلل فيقاتل الناس على الاسلام فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويهلك الله في زمانه الملل كلها الا الاسلام ويهلك المسيح الدجال فيمكث في الارض اربعين سنة ثم يتوفى فيصلي عليه المسلمون (رواه ابوداود ص۳۹ ج۲)

واخرجه احمد في مسنده وزاد فيه ويهلك الله في زمانه المسيح الدجال ثم يقع الامانة على الارض حتى ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان والغلمان بالحيات لا تضرهم فيمكث ماشاء الله ان يمكث ثم يتوفى فيصلي عليه المسلمون ويدفنونه۔

وقال الحافظ العسقلاني رواه ابوداؤد واحمد باسناد صحيح

فتح الباری ص۳۵۷ ج۶ باب نزول عيسى بن مريم۔

ہوگا دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے ان کا جسم ایسا شفاف ہوگا گویا ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے اگرچہ اس میں تری نہ پہنچی ہو پھر اسلام کے لئے لوگوں سے قتال کریں گے صلیب توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔ ان کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ سب مذہبوں کو مٹا دے گا سوائے اسلام کے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں مسیح دجال کو ہلاک کر دے گا پھر وہ (عیسیٰ بن مریمؑ) زمین پر چالیس سال رہیں گے اس کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے (یہ روایت ابوداؤد کی ہے اور امام احمد کی مسند میں اس کے ساتھ یہ اضافہ اور ہے) اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں مسیح دجال کو ہلاک کر دے گا اور امانت داری تمام روئے زمین پر قائم ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ ان کو نقصان نہ پہنچائیں گے پھر جب تک اللہ چاہے گا وہ زمین پر رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے (حافظ عسقلانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابوداؤد اور امام احمد نے روایت کیا ہے اور

اس کی اسناد صحیح ہے، فتح الباری صـ۳۵۷ ج۶ باب نزول عیسیٰ بن مریم۔

حدیث پنجم

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم و موسیٰ و عیسیٰ علیھم السلام فتذاکروا امر الساعۃ فردوا امرھم الی ابراھیم فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی موسیٰ فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی عیسیٰ فقال اما وجبتھا فلا یعلم بھا احد الا اللہ و فیما عھد الی ربی ان الدجال خارج و معی قضیبان فاذا رانی ذاب کما یذوب الرصاص

(مسند امام احمد مصنف ابن ابی شیبۃ سنن بیہقی)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شب معراج میں حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملا پھر انہوں نے قیامت کا تذکرہ کیا اور سب نے اپنے اس امر کی تحقیق کے لئے حضرت ابراہیم کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے کہا کہ مجھے قیامت کے وقت کا کوئی علم نہیں پھر سب نے حضرت موسیٰ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ مجھ کو قیامت کے وقت کا علم نہیں پھر انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے وقوع کا علم تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں مگر جو احکام مجھے دیئے گئے ہیں ان میں ایک بات یہ ہے کہ دجال نکلے گا اور اس وقت میرے ہاتھ میں دو لکڑیاں ہوں گی جب وہ مجھ کو دیکھے گا تو اس طرح پگھل جائے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔

حدیث ششم

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ انا ابوبکر۔ ابن اسحاق انا احمد بن ابراھیم

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہوگا تمہارا جب کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے

ثنا ابی بکیر ثنی اللیث عن یونس عن ابن شہاب عن نافع مولی ابی قتادۃ الانصاری قال ان ابا ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم و امامکم منکم

اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ (اسناد اس روایت کی صحیح ہے)

اور امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات صفحہ ۳۰۱ میں اس کو لکھا ہے۔

تنبیہ: اس روایت میں نزول کے ساتھ من السماء کا لفظ صراحۃً موجود ہے۔

حدیث ہفتم

عن ابن عباس مرفوعا قال الدجال اول من یتبعہ سبعون الفا من الیہود علیہم التیجان (الی قولہ) قال ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعند ذالک ینزل اخی عیسی بن مریم من السماء الی جبل افیق اماما هادیا وحکما عادلا علیہ برنس لہ مربوع الخلق اصلت سبط الشعر بیدہ حربۃ یقتل الدجال فاذا قتل الدجال تضع الحرب اوزارھا فکان السلم فیلقی الرجل الاسد فلا یھیجہ ویاخذ الحیۃ فلا تضرہ تنبت الارض کنباتھا علی عہد ادم ویؤمن بہ

حضرت ابن عباس رضؓ سے یہ مرفوع روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ دجال کے اولین اتباع کرنے والے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو سبز اونچی چادر اوڑھے ہوں گے (آگے چل کر) حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت میرے بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے افیق پہاڑ پر امام اور ہادی اور حاکم اور عادل ہو کر نازل ہوں گے اور ان پر ان کا برنس ہوگا۔ وہ متوسط القامت اور کھلے ہوئے بال والے ہوں گے۔ ان کے ہاتھ میں ایک نیزہ ہوگا جس سے دجال کو قتل کر دیں گے اور جب دجال کو قتل کر ڈالیں گے تو لڑائی بالکل ختم ہو جائے گی اور اس درجہ امن اور سکون ہو جائے گا کہ آدمی شیر کے سامنے آئے گا تو اس سے شیر غصہ میں نہ بھرے گا اور سانپ کو آدمی اٹھائے گا تو وہ اس کو نہ کاٹے گا اور زمین سے پیداوار حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ جیسی ہونے لگے گی اور

اهل الارض ويكون الناس اهل ملة واحدة ۔

(اسحٰق بن بشیر۔ کنز العمال ص۲۶۸ ج۷)

رو ئے زمین کے تمام لوگ ان پر (عیسٰی بن مریم) ایمان لے آئیں گے اور تمام لوگ ایک ملت (اسلامی) بن جائیں گے۔

(اسحٰق بن بشیر۔ کنز العمال ص۲۶۸ ج۷)

حدیث ہشتم عن ابی هريرة رض مرفوعًا ليهبطن عيسى بن مريم حكمًا و امامًا مقسطًا وليسلكن فجًّا حاجًا او معتمرًا او ليأتين قبري حتى يسلم على ولاردن عليه۔ (مستدرك حاكم)

حضرت ابوہریرہ رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عیسٰی بن مریم ضرور ضرور اتریں گے حاکم ہوکر اور سردار منصف ہوکر اور ضرور وہ سفر کریں گے حج یا عمرہ کے اور وہ ضرور آئیں گے میری قبر کے پاس اور ضرور وہ مجھے سلام کریں گے اور میں انکے سلام کا ان کو جواب دوں گا۔

حدیث نہم عن مجمع بن جارية رض عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يقتل ابن مريم الدجال بباب لد هذا حديث صحيح وفي الباب عن عمران بن حصين ونافع بن عيينة وابي برزة وحذيفة ابن اسيد وابي هريرة وكيسان وعثمان ابن ابي العاص وجابر وابي امامة وابن مسعود وعبد الله بن عمرو وسمرة بن جندب والنواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذيفة

حضرت مجمع بن جاریہ رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن مریم دجال کو باب لُد (دمشق میں ایک جگہ) میں قتل کریں گے یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس باب میں عمران بن حصین اور نافع بن عیینہ اور ابو برزہ اور حذیفہ بن اسید اور ابوہریرہ اور کیسان اور عثمان بن ابی العاص اور جابر اور ابو امامہ اور ابن مسعود اور عبد اللہ بن عمرو اور سمرہ بن جندب اور نواس بن سمعان اور عمرو بن عوف اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم سے حدیثیں منقول ہیں۔

(ترمذی ص۴۸ ج۲ ابواب الفتن باب ما جاء فی قتل عیسی ابن مریم الدجال)

حدیث دہم

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسًا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر۔

رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفا

کتاب الاذاعہ ص۲۷

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ آئندہ میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زمین پر اتریں گے (اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی اس سے پیشتر زمین پر نہ تھے بلکہ زمین کے بالمقابل آسمان پر تھے) اور نکاح کریں گے اور ان کے اولاد ہوگی اور پینتالیس برس زمین پر ٹھہریں گے پھر وفات پائیں گے اور میرے ساتھ قبر میں مدفون ہوں گے اور قیامت کو میں عیسٰی بن مریم کے ساتھ ابوبکر و عمر کے درمیان قبر سے اٹھوں گا۔ اس حدیث کو ابن جوزی نے کتاب الوفاء میں روایت کیا ہے۔

فَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

یہ دس حدیثیں مکمل ہوئیں

احادیث نبویہ

سرور عالم خاتم الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے قریب پیش آنے والے بہت سے واقعات کی خبر دی ہے جن میں نزول مسیح اور خروج دجال اور ظہور مہدی کی بھی خبر ہے۔

چونکہ حضرت مسیح کا نزول اور قتل دجال اور ظہور مہدی یہ واقعات نہایت اہم تھے اس لئے حضور پرنور نے جس صراحت اور وضاحت کے ساتھ ان ہر سہ امور کو بیان فرمایا شاید ہی کسی اور علامت قیامت کو اس تفصیل اور صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہو۔

نزول مسیح کے بارے میں جو احادیث منقول ہوئیں علاوہ غیر معمولی تواتر اور کثرت کے ان میں حقیقت نزول کی اس درجہ صراحت اور وضاحت کردی گئی کہ کسی ملحد اور زندیق کے لئے ذرہ برابر تاویل کی گنجائش نہیں رہی مثلاً احادیث میں حضرت مسیح کا نام اور لقب اور کنیت اور کیفیت ولادت اور والدۂ مطہرہ کا نام اور ان کی طہارت و نزاہت اور حضرت زکریا کی کفالت میں ان کی تربیت اور پھر حضرت مسیح کی صورت اور شکل اور قد و قامت اور ان کی نبوت و رسالت اور ان کے معجزات اور یہود بے بہبود کی دشمنی اور عداوت اور رفع الی السماء اور قیامت کے قریب ملک شام میں آسمان سے نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا اور نزول کے بعد چالیس پینتالیس سال دنیا میں رہنا اور نزول کے بعد نکاح کرنا اور اولاد کا ہونا۔ اور تمام روئے زمین پر اسلام کی حکومت قائم کرنا اور سوائے دین اسلام کے کسی مذہب کو قبول نہ کرنا۔ یہودیت اور نصرانیت کو یک لخت صفحۂ ہستی سے مٹا دینا اور لوگوں کے دلوں سے بغض اور کینہ کا نکل جانا اور مال پانی کی طرح بہا دینا اور صلیب کو توڑنا اور خنزیر کو قتل کرنا اور ہندوستان پر فوج کشی کے لئے لشکر روانہ کرنا اور حج بیت اللہ کرنا اور پھر مدینہ منورہ میں وفات پانا اور روضۂ اقدس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب مدفون ہونا اور اس کے سوا اور بھی علامتیں ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں بغرض اختصار صرف ان پر اکتفا کیا گیا۔

ناظرین ذرا انصاف تو فرمائیں

کہ کیا ان تصریحات کے بعد بھی کوئی ابہام اور اشتباہ باقی رہ گیا ہے اور کیا مرزائے قادیان میں ان میں سے کوئی ایک صفت بھی پائی جاتی ہے۔ اور دعوئے نبوت سے پہلے خود مرزا صاحب کا بھی یہی عقیدہ تھا جو تمام مسلمانوں کا ہے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ میں اس کی تصریح ہے۔

مرزائیوں کی تحریف

اور کیا ان تصریحات کے تحت اب بھی مرزائیوں کی اس تحریف کی کوئی گنجائش ہے کہ احادیث میں نزول مسیح سے مثیل مسیح مراد ہے۔

سبحان اللہ نزول سے تو ولادت کے معنی مراد ہو گئے اور مسیح سے مثیل مسیح مراد ہو گیا اور مریم سے مرزا صاحب کی ماں، چراغ بی بی مراد ہو گئی اور دمشق اور بیت المقدس اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا جو لفظ احادیث میں آیا ہے ان سب سے قادیان مراد ہو گیا کیونکہ قادیان ان سب کی سمت میں واقع ہے اور باب لُد جو کہ ملک شام میں ایک جگہ ہے اور جہاں حضرت مسیح دجال کو قتل کریں گے اس سے مرزا صاحب کے نزدیک لدھیانہ مراد ہو گیا اور قتل دجال سے مناظرہ میں کسی عیسائی کو شکست دینا مراد ہو گیا۔ سبحان اللہ کیا دیوانہ اس سے بڑھ کر کچھ اور کہہ سکتا ہے؟

نیز مرزا صاحب کو کرشن مہاراج ہونے کا بھی دعویٰ ہے اور کرشن مہاراج کافروں اور بت پرستوں کا اوتار ہے ظاہر ہے وہ مسیح بن مریم کے عین اور مثیل نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح کی صفات اور کرشن مہاراج کی صفات کا ایک ہونا قطعاً محال ہے۔

عدالت کی ایک نظیر اگر عدالت سے کسی شخص کے نام کوئی ڈگری ہو جاتی اور کوئی دوسرا شخص عدالت میں یہ دعویٰ دائر کرے کہ وہ ڈگری جس شخص کے نام ہوئی ہے اس سے وہ شخص حقیقۃً مراد نہیں بلکہ اس کا مثیل اور شبیہ مراد ہے اور وہ مثیل اور شبیہ میں ہوں اور اس کی جائے سکونت سے میری جائے سکونت مراد ہے کیونکہ میری جائے سکونت اس کی جائے سکونت کی سمت اور محاذات میں واقع ہے تو کیا عدالت اس دعویٰ کی سماعت کی اجازت دے سکتی ہے؟ **مقام حیرت ہے** کہ مکاتبات اور سرکاری مراسلات میں صرف نام اور معمولی پتہ کافی ہو جاتا ہے اور کسی

کو اشتباہ نہیں ہوتا لیکن حضرت مسیح بن مریم کے بارے میں باوجود ان بے شمار تصریحات
کے اشتباہ کی گنجائش لوگوں کو نظر آتی ہے اور قادیان کے ایک دہقان کی مرزہ سرائی
اور مجنونانہ بکواس کے سننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کسی نے خوب کہا دیوانہ گفت ابلہ
باور کرد۔ کوئی شخص کسی کے نام کا خط یا رجسٹری یہ کہہ کر وصول نہیں کر سکتا کہ میں مکتوب
الیہ کا شبیہ اور مثیل ہوں اور میرا مکان اسی سمت میں واقع ہے۔ مرزا صاحب اگر ڈاکیہ
سے کسی کے نام کی رجسٹری یہ کہہ کر وصول کر لیتے کہ میں اس مکتوب الیہ کا مثیل اور شبیہ ہوں
اسی وقت مسئلہ مماثلت کی حقیقت منکشف ہو جاتی **یا مثلاً کوئی یہ دعویٰ کرے**
کہ میں پاکستان کا گورنر جنرل ہوں اس لئے کہ قائد اعظم تو مر چکے ہیں اور میں ان کا
ظل اور بروز ہو کر آیا ہوں لہذا میرا حکم ماننا ضروری ہے۔ حق تو یہ ہے کہ مرزا صاحب اگر کسی
کا بروز ہو سکتے ہیں تو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا بروز ہو سکتے ہیں۔ اگر مرزا صاحب دعوائے
نبوت اور مسیحیت اور مہدویت میں صادق ہو سکتے ہیں تو دوسرے مدعیان نبوت اور مسیحیت
اور مہدویت جو مرزا صاحب سے پہلے گذر چکے یا آئندہ آئیں گے ان کے کاذب ہونے
کی کیا دلیل ہے اس کو بتلایا جائے۔

احادیث نزول کا تواتر نزول عیسیٰ بن مریم کی احادیث باجماع محدثین درجہ تواتر کو پہنچی ہیں اب ہم بطور نمونہ چند ائمہ حدیث و تفسیر
کی شہادتیں اس بارہ میں پیش کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ اخبر بنزول
عیسی علیہ السلام قبل یوم القیمۃ اماما عادلا وحکما مقسطا۔ اھ

اور علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں۔

ولا لقدح فی ذلک (ای ختم النبوۃ) ما اجتمعت علیہ الامۃ واشتہرت
فیہ الاخبار، ونطق بہ الکتاب علی قول ووجوب الایمان بہ وکفر منکرہ کالفلاسفۃ

من نزول عیسیٰ علیہ السلام فی اٰخر الزمان لانہ کان نبیا قبل تحلی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بالنبوۃ فی ھذہ النشأۃ اھ

اور حافظ عسقلانی نے فتح الباری اور تلخیص الحبیر میں تصریح کی ہے یہ کہ حدیث نزول کی متواتر ہے۔ کذا فی عقیدۃ الاسلام صلا۔

علامہ شوکانی اپنی کتاب توضیح میں لکھتے ہیں :۔

وجمیع ماسقناہ بالغ حد التواتر کما لا یخفی علی من لہ فضل اطلاع فتقرر بجمیع ماسقناہ فی ھذا الجواب ان الاحادیث الواردۃ فی المھدی المنتظر متواترۃ والاحادیث الواردۃ فی الدجال متواترۃ والاحادیث الواردۃ نزول عیسیٰ متواترۃ۔

مرزائے قادیان کی جسارت

مرزائے قادیانی نے اوّل تو یہ کوشش کی کہ نزول مسیح کی روایتوں پر کوئی جرح کرے مگر جب گنجائش نہ ملی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر زبان طعن دراز کی اور بے تحاشا یہ کہہ دیا کہ وہ (یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) ایک غبی شخص تھا۔ (دیکھو اعجاز احمدی صـ۵۶و۹۹) اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق یہ کہہ دیا کہ وہ ایک معمولی انسان تھا۔ (دیکھو اعجاز احمدی صـ) سبحان اللہ مرزا صاحب اور ان کے صحابہ تو بڑے ذکی اور سمجھ دار ہیں اور بڑے غیر معمولی انسان ہیں۔ بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام مرزا صاحب کے برابر کہاں سمجھ سکتے ہیں۔

مگر جب علماء اسلام نے احادیث نزول کا ایک بے پایاں دفتر پیش کر دیا تو مرزا صاحب جھنجلا کر کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ منکشف نہ ہوئی تھی۔ ازالۃ الاوہام صـ۵۹۶

مطلب یہ ہوا کہ سبحان اللہ مسیح موعود اور دجال کی صحیح حقیقت کو مرزا صاحب تو سمجھ گئے مگر معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح نہ سمجھے کہ بجائے مرزا غلام احمد کی ولادت

کہ عیسٰی بن مریم کا نزول سمجھ گئے اور کسی حدیث میں یہ نہ فرمایا کہ نزول مسیح سے قادیان ضلع گورداسپور میں مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ کا آنا مراد ہے بلکہ ساری عمر یہی فرماتے رہے کہ عیسٰی بن مریم جن کو اللہ تعالیٰ نے انجیل عطا فرمائی وہ قیامت کے قریب دمشق کی جامع مسجد کے منارۂ شرقی پر آسمان سے اتریں گے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضورؐ کے اس بیان سے ساری امت گمراہی میں مبتلا ہوگئی اور ابن چراغ بی بی کو چھوڑ کر ابن مریم کے خیال میں محو ہوگئی حتی کہ چراغ بی بی کے بیٹے کو بصد حسرت یہ شعر کہنے کی نوبت آئی ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور مسلمان یہ پڑھتے ہیں ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک — کجا عیسٰی کجا دجال ناپاک

(ایک طرفہ) طرفہ یہ ہے کہ مرزا صاحب جن مسیح بن مریم کے مثیل اور شبیہ ہونے کے مدعی ہیں دل کھول کر ان کو مغلظ گالیاں بھی دیتے ہیں اور ایسی تہمتیں لگاتے ہیں کہ جو آج تک کسی یہودی نے بھی نہیں لگائیں ہم میں تو ان گالیوں کے نقل کی بھی ہمت نہیں ان کے تصور سے بھی دل کانپتا ہے کسی کا دل چاہے تو مرزائیوں سے اور مرزا صاحب کی کتابوں سے اس کی تصدیق کرے سب کو معلوم ہیں۔

مسیح موعود کی صفات اور علامات

حق جل شانہ کے فضل اور رحمت اور اس کی توفیق اور عنایت سے امید واثق ہے کہ آیات شریفہ اور احادیث مذکورہ بالا سے ناظرین اور قارئین پر مسیح موعود کی حقیقت اور اس کے نزول کی کیفیت پوری طرح واضح ہوگئی ہوگی لیکن اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ مسیح موعود کی صفات اور علامات کو ایسی خاص ترتیب کے ساتھ پیش کریں کہ جس سے ناظرین کرام کو مسیح آسمانی اور مرزائے قادیانی کا فرق آنکھوں سے نظر آجائے۔

مرزا صاحب کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مسیح بن مریم وفات پا گئے اس لیے میں غلام احمد باشندہ قادیان مسیح ہو سکتا ہوں۔ یہ دلیل بعینہ ایسی دلیل ہے کہ کوئی شخص دعویٰ کرے کہ شہنشاہ انگلستان کا انتقال ہو گیا اس لئے میں ان کے قائم مقام ہو سکتا ہوں۔ بے شک عقلاً سب کچھ ممکن ہے لیکن مدعی کے لئے بادشاہ کی صفات اور خصوصیات کا حامل ہونا بھی ضروری ہے محض کسی بادشاہ کے مرجانے کو اپنی بادشاہت کے لئے دلیل بنانا مضحکہ خیز ہے اور جو ایسے دلائل سننے پر آمادہ ہو وہ بھی اسی حکم میں ہے۔

احادیث مذکورہ بالا سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ آنے والے مسیح سے وہی عیسیٰ بن مریم رسول اللہ مراد ہیں جن کی ولادت اور نبوت اور معجزات کے واقعات قرآن کریم میں مذکور ہیں ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص مراد نہیں کہ جو ان کا مثیل اور شبیہ ہو۔ عہد صحابہ اور تابعین سے لے کر اس وقت تک پوری امت کے علماء اور صلحاء اور مجددین نے یہی سمجھا اور یہی عقیدہ رکھا کہ نزول مسیح سے اسی مسیح بن مریم کا نزول مراد ہے کہ جو نبی کریم علیہ السلام سے چھ سو برس پہلے بنی اسرائیل میں نبی بنا کر بھیجے گئے اور جن پر انجیل نازل ہوئی اور مریم عذراء کے بطن سے بغیر باپ کے نفخہ جبریل سے پیدا ہوتے جن کا مفصل قصہ قرآن کریم میں مذکور ہے

مرزائیوں سے ایک سوال

کیا کوئی مرزائی کسی حدیث یا صحابی یا تابعی یا امت محمدیہ میں سے کسی عالم کا کوئی قول پیش کر سکتا ہے کہ قرآن وحدیث میں جس مسیح بن مریم کے نزول کی خبر دی گئی ہے اس سے مراد مرزا غلام مرتضیٰ کا بیٹا غلام احمد ہے جو چراغ بی بی کے پیٹ سے قادیان میں پیدا ہوا۔ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوتے اور مرزا غلام احمد کا باپ غلام مرتضیٰ موجود تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اور پھر ابوہریرہؓ کا حدیث نزول کو روایت کر کے بطور استشہاد آیت کا پڑھنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصود انہیں

مسیح ابن مریم کے نزول کو بیان کرتا ہے جن کے بارے میں یہ آیت اتری کوئی دوسرا مسیح مراد نہیں۔ امام بخاری اور دیگر ائمہ حدیث و تفسیر کا احادیث نزول کے ساتھ سورۂ مریم اور آل عمران اور سورۂ نساء کی آیات کو ذکر کرنا بھی اس امر کی صریح دلیل ہے۔ کہ احادیث میں انہی عیسیٰ بن مریم کا نزول مراد ہے جن کی توفی اور رفع الی السماء کا قرآن کریم میں ذکر ہے قرآن اور حدیث میں جہاں مسیح بن مریم کا ذکر آیا ہے دونوں جگہ ایک ہی ذات مراد ہے

بے مثال جھوٹ

مرزا اور مرزائیوں کا یہ دعویٰ کہ آنے والے مسیح بن مریم سے مرزا غلام احمد پنجابی مراد ہے ایسا سفید جھوٹ ہے کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں۔

مرزائی جماعت سے ایک اور سوال

جب آپ کے نزدیک حقیقۃً مسیح کا آنا مراد نہیں بلکہ مثیل اور شبیہ کا آنا مراد ہے تو خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے جن لوگوں نے نبوت اور مسیحیت کا دعویٰ کیا ان کے کاذب ہونے کی کیا دلیل ہے۔ آپ کے نزدیک مرزا سے پہلے جن لوگوں نے نبوت اور مسیحیت کے دعوے کئے وہ بھی جھوٹے تھے اور جنہوں نے مرزا کے بعد نبوت اور مسیحیت کے دعوے کئے وہ بھی جھوٹے۔ ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل بیان کیجئے۔ جس دلیل سے یہ سب مدعی جھوٹے ہیں اسی دلیل سے آپ بھی جھوٹے ہیں اور جس دلیل سے آپ سچے ہیں اسی دلیل سے یہ بھی سچے ہیں بلکہ مرزا صاحب کا مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ اور اقرار اس امر کی واضح دلیل ہے کہ مرزا صاحب اپنے اعتقاد میں بھی اصلی مسیح نہیں بلکہ نقلی اور جعلی مسیح ہیں اور نقلی اور جعلی چیز جھوٹی اور کھوٹی ہوتی ہے اور جعلی سکہ کو قبول کرنا دانشمند کا کام نہیں۔

مرزا صاحب کو یقین کامل تھا کہ میں اصلی مسیح نہیں اس لئے اپنے کو مثیل مسیح بتلاتے تھے اور پھر طرہ یہ کہ اس نقلی اور جعلی کو اصل سے افضل اور اکمل بتلاتے تھے۔

اب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چند صفات اور علامات کو ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں تاکہ ناظرین بخوبی یہ معلوم کرسکیں۔ کہ مرزائے قادیان کا یہ دعویٰ کہ میں مثیل مسیح ہوں اگر صحیح ہے تو مرزا صاحب اپنے میں ان صفات اور علامات کا ہونا ثابت کریں جو آنے والے مسیح کی احادیث میں مذکور ہیں۔

الفاظ حدیث اور ان کا مطلب	مرزائے آں جہانی پر ان کا انطباق
عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے دراں حالیکہ وہ حاکم اور عادل ہوں گے شریعت محمدیہ کے موافق فیصلہ کریں گے۔	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں آنے والے مسیح کے اوصاف بیان فرمائے۔ پہلا وصف یہ کہ وہ ابن مریم ہوگا۔ یعنی اس مریم کا بیٹا ہوگا جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور مرزائے آں جہانی غلام مرتضیٰ کا بیٹا تھا جو چراغ بی بی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ لہذا یہ کہنا کہ ابن مریم کے نزول سے ابن غلام مرتضیٰ قادیانی کی پیدائش مراد ہے حدیث کے ساتھ تمسخر ہے۔ دوسرا اور تیسرا وصف اس آنے والے مسیح کا یہ بیان فرمایا کہ وہ دنیا کا حاکم اور عادل ہوگا۔ مرزا صاحب کو قادیان جیسے گاؤں کی بھی حکومت حاصل نہ تھی اہل صلیب کے محکوم اور دعاگو تھے (اور علیٰ ہذا) عدل اور انصاف پر قادر بھی نہ تھے۔ جب کبھی مرزا صاحب پر کہیں کوئی ظلم ہوتا تو اس کے عدل وانصاف کے لئے انگریزی عدالت میں عدل وانصاف کی درخواست پیش کرتے اور گورداسپور کے حکام سے ملتے اور کچہری میں جاکر ادب سے ان کو سلام کرتے اور صلیب پرستوں کا ٹکہ اور انکا سکہ استعمال کرتے۔

فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر۔
یعنی وہ مسیح نازل ہو کر صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ یعنی آپ کے دورِ حکومت میں عیسائیت اور یہودیت کا خاتمہ ہو جائے گا اور کوئی صلیب پرست اور خنزیر خور باقی نہ رہے گا۔ خنزیر کے قتل کو خاص طور پر اس لئے ذکر فرمایا کہ تمام جانوروں میں خنزیر بے حیائی اور بے غیرتی میں مشہور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو قومیں خنزیر کھاتی ہیں وہ بھی بے حیائی اور بے غیرتی میں مشہور ہیں حضرت مسیح کی آمد کی برکت سے زمین سے بے غیرتی اور بے حیائی نیست اور نابود ہو جائے گی۔ بے غیرتی اور بے حیائی اور اس قسم کے عیش و عشرت کے سامان سب ختم فرما دیں گے

تنبیہ: جاننا چاہئے کہ بے غیرت آدمی کبھی بہادر نہیں ہوتا جب بے غیرتی آتی ہے دل سے شجاعت نکل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جنگ عظیم میں گوروں کی فوج اس شجاعت کے ساتھ نہ لڑ سکی جو مسلمانوں کی فوجوں نے جاپان اور جرمن کے مقابلہ میں بہادری دکھلائی۔ بہادر تو مسلمان ہی ہے۔ صاحب بہادر بہادر نہیں اس کے پاس سامان بہت ہے۔ ایک کمزور لڑکی جس کے پاس رائفل ہو ایک نہتے فوجی جرنیل پر گولی چلا سکتی ہے مگر بہادر نہیں کہلا سکتی۔

مرزا صاحب کی آمد سے صلیب اور صلیب پرستوں کو ذرہ برابر کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں تثلیث پرستی کے ستون کو توڑنے آیا ہوں مگر وہ ستون مرزا صاحب کی آمد سے ٹوٹنا تو کیا اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گیا اور مرزا صاحب مع اپنی تمام امت کے اس کی مضبوطی کے لئے دعا کرتے رہے۔

ویضع الحرب

اور وہ مسیح آکر لڑائی کو اٹھا دے گا۔ اور ایک روایت میں ہے ویضع الجزیۃ یعنی جزیہ کو اٹھا دے گا۔ یعنی سب

مرزا صاحب دوسروں کا جزیہ تو کیا اٹھاتے وہ اپنا ہی جزیہ نہ اٹھا سکے۔ ساری عمر نصاریٰ کے باج

مسلمان ہو جائیں اور کوئی کافر اور ذمی باقی نہ رہے گا جس پر جزیہ اور خراج لگایا جائے۔

فائدہ ۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاد اور جزیہ کو منسوخ نہیں فرمائیں گے بلکہ اس وقت جہاد اور جزیہ کی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی کیونکہ اس وقت کوئی کافر ہی نہ رہے گا جس سے جہاد کیا جائے اور جزیہ لیا جائے۔ منسوخ تو جب ہوتا کہ کافر باقی رہتے اور پھر ان سے جہاد اور جزیہ اٹھا لیا جاتا۔

نیز اس وقت جہاد اور جزیہ کا ختم ہو جانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا حکم ہے۔ حضرت عیسیٰ کا حکم نہیں حضرت مسیح نازل ہونے کے بعد شریعت محمدیہ کے اس حکم کو جاری اور نافذ فرما دیں گے۔

ویفیض المال حتی لا یقبله احد

اور مال کو پانی کی طرح بہادیں گے۔ یعنی حضرت مسیح کے زمانہ میں مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ سب غنی ہو جائیں گے اور کوئی صدقہ اور خیرات کا قبول کرنے والا نہ ملے گا۔

گذار رہے اور اپنا افلاس ظاہر کر کے انکم ٹیکس کی معافی کی التجا کرتے رہے۔

مرزا صاحب کے زمانہ میں اس کے برعکس ہوا۔ مرزا صاحب قادیان میں پیدا ہوئے ہندوستان سے اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا اور مسلمان غریب اور فقیر ہوتے حتیٰ کہ مرزا صاحب بھی لوگوں سے اپنے مکان اور لنگر خانہ اور پریس اور کتب خانہ کے لئے چندہ مانگنے پر مجبور ہوئے۔

حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیہا
یعنی حضرت مسیح کے زمانہ میں عبادت ایسی لذیذ ہو جائے
گی کہ ایک سجدہ کی لذت کے مقابلہ میں دنیا و ما فیہا کی دولت
حقیر معلوم ہوگی۔ یا یہ معنی ہیں اس زمانہ میں اللہ کا تقرب
حاصل کرنے کا ذریعہ صرف سجدہ اور عبادت رہ جائے گا صدقہ
اور زکوٰۃ کا ذریعہ ختم ہو جائے گا اس لئے کہ سب غنی ہو جائیں
گے صدقہ لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔

ثم یقول ابوھریرۃ واقرأوا ان شئتم وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ
الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ
يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۔

ابوہریرہؓ حضرت مسیح بن مریم کے نزول کی حدیث بیان
کرنے کے بعد حاضرین مجلس سے فرماتے کہ تم نزول مسیح

مرزا صاحب کے زمانہ میں خدا
پرستی کے بجائے دنیا پرستی اور
زر پرستی کا غلبہ ہوا حتی کہ مرزا
صاحب کا گھرانہ عشرت کدہ بنا
اور ابھی مرزا صاحب کے خلیفہ
راشد مرزا محمود زندہ ہیں ان کے
گھرانہ کو جا کر دیکھ لو۔ فرنگی کی معاشرت
اور ان کی معاشرت اور سامان
عیش و عشرت میں کوئی فرق نہ
پاؤ گے اور خداوند ذوالجلال سے
غفلت کے جملہ سامان تم کو نظر
آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو
اس شر اور فتنہ سے محفوظ رکھے
آمین ثم آمین ؂

گرچہ درویشی بود سخت اے پسر
ہم ز درویشی نباشد خوب تر

اس آیت شریفہ کا خلاصہ یہ ہوا
کہ حضرت مسیح کے زمانہ میں تمام
لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں
گے۔ مرزا صاحب کے زمانہ میں
اس کے برعکس ہوا۔ یہود و نصاریٰ

کے بارے میں قرآن کریم سے شہادت چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو
وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ یعنی حضرت مسیح کے
نزول کے بعد یہود اور نصاریٰ میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہ
رہے گا کہ جو حضرت مسیح پر حضرت مسیح کی وفات سے پہلے ایمان
نہ لے آئے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی تھی ختم ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ حضرت مسیح کے زمانہ میں تمام یہود اور نصاریٰ
اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔

تو کیا اسلام میں داخل ہوتے جو
پچاس کروڑ مسلمان دنیا میں موجود
تھے مرزا صاحب کے آنے کے
بعد وہ بھی اسلام سے خارج ہو
گئے اور سوائے چند ہزار قادیانیوں
کے روئے زمین پر کوئی مسلمان
باقی نہ رہا۔

مرزا صاحب کے ہاتھ پر اتنے
لوگ بھی مسلمان نہ ہوتے جتنا کہ
شیخ عبدالقادر جیلانی رح اور خواجہ
معین الدین اجمیری رح کے ہاتھ
پر مسلمان ہوئے۔ ہندوستان تو
سارا کفرستان تھا اولیاء اللہ اور
علماء اور صلحاء کے مواعظ سے کروڑ ہا
ہندو مسلمان ہوئے مگر مرزا صاحب
کی ذات سے اسلام کو کوئی فائدہ
نہ پہنچا مرزا صاحب کی وجہ سے
ہندو اور عیسائی تو مسلمان نہ ہوتے
البتہ بہت سے مسلمان مرتد ہو
گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مرزا صاحب کا اپنے اقرار کے بموجب کاذب ہونا

اس متفق علیہ حدیث کی بناء پر تو آپ نے دیکھ لیا کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔ اب یہ دیکھیے کہ مرزا صاحب اپنے صریح اقرار اور قول کے موجب بھی مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔ مرزا صاحب کا مقولہ ہے کہ "میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑنے کے لئے آیا ہوں اور اس لئے کہ بجائے تثلیث پرستی کے توحید کو پھیلاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان کو ظاہر کروں پس اگر مجھ سے کروڑوں نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود کو کرنا چاہیئے تھا تو میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور مر گیا تو سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔" یہ مضمون اخبار البدر مورخہ ۱۹ر جولائی ۱۹۰۶ء میں ہے اور اس کی مزید تائید اسی اعلان کے حاشیہ صـ۲ و صـ۳ سے ہوتی ہے جو حقیقۃ الوحی کے آخر اور تتمہ سے پہلے ہے اس کی عبارت یہ ہے "میں کامل یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جب تک وہ خدمت جو اس عاجز کے حصے میں مقرر ہے پوری نہ ہو اس دنیا سے اٹھایا نہ جاؤں گا کیونکہ خدائے تعالیٰ کے وعدے اٹل ہوتے ہیں اور اس کا ارادہ نہیں رک سکتا" پھر اس حاشیہ کے شروع میں یہ بھی ہے کہ "میرا یہ اعلان میری طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔"

بے شک

یہ اعلان من جانب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر آپ کی حقیقت واضح کرنے کے لئے واضح اور صریح اعلان آپ کی زبان اور قلم سے کرایا ہے تاکہ مسلمان عموماً اور مرزائی خصوصاً مرزا صاحب کے صدق اور کذب کو مرزا صاحب کے قول کے موجب بھی جانچ لیں۔
الحمد للہ۔ مرزا صاحب دنیا سے چلے گئے اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ تثلیث پرستی کا ستون ٹوٹنا تو کیا اپنی جگہ سے بھی نہ ہلا۔ اسلام کو کوئی غلبہ نہ ہوا بلکہ اس کے برعکس

عیسائیوں کو ترقی اور عروج ہوا اور اسلامی حکومتیں ختم ہوئیں اور جہاں جہاں مسلمان تھے وہ نصاریٰ کے محکوم اور تختۂ جور و جفا بنے اور مرزائی امت تو نصاریٰ کی زرخرید غلام ہی بن گئی جس کا فریضۂ دینی اور دنیوی نصاریٰ کی شکرگذاری اور دعاگوئی ہو گیا۔

غور تو کیجئے کہ تیرہ سو سال سے جس مسیح کی آمد کی خوشخبری مسلمانوں کے کانوں میں گونج رہی ہے معاذ اللہ کیا وہ ایسا ہی مسیح ہے کہ جو صلیب پرستوں اور اسلامی حکومتوں کے دشمنوں کا مداح اور ثناخواں ہو اور ان کے شکر اور دعاہیں مع اپنی تمام امت کے رطب اللسان ہو اور اسلامی حکومتوں کے زوال پر چراغاں کرنے والا ہو اور مسلمانوں کے قاتلوں کو مبارک باد کے تار دینے والا ہو۔ مسیح کا کام تو کفر کی حکومت کو ختم کرنا ہے نہ کہ دشمنان اسلام کی تائید اور حمایت کرنا اور ان کی بقاء اور ترقی کے لئے دل و جان سے دعا کرنا اور ان کے سایہ کو سایۂ رحمت سمجھنا۔

مرزائیو! خدارا غور کرو اور اپنے اوپر رحم کرو

اپنے ایمان کی حفاظت کرو اور ایک جھوٹے کے پیچھے اپنی عاقبت نہ خراب کرو اور ان احادیث کو پڑھو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آنے والے مسیح کے نشانات اور علامات بتلائی ہیں ان میں غور کرو کہ ان کا کوئی شمہ اور شائبہ بھی مرزا صاحب میں پایا جاتا ہے حاشا و کلا۔ بلکہ معاملہ برعکس ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی مسیح موعود کی علامت اور نشانی بتلائی ہے مرزا صاحب میں وہ نشانی صرف مفقود ہی نہیں بلکہ اس کی ضد اور صریح نقیض ان میں موجود ہے۔

حضرت مسیح بن مریم کی صفات	مرزائے آنجہانی کی جانچ و پڑتال
اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے	مرزا صاحب کی آمد کے بعد مسلمانوں میں جس قدر اخلاق رذیلہ کی زیادتی ہوئی ہے وہ لوگوں کے سامنے ہے عیاں راچہ

بیان۔

یعنی مسیح کی آمد کے بعد مسلمانوں کے دل کینہ اور عداوت اور حسد سے پاک ہو جائیں گے۔

یہ حضرت مسیح کی آمد کی دسویں نشانی ہے۔ اور یہ حدیث مسند احمد اور سنن ابی داؤد وغیرہ میں بھی ہے۔

۱۱۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی گیارھویں نشانی یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام دمشق الشام کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پہ آسمان سے نازل ہوں گے جیسا کہ پہلے حدیث سوم میں گذر چکا۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ نزول مسیح بن مریم سے مجازاً مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضٰی کی قادیان میں ولادت مراد ہے۔ مگر منارہ سے حقیقی معنی مراد ہیں اس لئے مرزا صاحب نے نازل ہونے کے بعد چندہ کر کے قادیان میں ایک منارہ تعمیر کرایا جس کا نام منارۃ المسیح رکھا۔ سبحان اللہ نزول تو پہلے ہو گیا اور منارہ بعد میں چندہ اکٹھا کر کے تعمیر کرایا گیا۔ جیسا کہ کسی کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک شخص قضاء حاجت کرنے کے لئے پانی کا برتن لے کر چلا۔ برتن کی تلی میں سوراخ تھا اس لئے طہارت تو پہلے کر لی اور قضاء حاجت بعد میں کی اسی طرح مسیح قادیان تو پہلے نازل ہو گئے اور منارہ بعد میں بنوایا کہ آخر کہاں تک حدیثوں میں تاویل کروں اور ساری باتوں کو مجاز پر محمول کروں۔ سوائے منارہ بنانے کے اور کوئی شے قدرت میں

	نظر نہ آئی۔ اس لئے حدیث میں صرف منارہ کا لفظ حقیقی معنی میں رہ گیا اور باقی سب مجاز اور استعارہ۔
حدیث میں ہے کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہونے کے بعد دجال کو باب لُدّ پر قتل کریں گے۔	مرزا صاحب کے نزدیک باب لد پر قتل کرنے سے لدھیانہ میں کسی کافر کو مناظرہ میں شکست دینا مراد ہے۔
لُدّ ملک شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔	
حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حج اور عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آئیں گے اور پھر مدینہ آئیں گے اور میری قبر پر حاضر ہو کر مجھ پر سلام کریں گے	مرزا صاحب نے نہ حج کیا اور نہ عمرہ اور نہ مدینہ منورہ میں حاضری نصیب ہوئی۔
حدیث میں ہے کہ نزول کے بعد چالیس سال زندہ رہیں گے۔	مرزا صاحب دعوائے نبوت کے بعد چند سال زندہ رہے۔
مدینہ منورہ میں وفات پائیں گے اور روضۂ اقدس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب مدفون ہوں گے۔	مرزا صاحب قادیان میں مرے اور وہیں دفن ہوئے۔

اے **مسلمانو!** مسیح موعود کی یہ علامتیں جو احادیث میں تم نے پڑھ لی ہیں اور یہ بھی دیکھ لیا کہ ان میں سے مرزا صاحب میں کوئی علامت بھی نہیں پائی جاتی اور ان صریح احادیث میں مرزائی جو تاویلیں اور تحریفیں کرکے ان احادیث کو مرزا صاحب پر منطبق کرنا چاہتے ہیں تو ایسی تاویلوں سے جس کا جی چاہے مسیحیت کا دعویٰ کرے اور اس سے بھی بڑھ کر آیات اور احادیث کو اپنے اوپر منطبق کرے اور جس کا جی چاہے ایسے ہوا پرستوں پر ایمان لائے نواب بے ملک اور فرعون بے سامان ایسے ہی لوگوں کی مثال ہے۔

ضمیمہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے

تمام امت محمدیہ کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے۔ حضرت عیسیٰ کی شریعت کا اتباع ان کے رفع الی السماء تک محدود تھا۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تمام جن وانس پر شریعت محمدیہ کا اتباع واجب ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ اور رسول ہوں گے مگر ان کا نزول نبی اور رسول ہونے کی حیثیت سے نہ ہوگا بلکہ شریعت اسلامیہ اور امت محمدیہ کے ایک مجدد ہونے کی حیثیت سے ہوگا۔ نزول کے بعد انجیل کا اتباع، نہیں فرمائیں گے بلکہ کتاب وسنت کا اتباع فرمائیں گے۔

حافظ عسقلانی ینزل عیسیٰ بن مریم حکماً عدلاً کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

ای حاکما والمعنی انہ ینزل حاکما بھذہ الشریعۃ فان ھذہ الشریعۃ باقیۃ لا تنسخ بل یکون عیسیٰ حاکما من حکام ھذہ الامۃ ۔ فتح الباری ص۳۵۴ ج ۲

وقال النووی فی شرح مسلم لیس المراد بنزول عیسیٰ انہ ینزل بشرع ینسخ شرعنا ولا فی الاحادیث شیء من ھذا بل صحت الاحادیث بانہ ینزل حکما مقسطا یحکم بشرعنا ویحیی من امور شرعنا ما ھجرہ الناس ومن الاحادیث الواردۃ فی ذلک ما اخرجہ احمد والبزار والطبرانی من حدیث سمرۃ عن رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم قال ینزل عیسی بن مریم مصدقا بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ملتہ فیقتل الدجال ثم انما ھو قیام الساعۃ. واخرج الطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی البعث بسند جید عن عبد اللہ بن مغفل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبث الدجال فیکم ما شاء اللہ ثم ینزل عیسی بن مریم مصدقا بمحمد وعلی ملتہ اماما مھدیا وحکما عدلا فیقتل الدجال" واخرج ابن حبان فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ینزل عیسی بن مریم فیؤمھم فاذا رفع راسہ من الرکعۃ قال سمع اللہ لمن حمدہ قتل اللہ الدجال واظھر المومنین۔

ووجہ الاستدلال من ھذا الحدیث ان عیسی یقول فی صلوتہ یومئذ سمع اللہ لمن حمدہ وھذا الذکر فی الاعتدال من خواص صلوۃ ھذہ الامۃ کما ورد فی حدیث ذکرتہ فی کتاب المعجزات والخصائص واخرج ابن عساکر عن ابی ھریرۃ قال یھبط المسیح ابن مریم فیصلی الصلوات ویجمع الجمع" فھذا صریح فی انہ ینزل بشرعنا لان مجموع الصلوات الخمس وصلوۃ الجمعۃ لم یکون فی غیر ھذہ الملۃ واخرج ابن عساکر من حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف تھلک امۃ انا اولھا وعیسی ابن مریم آخرھا کذا فی الاعلام بحکم عیسی علیہ السلام للحافظ السیوطی ص۲۹۴ ج ۲ من الحاوی۔

یہ شیخ جلال الدین سیوطی رح کی عبارت ہے جن میں ان روایات کو ذکر فرمایا ہے جن میں اس امر کی تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شریعت محمدیہ کے متبع ہوں گے اور آپ ہی کی شریعت کے مطابق نماز اور جمعہ اور دیگر عبادات ادا فرمائیں گے۔

شیخ محی الدین بن عربیؒ نے فتوحات مکیہ کے باب ۳۱۲ میں لکھا ہے کہ نبوت کا دروازہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بند کر دیا گیا اب کسی کو یہ بات میسر نہیں کہ کسی شریعت منسوخہ سے خدا کی عبادت کرے اور عیسیٰ علیہ السلام جس وقت اتریں گے تو اسی شریعت محمدیہ پر عمل کریں گے۔ اھ۔

اور امام ربانی شیخ مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نزول فرمائیں گے تو حضرت خاتم الرسلؐ کی شریعت کی متابعت کریں گے۔ مکتوبات ص ۱۳۶ دفتر سوم مکتوب ۱۷۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو احکام شریعت کا علم کس طرح ہوگا

شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اسی سوال کے جواب میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام "الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام" ہے جو مصر میں طبع ہوا ہے حضرات اہل علم اصل رسالہ کی مراجعت فرمائیں۔ ہم بطور خلاصہ کچھ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

شیخ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ بروز پنج شنبہ ۲ جمادی الاولیٰ ۸۸۹ھ میں مجھ سے سوال کیا گیا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد کس شریعت کے مطابق حکم کریں گے آیا اپنی شریعت کے مطابق حکم کریں گے یا شریعت محمدیہ کے مطابق۔ اور اگر شریعت محمدیہ کے مطابق حکم دیں گے تو آپ کو شریعت محمدیہ کے احکام کا علم کیسے ہوگا؛ اور کیا ان پر وحی نازل ہوگی یا نہیں اور اگر وحی نازل ہوگی تو وحی الہام ہوگی یا وحی ملکی ہوگی یعنی بذریعہ فرشتہ کے وحی نازل ہوگی۔ یہ تین سوال ہوئے۔ اب ہم بالترتیب جواب ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

سوال اوّل اور اس کا جواب

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے تفصیل اس جواب کی گذر گئی۔

سوال دوم اور اس کا جواب

دوسرا سوال یہ تھا کہ نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شریعت محمدیہ کے احکام کا علم کس طرح ہوگا؟ شیخ جلال الدین سیوطی ؒ نے اس کے چار طریقے ذکر فرماتے ہیں جن کو ہم اختصار اور وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

طریقہ اوّل[علہ] جس طرح ہر نبی اور رسول کو بذریعۂ وحی اپنی شریعت کا علم ہوتا ہے اسی طرح ہر نبی کو بذریعہ وحی کے انبیاء سابقین اور لاحقین یعنی گذشتہ اور آئندہ انبیاء کی شریعتوں کا علم بھی ہوتا ہے جبریل علیہ السلام کی زبانی یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں پیغمبر پر فلاں کتاب نازل ہوئی اور فلاں نبی پر فلاں کتاب نازل ہوئی اور توریت اور انجیل اور زبور میں تو خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ کی کتاب اور آپ کی شریعت

علہ قال السیوطی الطریق الاول ان جمیع الانبیاء قد کانوا یعلمون فی زمانہم بجمیع شرائع من قبلہم ومن بعدہم بالوحی من اللہ علی لسان جبریل او بالتنبیہ علی بعض ذلک فی الکتاب الذی انزل علیہم والدلیل علی ذلک انہ ورد فی الاحادیث والاثار ان عیسی علیہ السلام بشر امتہ بمجیئ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واخبرہم بجملۃ من شریعتہ یاتی بہا تخالف شریعۃ عیسی وکذالک ورد فی موسی وداؤد علیہما السلام الی اخر ما قال۔ کذا فی الاعلام ص۱۲۳ من الحاوی

بعد ازاں شیخ سیوطی ؒ نے توریت اور انجیل اور زبور میں جو بشارتیں حضور پر نور کی آمد اور آپ کی شریعت اور صحابہ کرام کے متعلق ہیں ان کو نقل کیا ہے۔ اہل علم اصل کی مراجعت کریں ۱۲۔

اور آپؐ کے صحابہؓ کے اوصاف مذکور ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے اہم مقاصد میں یہ تھا۔ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ یعنی اپنی امت کو اس کی بشارت سنا دیں کہ جس نبی آخر الزمانؐ کی تمام انبیاء خبر دیتے آئے اب اس کا زمانہ قریب آگیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بار بار اپنی امت کو اس کی تاکید اکید کی کہ اگر اس نبی آخر الزمان کا زمانہ پاؤ تو ضرور ان پر ایمان لانا اور آپؐ کے صحابۂ کرام کے اوصاف بتلائے۔ صحابہ کے اوصاف میں یہ بھی ارشاد فرمایا۔

اناجیلھم فی صدورھم رھبان باللیل لیوث بالنھار۔ ان کی انجیل ان کے سینوں میں محفوظ ہوگی یعنی وہ اپنی کتاب یعنی قرآن کے حافظ ہوں گے رات کے راہب اور دن کے شیر ہوں گے۔

طریقۂ دوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن کریم کو دیکھ کر شریعت کے تمام احکام سمجھ جائیں گے نبی اور رسول کا فہم اور ادراک تمام امت کے فہم اور ادراک سے بالا اور برتر ہوتا ہے اُمت کے تمام فقہاء اور مجتہدین نے مل کر جو شریعت کے احکام کو سمجھا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تنہا فہم و ادراک ہزاراں ہزار درجہ اس سے بلند اور برتر ہوگا۔ نبی کی قوت قدسیہ بمنزلہ آفتاب کے ہے اور فقہاء اور ائمہ اجتہاد کی قوت ادراکیہ بمنزلہ ستاروں کے ہے۔

طریقۂ سوم حافظ ذہبی اور حافظ سبکی فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود نبی ہونے کے صحابی بھی ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے اپنی وفات سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ علاوہ شب معراج کے بار بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنا روایات سے ثابت ہے۔ پس جس طرح صحابۂ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ آپ کی شریعت کا علم حاصل ہوا اسی طرح اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا علم حضور سے بلا واسطہ ہوا ہو تو کوئی مستبعد نہیں۔ خصوصاً جب کہ

احادیث میں ہے کہ حضورؐ[1] نے فرمایا کہ میرے اور ابن مریم کے درمیان کوئی نبی اور کوئی رسول نہیں وہ میری اُمت میں میرے خلیفہ ہوں گے۔ اور ظاہر ہے جب عیسیٰ علیہ السلام حضور پرنور کے خلیفہ ہوں گے تو ضرور آپؐ کی شریعت سے واقف ہوں گے۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی بھی ہیں اور صحابی بھی۔ اور حضورؐ کے آخری صحابی ہیں یعنی سب سے اخیر میں حضرت عیسیٰ کی وفات ہوگی۔ باقی تمام صحابہ حضرت عیسیٰ سے پہلے گذر گئے۔ کذافی الاعلام ص۱۶۱ ج ۲ من الحاوی۔

طریقہ چہارم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد روحانی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحالت بیداری بار بار ملاقات فرمائیں گے اور جس چیز کی ضرورت ہوگی وہ براہِ راست بالمشافہ حضور سے دریافت فرمالیں گے۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات مبارکہ میں حضرات انبیاء سابقین کی ارواح طیبہ سے ملاقات فرماتے تھے۔ مکہ مکرمہ سے جب معراج کے لئے براق پر روانہ ہوئے تو راستہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ ان حضرات نے حضورؐ کو سلام کیا اور حضورؐ نے ان کو سلام کا جواب دیا۔ ایک مرتبہ حضور نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا اور موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔

پس جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں تشریف فرما تھے اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام عالم برزخ میں تھے اور ملاقات ہوتی رہی اور سلام و کلام ہوتا رہا۔ حضورؐ نے شب اسراء میں بیت المقدس میں امامت فرمائی اور تمام انبیاء نے حضورؐ کی

---

[1] روی ابن عساکر عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان ابن مریم لیس بینی وبینہ نبی ولا رسول الا انہ خلیفتی فی امتی بعدی کذافی الاعلام ص۱۶۱ ج ۲ من الحاوی ۱۲۔

اقتدار کی اسی طرح اس کا برعکس بھی ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد اس عالم میں تشریف فرما ہوں اور حضور پرنور عالم برزخ میں ہوں اور طرفین میں ملاقات ہو سکے اور افاضہ اور استفاضہ کا سلسلہ جاری رہ سکے۔

وان جماعة من ائمة الشريعة نصوا
على ان من كرامة الولى ان يرى النبى صلى
الله عليه وسلم ويجتمع به فى اليقظة
ويأخذ عنه ما قسم له من المعارف و
المواهب وممن نص على ذلك من
ائمة الشافعية الغزالى والبارزى و
التاج بن السبكى والعفيف اليافعى و
من ائمة المالكية القرطبى وابن ابى جمرة
وابن الحاج فى المدخل وقد حكى عن
بعض الاولياء انه حضر مجلس فقيه
فروى ذلك الفقيه حديثا فقال له
الولى هذا الحديث باطل فقال الفقيه
ومن اين لك هذا فقال هذا النبى
صلى الله عليه وسلم واقف على
راسك يقول انى لم اقل هذا
الحديث وكشف للفقيه فراه - و
قال الشيخ ابو الحسن الشاذلى لو
حجبت عن النبى صلى الله عليه

اور ائمہ شریعت کی ایک جماعت نے اس امر کی
تصریح کی ہے کہ ولی کی کرامات میں سے یہ ہے
کہ وہ حالت بیداری میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
کی زیارت کرتا اور آپ کی ہم نشینی کا شرف حاصل
کرتا ہے اور آپ سے علوم و معارف میں سے جو اس
کے لئے مقدر ہے حاصل کرتا ہے اور ائمہ شافعیہ
میں سے امام غزالی رح اور بارزی رح اور تاج الدین
سبکی اور عفیف یافعی رحمہ اور ائمہ مالکیہ میں سے
قرطبی ابن ابی جمرہ اور ابن حاج رح نے مدخل میں
تصریح کی ہے۔ اور بعض اولیاء سے منقول ہے
کہ وہ کسی فقیہ کی مجلس میں تشریف لے گئے اسے
ان فقیہ نے کوئی حدیث روایت کی تو ان ولی
نے یہ فرمایا کہ یہ حدیث تو باطل ہے۔ تو فقیہ نے
فرمایا کہ کیسے؟ انہوں نے کہا کہ دیکھئے یہ نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے سرہانے تشریف فرما
ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو
نہیں کہا اور ان فقیہ کو بھی مکشوف ہوا اور
انہوں نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب

وسلم طرفة عين ما عددت نفسي مع المسلمين ۔

بیداری اپنی آنکھوں سے زیارت کی۔ اور شیخ ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے حجاب میں رہوں تو میں اپنے کو مسلمان نہ سمجھوں۔

فاذا كان هذا حال الاولياء مع النبي صلى الله عليه وسلم فعيسى النبي صلى الله عليه وسلم اولى بذالك ان يجتمع به ويأخذ عنه ما اراد من احكام شريعته من غير احتياج الى اجتهاد ولا تقليد الحفاظ كذا في الاعلام صـ۱۹۳ ج ۲ من الحاوی ۔

پس جب اولیاء کرام کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ حال ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بدرجہ اولیٰ آپ کے ساتھ مجتمع ہوں گے اور آپ سے جو چاہیں گے احکام شرعیہ کا استفادہ فرمائیں گے۔ اور آپ کو کسی اجتہاد یا حفاظ حدیث کی تقلید کی حاجت نہ ہو گی۔ الاعلام صـ۱۹۳ ج ۲ من الحاوی ۔

سوال سوم اور اس کا جواب

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہو گی اور وحی کس قسم کی ہو گی وحی نبوت ہو گی یا وحی الہام؟ جواب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نبوت کا نزول ہو گا۔ مسند احمد اور صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد اور ترمذی اور نسائی میں نواس ابن سمعانؓ کی حدیث میں ہے

کذالك اوحى الله الى عيسى ابن مريم انى قد اخرجت عبادًا من عبادى لايدان لهم بقتالهم فحرز عبادى الى الطور فيبعث الله ياجوج وماجوج الحديث ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ کی وحی آئے گی کہ تم مسلمان کو لے کر کوہ طور پر چلے جاؤ

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نزول کے بعد وحی کا نزول ہوگا۔ اور لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جبریل امین زمین پر نہیں آئیں گے یہ بالکل

بے اصل ہے۔ شب قدر میں ملائکہ اور جبریل امین کا زمین پر اُترنا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ حدیث میں ہے کہ جُنُب کو حالت جنابت میں بغیر وضو کے نہ سونا چاہیئے مجھے اندیشہ ہے کہ جبریل امین اس کی موت کے وقت حاضر نہ ہوں۔ معلوم ہوا کہ مرتے وقت مومن کے پاس فرشتے اور جبریل امین حاضر ہوتے ہیں اگر مرتے وقت وہ باوضو ہو۔

وقد زعم زاعم ان عیسیٰ بن مریم اذا نزل لا یوحیٰ الیه وحیا حقیقیا بل وحی الهام وهذا القول ساقط مهمل لامرین احدهما منافاته للحدیث المذکور والثانی ان ما توهمه هذا الزاعم من تعذر الوحی الحقیقی فاسد لان عیسیٰ علیه السلام نبی فای مانع الخ کذا فی الاعلام صفحہ ۱۶۵ ج ۲ من الحاوی۔

پس جس شخص نے یہ گمان کیا کہ عیسٰی علیہ السلام پر حقیقی وحی کا نزول نہ ہوگا بلکہ وحی الہام ہو گی۔ یہ زعم فاسد اور مہمل ہے۔ اوّل تو اس حدیث کے خلاف ہے جو بیان کر چکے۔ دوم یہ کہ عیسٰی علیہ السلام اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور نبی سے وصف نبوت کبھی زائل نہیں ہو سکتا۔

واللہ اعلم

ظہورِ مہدی

"مہدی" لغت میں ہدایت یافتہ شخص کو کہتے ہیں۔ معنی لغوی کے لحاظ سے ہر ہدایت یافتہ شخص کو مہدی کہہ سکتے ہیں لیکن احادیث میں جس مہدی کا ذکر آیا ہے۔ اس سے ایک شخص مراد ہیں جو اخیر زمانہ میں عیسٰی علیہ السلام سے پہلے ظاہر ہوں گے۔

ظہور مہدی کے بارہ میں احادیث اور روایات اس درجہ کثرت کے ساتھ آئی ہیں کہ درجہ تواتر کو پہنچی ہیں اور اس درجہ صراحت اور وضاحت کے ساتھ آئی ہیں کہ ان میں

ذرہ برابر اشتباہ کی گنجائش نہیں۔ مثلاً امام مہدی کا کیا نام ہو گا۔ ان کا حلیہ کیا ہو گا، ان کی جائے ولادت کہاں ہو گی اور جائے ہجرت اور جائے وفات کہاں ہو گی، کیا عمر ہو گی، اپنی زندگی میں کیا کیا کریں گے، اول بیعت ان کے ہاتھ پر کہاں ہو گی، اور کتنی مدت تک ان کی سلطنت اور فرماں روائی رہے گی وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ کہ تفصیل کے ساتھ ان کی علامتیں احادیث میں مذکور ہیں۔

تقریباً حدیث کی ہر کتاب میں امام مہدی کے بارے میں جو روایتیں آئی ہیں وہ ایک مستقل باب میں درج ہیں۔ شیخ جلال الدین نے امام مہدی کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں ان تمام احادیث کو جمع کیا ہے کہ جو امام مہدی کے بارے میں آئی ہیں۔ العرف الوردی فی اخبار المہدی۔ (جو چھپ چکا ہے) علامہ سفارینی نے شرح عقیدۂ سفارینیہ میں ان تمام احادیث کی تلخیص کی ہے اور ان کو خاص ترتیب سے بیان کیا ہے۔ حضرات اہل علم شرح عقیدۂ سفارینیہ ص ۶۷ ج ۲ کی مراجعت کریں۔

۱۔ حدیث میں ہے کہ مہدی موعود اولادِ فاطمہؓ سے ہوں گے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المہدی من عترتی من اولاد فاطمۃ (رواہ ابوداؤد) اور امام مہدی کے آلِ رسول اور اولادِ فاطمہؓ سے ہونے کے بارے میں روایات اس درجہ کثیر ہیں کہ درجۂ تواتر تک پہنچ جاتی ہیں۔ شرح عقیدۂ سفارینیہ ص ۶۹ ج ۲۔

۲۔ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہو گی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا مالک نہ ہو جائے۔ اس کا نام میرے نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہو گا۔ رواہ ابوداؤد والترمذی۔

۳۔ حدیث میں ہے ان کی پیشانی کشادہ اور ان کی ناک اوپر سے کچھ اٹھی ہوئی اور بیچ میں سے کسی قدر چپٹی ہو گی۔ رواہ ابوداؤد۔

۴۔ حدیث میں ہے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت مکہ معظمہ میں مقام ابراہیم اور حجر اسود کے

درمیان ہوگی۔ رواہ ابوداؤد والترمذی۔

۵۔ حدیث میں ہے کہ امام مہدی خلیفہ ہونے کے بعد تمام روئے زمین کو عدل اور انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ پہلے ظلم اور ستم سے بھری ہو گی۔

۶۔ حدیث میں ہے کہ جب امام مہدی مدینہ سے مکہ آئیں گے تو لوگ ان کو پہچان کر ان سے بیعت کریں گے اور اپنا بادشاہ بنادیں گے اور اس وقت غیب سے یہ آواز آئے گی۔

هذا خليفة الله المهدي فاسمعوا له واطيعوا۔ — خدا تعالیٰ کا خلیفہ مہدی یہ ہے اس کے حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

اور بے شمار روایات سے امام مہدی کا کافروں پر جہاد کرنا اور روئے زمین کا بادشاہ ہونا ثابت ہے۔

ناظرین غور کریں

کہ مرزا صاحب میں امام مہدی کی صفات کا کوئی شمّہ بھی تو ہونا چاہیئے جب ہی تو دعوائے مہدویت چسپاں ہو سکے گا۔ ورنہ صفات تو ہوں کافروں اور گمراہوں کی اور دعویٰ ہو مہدی ہونے کا۔ ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

ایک ضروری تنبیہ

کتب حدیث میں سے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم، امام مہدی کے ذکر سے خالی ہیں۔ لیکن دیگر کتب معتبرہ میں ظہور مہدی کی روایتیں اس قدر کثیر ہیں کہ محدثین نے ان کا تواتر تسلیم کیا ہے۔ اور یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ بخاری اور مسلم نے احادیث صحیحہ کا استیعاب نہیں کیا۔ بخاری اور مسلم میں کسی حدیث کا نہ ہونا اس کے غیر معتبر ہونے کی دلیل نہیں۔ مسند احمد اور

سنن ابی داؤد اور ترمذی وغیرہ میں صدہا اور ہزار ہا ایسی روایتیں ہیں جو بخاری اور مسلم میں نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی دو شخص ہیں

ظہور مہدی اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور امام مہدی دو شخص علیحدہ علیحدہ ہیں۔ عہد صحابہ وتابعین سے لے کر اس وقت تک کوئی اس کا قائل نہیں ہوا کہ نازل ہونے والا مسیح اور ظاہر ہونے والا مہدی ایک ہی شخص ہوگا۔

صرف مرزائے قادیان کہتا ہے کہ میں ہی عیسیٰ ہوں اور میں ہی مہدی ہوں اور پھر اس کے ساتھ یہ بھی دعویٰ ہے کہ میں کرشن مہاراج بھی ہوں اور آریوں کا بادشاہ بھی ہوں اور حجر اسود بھی ہوں اور بیت اللہ بھی ہوں اور حاملہ بھی ہوں اور پھر خود ہی مولود ہوں۔ سب کچھ ہوں گے مگر مسلمان نہیں۔

یہ مرزائے قادیان کا ہذیان ہے۔ جس کا جی چاہے اس پر ایمان لائے اور جس کا جی چاہے اس کا کفر کرے۔ امنت باللہ وکفرت بالطاغوت۔ ومن یکفر بالطاغوت الخ

احادیث نبویہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ بن مریم اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ اور امام مہدی امت محمدیہ کے آخری خلیفہ راشد ہیں۔ جن کا رتبہ جمہور علماء کے نزدیک ابوبکر رض اور عمر رض خلفائے راشدین کے بعد ہے امت ہیں۔ امت محمدیہ میں سے صرف ابن سیرین رح کو تردد ہے کہ امام مہدی کا رتبہ ابوبکر رض وعمر رض کے برابر ہے یا ان سے بڑھ کر ہے۔ شرح عقیدۂ سفارینیہ صفحہ ۸۱ ج ۲ میں شیخ جلال الدین سیوطی رح فرماتے ہیں۔ احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے یہی ثابت ہے

کہ انبیاء اور مرسلین کے بعد مرتبہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کا ہے۔ العرف الوردی صفحہ ج ۲ من الحاوی۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مریم بتول کے بطن سے بغیر باپ کے نفخۂ جبرئیل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو سال پہلے بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے اور امام مہدی آل رسول سے ہیں قیامت کے قریب مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے۔ والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ بن مریم اور مہدی ایک شخص نہیں بلکہ دو شخص ہیں۔

(۳) احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ امام مہدی کا ظہور پہلے ہوگا اور امام مہدی روئے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ کا نزول ہوگا۔ حضرت عیسیٰ نازل ہونے کے بعد امام مہدی کے طرز عمل اور طرز حکومت کو برقرار رکھیں گے۔ (کذافی الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام صفحہ ۱۶۲ ج ۲ من الحاوی) اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ اور امام مہدی دو علیحدہ شخص ہیں۔

(۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ امام مہدی مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے۔ مدینہ منورہ ان کا مولد (جائے ولادت) ہوگا اور مہاجر (جائے ہجرت) بیت المقدس ہوگا۔ (العرف الوردی صفحہ ۳ ج ۲ من الحاوی) اور بیت المقدس ہی میں امام مہدی وفات پائیں گے اور وہیں مدفون ہوں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کی نماز جنازہ پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کے ایک عرصہ بعد وفات پائیں گے اور مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس میں مدفون ہوں گے (شرح عقیدہ سفارینیہ صفحہ ۸۱ ج ۲)

(۵) احادیث میں ہے کہ امام مہدی دمشق کی جامع مسجد میں صبح کی نماز کے لئے مصلے پر کھڑے ہوں گے کہ یکایک منارہ شرقی پر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ امام مہدی حضرت عیسیٰ کو دیکھ کر مصلے سے ہٹ جائیں گے اور عرض کریں گے کہ اے نبی اللہ آپ امامت فرمائیں۔ حضرت

عیسیٰ فرمائیں گے کہ نہیں تم ہی نماز پڑھاؤ یہ اقامت تمہارے لیے کہی گئی۔ امام مہدی نماز پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اقتدا فرمائیں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ رسول ہونے کی حیثیت سے نازل نہیں ہوئے بلکہ امت محمدیہ کے تابع اور مجدد ہونے کی حیثیت سے آتے ہیں۔ العرف الوردی صہ ۸۴ ج ۲ و صہ ۹۵ ج ۲ در شرح العقیدہ السفارینیہ صہ ۹۳ ج ۲۔

(۶) حضرت عیسیٰ بمنزلہ امیر کے ہوں گے اور امام مہدی بمنزلہ وزیر کے ہوں گے اور دونوں کے مشورے سے تمام کام انجام پاویں گے۔ شرح عقیدۂ سفارینیہ صہ ۹۱ ج ۲ و صہ ۹۲

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ:۔

لا مھدی الا عیسی بن مریم — نہیں ہے کوئی مہدی مگر عیسیٰ بن مریم

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہدی اور عیسیٰ دونوں ایک ہی شخص ہیں:۔

جواب

یہ ہے کہ اول تو یہ حدیث صحیح نہیں محدثین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف اور غیر مستند ہے۔

قال الحافظ العسقلانی، قال ابو الحسن الخسعی الآبدی فی مناقب الامام الشافعی تواترت الاخبار بان المھدی من ھذہ الامۃ وان عیسی یصلی خلفہ ذکر ذلک ردا للحدیث الذی اخرجہ ابن ماجۃ عن انس وفیہ لا مھدی الا عیسی

فتح الباری صہ ۳۵۸ ج ۶

دوم یہ کہ یہ حدیث ان بے شمار احادیث صحیحہ اور متواترہ کے خلاف ہے جن سے حضرت عیسیٰ بن مریم اور امام مہدی کا دو شخص ہونا آفتاب کی طرح واضح ہے۔

اور اگر اس حدیث کو تھوڑی دیر کے لئے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ کہا جائے کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم سے بڑھ کر کوئی شخص ہدایت یافتہ نہ ہوگا۔

کیونکہ حضرت عیسیٰ نبی مرسل ہوں گے اور امام مہدی خلیفہ راشد ہوں گے نبی نہ ہوں گے۔ اور ظاہر ہے کہ غیر نبی کی ہدایت نبی اور رسول کی ہدایت سے افضل اور اکمل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ نبی کی ہدایت معصوم عن الخطا ہوتی ہے اور عصمت خاصہ انبیاء کا ہے اولیاء محفوظ ہوتے ہیں۔ جیسے حدیث میں ہے۔

لا فتیٰ الا علی — کوئی جوان شجاعت میں علی کرم اللہ وجہہ کے برابر نہیں

اور یہ معنی نہیں کہ دنیا میں سوائے علی کے کوئی جوان نہیں۔ اسی طرح اس حدیث کے یہ معنی ہوں گے کوئی مہدی اور کوئی ہدایت یافتہ عصمت اور فضیلت اور علو منزلت میں عیسیٰ بن مریم کے برابر نہیں (کذا فی العرف الوردی ص۸۵ ج ۲)

قال المناوی اخبار المهدی لا یعارضها خبر لا مهدی الا عیسی بن مریم لان المراد به کما قال القرطبی لا مهدی کاملا معصوما الا عیسی کذا فی فیض القدیر ص۲۷۹ ج ۱

وقال الشیخ السیوطی ؒ فی العرف الوردی ص۸۵ ج ۲ من الحاوی۔

قال القرطبی ویحتمل ان یکون قوله علیه السلام ولا مهدی الا عیسی ای لا مهدی کاملا معصوما الا عیسی قال وعلی هذا تجتمع الاحادیث ویرتفع التعارض و قال ابن کثیر هذا الحدیث فیما یظهر لی ببادیٔ الرائی مخالف للاحادیث الواردة فی اثبات مهدی غیر عیسی بن مریم وعند التامل لا ینافیها بل یکون المراد من ذلک ان المهدی حق المهدی هو عیسی لا ینفی ذلک ان یکون غیره مهدیا ایضا انتهی۔

مرزا کا مہدی ہونا محال ہے

اس لئے کہ مہدی کی جو علامتیں احادیث میں مذکور ہیں وہ مرزا میں قطعاً مفقود ہیں۔

۱ - امام مہدی امام حسن بن علی کی اولاد سے ہوں گے اور مرزا مغل اور پٹھان تھا سید نہ تھا۔

۲ - امام مہدی کا نام محمد اور والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ اور مرزا کا نام غلام احمد اور باپ کا نام غلام مرتضیٰ اور ماں کا نام چراغ بی بی تھا۔

۳ - امام مہدی مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے اور پھر مکہ آئیں گے۔ مرزا صاحب نے کبھی مکہ اور مدینہ کی شکل بھی نہیں دیکھی ان کو یقین تھا کہ مدینہ میں اسلامی حکومت ہے۔ وہاں مسیلمہ پنجاب کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو یمامہ کے مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہوا تھا۔ جیسا کہ مرزا صاحب کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے مرزا صاحب حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ بھی نہ کر سکے۔

۴ - امام مہدی روئے زمین کے بادشاہ ہوں گے اور دنیا کو عدل اور انصاف سے بھر دیں گے۔ اور مرزا صاحب تو اپنے پورے گاؤں (قادیان) کے بھی چودھری نہ تھے۔ جب کبھی زمین کا کوئی جھگڑا پیش آتا تو گرداس پور کی کچہری میں جا کر استغاثہ کرتے۔ خود فیصلہ نہیں کر سکتے تھے ورنہ گرفتار ہو جاتے۔

۵ - امام مہدی ملک شام میں جا کر دجال کے لشکر سے جہاد و قتال کریں گے اس وقت دجال کے ساتھ ستر ہزار یہودیوں کا لشکر ہوگا۔ امام مہدی اس وقت مسلمانوں کی فوج بنائیں گے اور دمشق کو فوجی مرکز بنائیں گے۔ مرزا صاحب نے دجال کے کس لشکر سے جہاد و قتال کیا؟ اور دمشق اور بیت المقدس کا دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا۔

اس کے علاوہ احادیث نبویہ میں امام مہدی کے متعلق اور بھی بہت سے امور مذکور ہیں جن میں سے کوئی بھی مرزا صاحب پر منطبق نہیں۔

امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی رح اپنے ایک طویل مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں جس کا بلفظہٖ ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے:۔

" قیامت کی علامتیں جن کی نسبت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی

نے سب حق ہیں۔ ان میں کسی کا خلاف نہیں۔ یعنی آفتاب عادت کے برخلاف
مغرب کی طرف سے طلوع کرے گا۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان ظاہر ہوں گے
حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے۔ دجال نکل آئے گا اور
یاجوج وماجوج ظاہر ہوں گے۔ دابۃ الارض نکلے گا۔ اور دھواں جو آسمان سے پیدا
ہو گا وہ تمام لوگوں کو گھیرے گا اور دردناک عذاب دے گا اور لوگ بے قرار ہو کر
کہیں گے اے ہمارے پروردگار اس عذاب سے ہم کو دور کر۔ ہم ایمان لاتے۔ اور
اخیر کی علامت وہ آگ ہے۔ جو عدن سے نکلے گی۔ بعض نادان گمان کرتے ہیں
کہ جس شخص نے اہل ہند میں سے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہی مہدی موعود
ہوا ہے پس ان کے گمان میں مہدی گذر چکا ہے اور فوت ہو گیا ہے اور اس کی
قبر کا پتہ دیتے ہیں کہ فراہ میں ہے۔ احادیث صحیحہ جو حد شہرت بلکہ حد تواتر تک پہنچ
چکی ہیں ان لوگوں کی تکذیب کرتی ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے جو علامتیں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی بیان فرمائی ہیں ان لوگوں کے معتقد
شخص کے حق میں مفقود ہیں۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے کہ مہدی
موعود آئیں گے ان کے سر پر ابر ہو گا۔ اس ابر میں ایک فرشتہ ہو گا جو پکار کر کہے گا
کہ یہ شخص مہدی ہے۔ اس کی متابعت کرو۔ نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ تمام زمین کے مالک چار شخص ہوتے ہیں جن میں سے دو مومن ہیں دو
کافر۔ ذوالقرنین اور سلیمان مومنوں میں سے ہیں۔ اور نمرود و بخت نصر کافروں میں
سے اس زمین کا پانچواں مالک میرے اہل بیت میں سے ایک شخص ہو گا۔ یعنی
مہدی علیہ الرضوان۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا
فانی نہ ہو گی۔ جب تک اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو مبعوث
نہ فرمائے گا۔ اس کا نام میرے نام کے موافق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ

کے نام کے موافق ہوگا۔ زمین کو جور و ظلم کی بجائے عدل و انصاف سے پر کر دے گا۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ اصحاب کہف حضرت مہدی کے مددگار ہوں گے۔ اور حضرت عیسیٰ ان کے زمانہ میں نزول فرمائیں گے۔ اور دجال کے قتل کرنے میں ان کے ساتھ موافقت کریں گے۔ اور ان کی سلطنت کے زمانہ میں زمانہ کی عادت اور نجومیوں کے حساب کے برخلاف ماہ رمضان کی چودھویں تاریخ کو سورج گہن اور اول ماہ میں چاند گہن لگے گا۔ نظرِ انصاف سے دیکھنا چاہیئے کہ یہ علامتیں اس مردہ شخص میں موجود تھیں یا نہیں۔ اور بھی بہت سی علامتیں ہیں جو مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہیں۔

شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مہدی منتظر کی علامات میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں دو سو تک علامتیں لکھی ہیں۔ بڑی نادانی اور جہالت کی بات ہے کہ مہدی موعود کا حال واضح ہونے کے باوجود لوگ گمراہ ہو رہے ہیں ھداھم اللہ سبحانہ الی سواء الصراط۔ (اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستے کی ہدایت دے)"

(منقول از ترجمہ مکتوبات صـــ ۲۳ دفتر دوم مکتوب نمبر ۶۷)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلَیْنَا مَعَهُمْ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۔

۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۷۳ھ یوم چہار شنبہ

جامعہ اشرفیہ۔ لاہور

لطائف الحکم
فی اسرارِ نزولِ عیسیٰ بن مریمؑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

اَمَّا بَعْدُ

امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوۃ والف الف تحیہ کا اس پر اجماع ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے جیسا کہ احادیث صحیحہ اور متواترہ سے ثابت ہے۔ اس وقت اس مختصر رسالہ میں حضرت مسیح بن مریم علیہما الصلوۃ والسلام کے رفع الی السماء اور نزول کے کچھ اسرار و حکم بیان کرنا مقصود ہے۔ تاکہ اہل ایمان کے ایمان میں زیادتی ہو۔ اور اہل علم کے لئے موجب بصیرت ہو۔ اور اہل تذبذب کے لئے باعث طمانیت ہو اور اہل ضلالت کے لئے سبب ہدایت ہو۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے اس رسالہ کو قبول فرمائے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

اور اس رسالہ کا نام **لطائف الحکم** فی اسرار نزول سیدنا عیسیٰ بن مریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ نبینا وبارک وسلم تجویز کرتا ہوں اور اللہ کے نام سے مقصود کو شروع کرتا ہوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنت الٰہی اس طرح جاری ہے۔ کہ ہر شخص کے ساتھ اس کی استعداد اور اصلی فطرت کے مناسب معاملہ کیا جاتا ہے۔ اور مقتضائے حکمت بھی یہی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فطرت عام بنی آدم کی طرح ہے۔ یا اُن سے جدا اور ممتاز ہے قرآن کریم نے کسی نبی کی فطرت کو بیان نہیں کیا۔ قرآن کریم نے صرف دو پیغمبروں کی فطرت بیان کی ہے۔ ایک حضرت آدم علیہ السلام کی اور دوسرے حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کی جیسا کہ آل عمران اور سورۂ مریم میں بالتفصیل مذکور ہے۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے دائرہ نبوت کو آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا۔ اور اس دائرہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم فرمایا اور نبی اکرم سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو دائرہ نبوت کے تمام خطوط کا منتہیٰ اور مرکزی نقطہ بنایا نبوت کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ صاحب نبوت مرد ہو عورت نبی نہیں ہو سکتی۔ لقولہ تعالیٰ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا ۔ یعنی اور نہیں بھیجے ہم نے پہلے تجھ سے مگر مرد۔

اس لئے دائرہ نبوت کو مرد سے شروع کیا۔ اور فقط مرد سے فقط عورت کو پیدا کیا یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حوا کو پیدا کیا۔ اور جب دائرہ نبوت کو ختم کیا۔ تو فقط عورت سے فقط مرد کو پیدا کیا یعنی حضرت مریم سے حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ تاکہ دائرۂ نبوت کی بدایت اور نہایت دونوں متناسب رہیں۔ کما قال تعالیٰ:۔

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی شان آدم علیہ السلام جیسی ہے۔

نیز حضرت آدم ؑ کے خمیر میں مٹی شامل تھی۔ اس لئے ان کو آسمان سے زمین پر اتارا۔

اور حضرت عیسیٰ ؑ نفخۂ جبرئیل ؑ سے پیدا ہوئے۔ اس لئے ان کو زمین سے آسمان پر اٹھایا

اس طرح

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ ؑ کی شان آدم ؑ جیسی ہے

خوب صادق آیا۔

آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفخۂ جبرئیل ؑ سے پیدا ہوئے۔ جسمانی حیثیت سے حضرت مسیح کا تعلق حضرت مریم سے ہے اور روحانی حیثیت سے افضل الملائکۃ المقربین یعنی جبرئیل امین سے ہے۔ صورت اگرچہ آپ کی بشری اور انسانی ہے۔ مگر آپ کی فطرت اور اصل حقیقت ملکی اور جبرئیلی ہے۔ ؎

نقش آدم لیک معنی جبرئیل ؑ ✧ رستہ از جملہ ہوا و قال و قیل،

اور اسی بناء پر آپ کو کَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ (عیسیٰ ؑ) ایک کلمہ اور روح ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے جن کو مریم ؑ کی طرف ڈالا گیا۔

فرمایا کہ جس طرح کلمہ میں ایک لطیف معنی مستور ہوتے ہیں۔ اسی طرح جناب مسیح کے جسم مبارک میں ایک نہایت لطیف شے یعنی حقیقت ملکیہ مستور اور مخفی ہے ؎

تقابیت ہر سطر من زین کتیب ✧ فرد بہشتہ بر عارض دلفریب

معانیست ور زیر حرف سیاہ ✧ جو در پردہ معشوق و در میغ ماہ

اور چونکہ آپ کو حق تعالیٰ نے فرمایا رُوْحٌ مِّنْہُ اور روح کا خاصہ یہ ہے کہ جس شے سے وہ ملتی ہے۔ اس کو زندہ کر دیتی ہے۔ اس لئے آپ کو احیاء موتیٰ عـہ کا اعجاز عطا کیا گیا۔ اور چونکہ آپ کی ولادت میں نفخۂ جبرئیل ؑ کو دخل تھا۔ کما قال تعالیٰ۔

فَنَفَخْنَا فِیْہَا مِنْ رُّوْحِنَا۔ (ترجمہ) ہم نے اس میں اپنی ایک خاص روح بذریعہ نفخۂ جبرئیل ؑ پھونکی"

عـہ یعنی مردوں کو زندہ کرنے کا ۱۲۔

اس لیے فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ میں اس میں پھونک مارتا ہوں۔ پس وہ باذن اللہ پرندہ ہو جاتا ہے" کا معجزہ آپ کو دیا گیا۔

آمدم برسر مطلب

پس جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کی اصلی فطرت ملکی ہے اور آپ کا اصل تعلق جبرئیل اور ملائکہ مقربین سے ہے۔ اور دوسرا تعلق آپ کا حضرت مریم سے ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا۔ کہ دونوں قسم کا تعلق معرض ظہور میں آئے اور کچھ حصہ حیات کا ملائکہ مقربین کے ساتھ گزرے اور کچھ حصہ زندگی کا بنی نوع انسان کے ساتھ۔

دستور یہ ہے کہ اگر ولادت اتفاقاً بجائے وطن اصلی کے وطن اقامت میں ہو جاتی ہے۔ تو چند روز کے بعد وطن اصلی میں بچہ کو ضرور لے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ بچہ اپنے وطن اصلی کی زیارت سے محروم نہ رہے۔ اور چونکہ جناب مسیح کی ولادت نفخہ جبرئیل سے ہوئی ہے۔ اس لئے اگر مقر ملائکہ یعنی سمٰوات کو جناب مسیح کا وطن اصلی کہا جائے تو کچھ غیر مناسب نہ ہوگا۔

مگر جسمانی حیثیت سے موت طبعی کا آنا بھی لازمی تھا۔ اس لئے آپ کے لئے نزول من السماء مقدر ہوا اور چونکہ رفع الی السماء فطرت ملکی اور تشبہ بالملائکہ کی بناء پر تھا۔ اس لئے قبل الرفع آپ نے نکاح بھی نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ ملائکہ میں طریق ازدواج نہیں۔

اور نزول چونکہ جسمانی اور بشری تعلق کی بناء پر ہوگا اس لئے بعد نزول نکاح بھی فرمائیں گے اور اولاد بھی ہوگی۔ اور وفات پا کر روضۂ اقدس کے قریب دفن ہوں گے۔

اور چونکہ آپ کی ولادت نفخۂ جبرئیل ؑ سے ہوئی اور حضرت جبرئیل کا عروج اور نزول قرآن میں سے ذکر کیا گیا۔ کما قال اللہ تعالےٰ

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فرشتے اور روح (جبرئیل) آسمان پر جاتے ہیں

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ — فرشتے اور روح (جبرئیل) آسمان پر سے اترتے ہیں۔

اس لئے مناسب ہوا کہ کم از کم ایک مرتبہ آپ کے لئے بھی عروج الی السماء اور نزول الی الارض ہو۔ تاکہ آپ کی فطرت کا ملکی ہونا اور نفخۂ روح القدس سے پیدا ہونا اور ظل جبرئیل ہونا خوب عیاں ہو جائے بلکہ جس طرح حضرت جبرئیل کو روح کہا گیا اسی طرح جناب مسیح کو بھی روح کہا گیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

كَلِمَتُهٗٓ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ۔ — وہ ایک کلمہ ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے جن کو مریم ؑ کی طرف ڈالا۔

پس جس طرح روح یعنی جبرئیل کے لئے عروج و نزول ثابت کیا گیا۔ اسی طرح جناب مسیح کے لئے بھی جو کہ خدا کی ایک خاص روح ہیں اور یہ نہیں کہا گیا فیہ روح یعنی اس میں روح ہے اس لئے یہود قتل پر قادر نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ روح کا قتل کسی طرح ممکن نہیں۔ نیز آپ کی شان كَلِمَتُهٗٓ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ ذکر کی گئی ہے۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ۔ — اسی کی طرف کلمات طیبات چڑھتے ہیں۔ اور وہی عمل صالح کو بلند کرتا ہے۔

اس لئے آپ کا رفع الی السماء اور بھی مناسب ہوا۔ نیز خدا کا کلمہ کسی کے پست کرنے سے کبھی پست نہیں ہو سکتا۔ خدا کا کلمہ ہمیشہ بلند ہی رہا کرتا ہے۔

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا — اور خدا تعالیٰ نے کافروں کے کلمہ کو پست کر دیا اور خدا کا کلمہ بلند ہی رہتا ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے کلمۃ اللہ یعنی عیسیٰ روح اللہ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور کافروں کا کلمہ یعنی دجال پست ہوگا یعنی قتل کیا جائے گا۔ اور چونکہ آپ کی ولادت کے وقت حضرت جبرئیل بشکل بشر متمثل ہوئے تھے۔ کما قال تعالیٰ۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔ اس لئے رفع الی السماء کے وقت ایک شخص آپ

کے ہم شکل بنا کر صلیب دے دیا گیا۔ کما قال تعالیٰ۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ — یعنی اور (یہود نے) نہیں قتل کیا ان (عیسیٰ) کو لیکن ان کا شبیہ بنا دیا گیا تھا۔

اور جس طرح ولادت کے وقت اختلاف ہوا تھا۔ کما قال تعالیٰ۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ — پس جماعتوں نے آپس میں اختلاف کیا۔

اسی طرح رفع الی السماء کے وقت بھی اختلاف ہوا۔

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا — جن لوگوں نے حضرت مسیح کے بارے میں اختلاف کیا وہ شک میں ہیں ان کو علم نہیں محض اتباع ظن ہے۔ حضرت مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

جناب مسیح بن مریم کو نزول من السماء اور قتل دجال کے لئے خاص کیوں کیا گیا

سنت الٰہی اس طرح جاری ہے۔ کہ جب کسی شئ کو پیدا فرماتے ہیں۔ تو ساتھ ساتھ اس کے مقابل اور اس کی ضد کو بھی پیدا فرماتے ہیں۔

زمین کے مقابل آسمان اور لیل کے مقابل نہار اور ظلمت کے مقابل میں نور اور صیف کے مقابل میں شتاء اور ظل کے مقابل میں حرور دھوپ کو پیدا کیا ہے

وبضدها تتبين الاشياء

تا نباشد راستے کے باشد دروغ — آں دروغ از راست می یابد فروغ

ٹھیک اسی طرح کفر کے مقابل ایمان کو پیدا فرمایا۔ اس لئے کہ ایمان کا حاصل تسلیم اور انقیاد ہے۔ اور کفر کا حاصل اباء اور استکبار ہے۔ اور اسی طرح ایمان اور کفر ہر ایک کا الگ الگ منبع اور معدن پیدا کیا ایمان اور اطاعت کا منبع اور معدن ملائکہ کرام ہیں اور کفر اور عصیان کا منبع شیاطین ہیں جس طرح زمین پستی کا منبع ہے اور اس کے مقابل آسمان بلندی کا منبع ہے اسی طرح ملائکہ اور شیاطین ایک دوسرے کے مقابل ہیں منبع ایمان واطاعت یعنی ملائکہ کرام کی شان یہ ہے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ عہ اور کفر اور استکبار کے معدن یعنی شیاطین کا یہ حال ہے کما قال تعالیٰ۔

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔ اور شیطان اپنے رب کا بڑا نافرمان ہے۔

خلاصہ یہ کہ ملائکہ کرام کو شیاطین کے مقابل پیدا فرمایا۔ اور جس قدر شیطان کو طویل حیات دی گئی۔ اس کے مناسب ملائکہ کرام کو ایک طویل حیات عطا کی گئی۔

اور مناسب بھی یوں ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جب تک یہ زمین ہے۔ اس کے مقابل یہ آسمان بھی ہے جب تک یہ لیل ہے۔ اس کے مقابل یہ نہار بھی ہے جب تک یہ ظلمت ہے۔ اس کے مقابل نور بھی ہے اسی طرح جب تک شیطان زندہ ہے۔ اس وقت تک اس کے مقابلہ کے لئے ملائکہ کرام بھی زندہ ہیں۔ جس طرح شیاطین کو ہر طرح کے تشکل اور تمثل کی اور عروج اور نزول کی اور شرق سے غرب تک ایک آن میں منتقل ہونے کی طاقت عطا کی گئی۔ اسی طرح بالمقابل ملائکہ کرام کو بھی یہ تمام طاقتیں علی وجہ الاتم عطا کی گئیں۔ تاکہ تقابل مکمل رہے۔ قلب انسانی کے ایک جانب شیطان ہے۔ تو دوسری جانب اس کے مقابل ایک فرشتہ موجود ہے۔

عہ یعنی وہ خدا تعالیٰ کی ذرہ برابر نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ہوتا ہے اسے بجا لاتے ہیں ۱۲۔

شیطان اگر اس کو بہکاتا ہے۔ تو فرشتہ اس کو ہدایت کی جانب بلاتا ہے۔ اور اس کے لئے دعا اور استغفار کرتا ہے۔ لیکن شیاطین اور ملائکہ کرام کا یہ مقابلہ ایک عرصہ تک پوشیدہ اور مخفی طور سے چلتا رہا۔ اس کے بعد حکمت الٰہی اور مشیت خداوندی اس جانب متوجہ ہوئی کہ یہ مقابلہ کسی قدر معرض ظہور میں بھی آ جائے۔

چنانچہ اولاً ایسی ذات کو پیدا فرمایا کہ جس کی حقیقت اور اصل فطرت شیطانی اور صورت اس کی جسمانی اور انسانی ہے۔ یعنی "مسیح دجال"، جیسا کہ فتح الباری میں منقول ہے۔ کہ دجال دراصل شیطان ہے۔ یعنی حقیقت اور فطرت اس کی شیطانی ہے۔ اور صورت اس کی انسانی ہے۔ اور وہ ایک جزیرہ میں محبوس ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں مصرح ہے۔

کہا جاتا ہے۔ اس دجال اکبر کو ایک جزیرہ میں محبوس کرنے والے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جیسا کہ فتح الباری میں منقول ہے۔ خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ نے اولاً دجال کو پیدا کیا کہ جس کی حقیقت شیطانی اور صورت انسانی ہے۔

اس کے بعد اس کے مقابلہ کے لئے ایک ایسے نبی کو پیدا فرمایا کہ جس کی فطرت اور اصل حقیقت ملکی اور جبرئیلی ہے۔ اور صورت اس کی بشری اور انسانی ہے۔

اور ایسے نبی سوائے جناب مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوئی نظر نہیں آتے پھر جس طرح دجال یہود یعنی بنی اسرائیل سے ہے۔ اسی طرح جناب مسیح بن مریم بنی اسرائیل سے ہیں۔ جس طرح دجال کو ایک جزیرہ میں محبوس کر کے ایک طویل حیات عطا کی گئی۔ اسی طرح اس کے مقابل جناب مسیح بن مریم کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا۔ اور قیامت تک آپ کو قتل دجال کے لئے زندہ رکھا گیا۔ اور اسی وجہ سے احادیث میں دجال کے لئے یَخْرُجُ[عہ] اور یَظْهَرُ کا لفظ آیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ دجال موجود ہے۔ مگر ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ جیسا کہ جناب مسیح کے متعلق یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ[عہ] کا لفظ آیا ہے، جناب مسیح بن مریم اور مسیح

عہ یعنی نکلے گا اور ظاہر ہوگا۔ ۱۲ عہ یعنی آسمان سے نازل ہوں گے ۱۲۔

دجال کے لئے یُوْلَدُ کا لفظ کسی جگہ نہیں آیا۔ دجال چونکہ دعوئے الوہیت کا کرے گا اس لئے جناب مسیح بن مریم کی زبان مبارک سے پہلا کلمہ جو کہلایا گیا وہ یہ تھا قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ[للعہ] اور چونکہ دجال سے بطور استدراج چند روز کے لئے احیاء موتی ظہور میں آئے گا۔ اس لئے اس کے مقابل جناب مسیح بن مریم کو بھی احیاء موتی کا اعجاز عطا کیا گیا

شیخ اکبر فرماتے ہیں۔ کہ دجال جس وقت ظاہر ہو گا۔ تو کہل[صہ] ہو گا۔

اسی طرح جناب حضرت مسیح آسمان سے نازل ہوں گے تو کہل ہوں گے۔ کما قال تعالیٰ۔

وَکَہْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۔ | اور وہ (عیسیٰ ؑ) کہل ہونگے اور صلحا میں سے ہونگے۔

اور جس طرح حضرت مسیح کو آیت کہا گیا وَلِنَجْعَلَہٗ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ اسی طرح دجال کو بھی آیت کہا گیا ہے۔ کما قال اللہ تعالےٰ۔

اَوْ یَاْتِیَ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ ۔ | یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں جس روز آپ کے رب کی بعض نشانیاں ظاہر ہوں گی۔

اور حدیث میں مصرح ہے۔ کہ بعض آیات ربك سے دجال وغیرہ کا ظاہر ہونا مراد ہے۔ مگر جناب مسیح من جانب اللہ آیت رحمت ہیں۔ اور دجال آیت ابتلاء ہے۔

غرض یہ کہ جناب مسیح بن مریم اور دجال کے اوصاف اور احوال میں اس درجہ مقابلہ کی رعایت کی گئی۔ کہ لقب تک میں تقابل کو نظر انداز نہ کیا گیا۔ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کا لقب مسیح ہدایت رکھا گیا۔ دجال کا لقب مسیح ضلالت رکھا گیا۔ اور چونکہ دجال ملک شام میں ظاہر ہو گا۔ اس لئے جناب مسیح بن مریم بھی اس کے قتل کے لئے شام میں جامع دمشق کے مشرقی منارہ پر نازل ہوں گے۔ اور باب لُد کے قریب اس کو قتل کریں گے۔ اور دجال چونکہ ظاہر ہو کر

سہ یعنی پیدا کیا جائے گا ۱۲ للعہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بلاشبہ میں خدا کا بندہ ہوں ۔ ۱۲ صہ یعنی ادھیڑ عمر ۔ ۱۲ ۔

شدید فساد برپا کرے گا جیسا کہ حدیث نواس بن سمعان میں ہے۔

فَعَاثَ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا۔ وہ ہر جگہ فساد پھیلائے گا۔

اس لئے جناب مسیح بن مریم حکم و عدل ہو کر نازل ہوں گے۔ اور چونکہ دجال کے ساتھ زمین کے خزانے ہوں گے اس کے مقابل جناب مسیح بن مریم اتنا مال تقسیم فرمائیں گے۔ کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ ہوگا۔ اور چونکہ بغض و عداوت یہود کا خاص شعار ہے۔ اس لئے اس کو یک لخت مٹا دیں گے۔

وَاَغْرَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ اور ہم نے ان میں قیامت تک بغض و عداوت ڈال دیا۔

اور چونکہ دجال یہود سے ہوگا۔ اور اسی وقت سے زندہ ہے۔ اس لئے حضرت مسیح بن مریم فقط دجال کو قتل فرمائیں گے۔ اور باقی دجال کے معاون اور مددگار کافر ہوں گے۔ اس لئے ان کا مقابلہ اس وقت کے مسلمان امام مہدی کے ماتحت ہو کر کریں گے۔

اور چونکہ یہود اپنی دشمنی اور عداوت کی وجہ سے جناب مسیح بن مریم پر ایمان نہ لائے تھے اس لئے اس وقت یعنی نزول کے بعد ایمان لے آئیں گے۔

اور نصاریٰ ظاہراً ایمان تو لائے۔ مگر عقیدہ ابنیت کی وجہ سے وہ ایمان کفر سے بھی بڑھ کر تھا۔ اس لئے ان کی بھی اصلاح فرمائیں گے۔ اور آپ کی اصلاح سے وہ صحیح ایمان لے آئیں گے۔ غرض یہ کہ کل اہل کتاب ایمان لے آئیں گے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔

وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا۔ اور نہیں ہے۔ کوئی اہل کتاب میں سے مگر ضرور ایمان لائے گا حضرت عیسیٰ پر حضرت عیسیٰ کی وفات سے پہلے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پر شہید ہوں گے۔

اور چونکہ امام مہدی کے خاندان سے یزید نے خلافت غصب کی تھی۔ اس لئے ان کے

صلہ میں امام مہدی کو تمام روئے زمین کی خلافت اور سلطنت عطا ہوگی۔

اور جناب مسیح بن مریم نہ کوئی سلطنت رکھتے تھے۔ اور نہ خلافت آپ کا امت سے تعلق نبوت اور رسالت کا تھا۔ تاکہ آپ پر ایمان لائیں۔ مگر یہود تو ایمان ہی نہ لائے۔ اور نصاریٰ لائے تو غلط۔ لہذا آپ کا حق اہل کتاب کے ذمہ صرف ایمان ہے۔ اس لئے نزول کے بعد کوئی شخص اہل کتاب میں ایسا باقی نہ رکھا جائے گا۔ کہ جو آپ پر ایمان نہ لائے۔

دجال اس اُمت میں کیوں ظاہر ہوگا

نظام عالم پر ایک نظر ڈالنے سے ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ ہر سلسلہ کا سرچشمہ اور کوئی نہ کوئی مخزن اور کوئی نہ کوئی معدن ضرور ہے۔ آفتاب ہے۔ کہ تمام روشنیوں کا منبع ہے۔ کرۂ نار ہے۔ کہ جو تمام حرارتوں کا مخزن ہے۔ کرۂ آب ہے۔ کہ تمام برودتوں کا معدن ہے کرۂ ارضی اور کرۂ ہوائی ہے کہ جو تمام رطوبتوں اور یبوستوں کا سرچشمہ ہے۔ ٹھیک اسی طرح ضرور ہے۔ کہ اس عالم اجسام میں ایک معدن اور منبع ایمان کا ہو کہ جس سے تمام مومنین کے ایمان مستفاد ہوں جس طرح زمین کے تمام روشنیاں آفتاب سے مستفاد ہیں اور ایک مخزن کفر کا ہو۔ کہ اسی سے تمام کافروں کے کفر نکلتے ہوں اور ہر کافر کا کفر اسی مخزن کفر کا ایک پرتو ہو۔ سو وہ مخزن ایمان ذات بابرکات نبی اکرم سرور عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور مخزن کفر وہ سراپا شیطنت اور معدن کفر و معصیت دجال اکبر ہے۔

اور جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارواح مومنین کے لئے روحانی والد ہیں۔ دجال ارواح کافرین کے لئے روحانی والد ہیں۔ دجال ابوالکافرین ہے۔ اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ابوالمومنین ہیں۔ کما قال تعالیٰ۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ — نبی کریم مومنین کے حق میں ان کے نفوس سے

وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ اور ایک قرات میں ہے وَھُوَ اَبٌ لَّھُمْ ۔ زیادہ اقرب ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات مومنین کی روحانی مائیں ہیں یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مومنین کے روحانی باپ ہیں ۔

اور جس طرح آپ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں۔ دجال اکبر خاتم الدجالین ہے ۔

اور جس طرح خاتم الانبیاء کی ایک مہر نبوت ہے ۔ اسی طرح خاتم الدجالین کی مہر کفر ہے جیسا کہ

مکتوب بین عینیہ کافر یعنی دجال کی پیشانی پر صاف کافر لکھا ہوا ہوگا۔

جس طرح مہر نبوت حضور کی نبوت و رسالت کی حسی دلیل تھی۔ اسی طرح دجال کی پیشانی پر کافر کی کتابت اس کے دجل اور کفر کی حسی اور بدیہی دلیل ہوگی۔

اور جس طرح تمام انبیاء سابقین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بشارت دیتے چلے آئے اسی طرح انبیاء کرام دجال سے ڈراتے آئے۔ (حدیث میں ہے)

ما من نبی الا وقد انذر قومہ من الدجال ۔ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا کہ جس نے اپنی قوم کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔

اور جس طرح خاتم الانبیاء کی نبوت بذریعہ مہر نبوت اور خاتم الدجالین کا کفر بذریعہ کتابت بین عینیہ کافر ظاہر کیا گیا۔ اسی طرح قیامت کے قریب دابۃ الارض کے ذریعہ سے مومنین کا ایمان اور کافرین کا کفر پیشانی پر ظاہر کیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ جماعت مومنین کی اور کافرین کی آخری جماعت ہوگی۔ اور انہیں پر سلسلۂ ایمان اور کفر کا ختم کر کے قیامت قائم کی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے قریب مکہ یا اجیاد کے زمین سے ایک جانور نکلے گا۔ جس کے ہاتھ میں ایک مہر ہوگی۔ مومن اور کافر کی پیشانی پر ایمان اور کفر کا نشان لگائے گا۔ مومن کی پیشانی پر سفید نکتہ۔ اور کافر کے ماتھے پر سیاہ نکتہ لگاتے گا اور اے مومن اور اے کافر سے ایک دوسرے کو خطاب کریں گے۔ دابۃ الارض کا زمین سے نکلنا

قرآن اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح سلسلہ نبوت اور سلسلہ دجل کے خاتم پر نبوت اور دجل کی مہر لگائی گئی۔ اسی طرح سلسلۂ ایمان اور کفر کے خاتمین پر بھی ایمان اور کفر کی مہر مناسب ہوئی اس لئے کہ خاتم کے معنی جس طرح آخر کے ہیں۔ اسی طرح صاحب مہر کے بھی ہیں۔ پس خاتم کے لئے مہر کا ہونا نہایت مناسب ہے۔

آمدم بر سر مطلب

پس جس طرح خاتم الانبیاء کی بعثت اخیر زمانہ میں اخیر امم کی طرف ہوئی اسی طرح خاتم الدجالین کا ظہور اخیر زمانہ میں مناسب ہوا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

قیاس اس کو مقتضی ہے۔ کہ خاتم الدجالین کا مقابلہ خاتم النبیین کریں۔ اور آپ خود اپنے دست مبارک سے اس کو قتل کریں۔ اور اگر بالفرض نبی اکرم خود نہ قتل فرمائیں تو حضرت مسیح بن مریم کی کیا خصوصیت ہے۔ کہ وہی نازل ہوکر نبی کریم کی طرف سے قتل فرمائیں۔

جواب

یہ ہے۔ کہ اوّل تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دربارہ کمالات نبوت و رسالت اس رتبہ کو پہنچ چکے ہیں۔ کہ نہ کوئی آپ کا مماثل ہے۔ اور نہ مقابل۔ جس طرح آفتاب کے سامنے کسی ظلمت کا ظاہر ہونا ناممکن اور محال ہے۔ اسی طرح آفتاب رسالت کے سامنے دجل کی ظلمت کا ظاہر ہونا محال ہے اور غالباً دجال اسی وجہ سے آپ کی موجودگی میں ظاہر نہ ہوسکا دوم یہ کہ آیت شریفہ۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ الاٰیۃ

اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ نے سب انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں اور پھر تم سب کے بعد ایک رسول آئیں جو تمہاری کتاب اور حکمت کی تصدیق کریں تو ان پر ضرور ایمان لانا اور ان کی ضرور مدد کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس عہد کو قبول کیا۔ سب نے اس کو قبول کیا۔

حضور پر نور پر ایمان اور نصرت کا عہد دوسرے انبیاء سے لیا گیا ہے لہٰذا آپ کی امداد کے لئے انبیاء سابقین سے کسی کا ظہور ضروری ہے۔ اور انبیاء سابقین سے کوئی نبی دجال کا ضد اور مقابل ہونا چاہیئے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کی امت کی نصرت ظہور میں آئے۔

اب رہا یہ امر کہ اس بارہ میں کون آپ کی نیابت کرے تو غور کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ جناب مسیح بن مریم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب خاص ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ جن میں عَبْدُ اللّٰهِ کے لقب سے ملقب فرمایا ہے۔

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔ جب اللہ کا بندہ اللہ کو پکارنے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔

اور حضرت مسیح نے بھی اپنے لئے اس لقب کو ثابت فرمایا ہے۔ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اور دوسرے حضرات انبیاء سے یہ ادعاء ثابت نہیں ہوا۔ فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ یہاں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام وصف عبدیت کے مخبر اور مظہر ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کو خود جناب باری عز اسمہ نے بیان فرمایا ہے۔

اور غالباً اسی نیابت خاصہ کی وجہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آمد آمد کی بشارت

کا منصب حضرت مسیح بن مریم کو سپرد کیا گیا۔

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ۔	حضرت عیسٰی نے فرمایا۔ کہ اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہوں اور توراۃ کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور ایسے رسول کی بشارت دیتا ہوں۔ کہ جو میرے بعد آئیں گے۔ نام ان کا احمد ہوگا۔

اور اسی طرح حضرت مسیح قیامت کے دن مستشفعین کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیں گے۔ حدیث میں ہے کہ جب لوگ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پاس انکی شفاعت کے لئے حاضر ہوں گے۔ تو عیسٰی علیہ السلام اس وقت یہ جواب دیں گے اِنَّ مُحَمَّدًا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ قَدْ حَضَرَ الْیَوْمَ۔ آج تو خاتم النبیین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں ان سے شفاعت کی درخواست کرو علاوہ ازیں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آنحضرت سے ایک خاص قرب بھی ہے۔

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا اولی الناس بعیسی بن مریم لیس بینی وبینہ نبی (رواہ البخاری)	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں عیسٰی بن مریم سے بہت ہی اقرب ہوں میرے اور ان کے درمیان میں کوئی نبی نہیں۔

اور غالباً حضرت مسیح علیہ السلام کو نبی اکرم کی طرح معراج جسمانی میں شریک کرنا اسی اولویت کی وجہ سے ہوا اور جس طرح خاتم الانبیاء سے پیشتر نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ اسی طرح خاتم الدجالین سے پہلے دجل کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔

کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلثین کلھم	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک بہت سے دجال اور کذاب نہ آئیں ہر ایک یہ کہتا

یزعم انہ رسول اللہ وانہ لا نبی بعدی) ہوگا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دجل کا مدار اصل میں خاتم الانبیاء کے آجانے کے بعد دعوائے نبوت ورسالت پر ہے۔

اس لئے کہ آپؐ نے دجالین کی علامت ہی یہ قرار دی ہے کلهم یزعم انہ رسول اللہ۔ یعنی فقط آپؐ کے بعد اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ میں اللہ کا رسول بنایا گیا ہوں اسکے دجال ہونے کی قطعی اور یقینی دلیل ہے نیز دجل کے معنی التباس کے ہیں۔ اور دعویٰ الوہیت میں چنداں التباس اور اشتباہ نہیں جتنا کہ دعویٰ نبوت میں ہے۔ اسی وجہ سے فرعون کو باوجود دعوائے الوہیت کے دجال نہیں کہا گیا۔ اس لئے کہ بشر کی عدم الوہیت میں کوئی اشتباہ نہیں۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ایک کھانے پینے والا اور ہگنے موتنے والا کبھی خدا نہیں ہوسکتا۔ انبیاء کرام چونکہ جنس بشر سے آئے ہیں اس لئے دعوائے نبوت میں عقلاً اشتباہ ہوسکتا ہے۔ لیکن خاتم النبیین اور ختم نبوت کے بعد کسی قسم کا کوئی اشتباہ باقی نہیں رہا۔ غرض یہ کہ خاتم الانبیاء کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا سراسر دجل اور کھلا ہوا ارتداد ہے کہ جس کی سزا بجز قتل کے اور کچھ نہیں اس لئے جناب مسیح بن مریم نازل ہوکر دجال مدعی نبوت کو قتل فرمائیں گے کہ خاتم الانبیاء کے بعد کیوں نبوت کا دعویٰ کیا۔

اور ان لوگوں سے کہ جو اس مدعی نبوت کا ساتھ دیں گے امام مہدی آکر قتال کریں گے۔ جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب سے قتال کیا۔ سبحان اللہ حق تعالیٰ نے کس طرح خاتم الانبیاء کے بعد مدعی نبوت کا واجب القتل ہونا ظاہر فرمایا کہ اس امت مرحومہ کے اول اور آخر خلیفہ دونوں سے مدعی نبوت کی جماعت کو خوب اچھی طرح قتل کرایا۔ نیز یہود کے قتل میں حکمت یہ ہے کہ یہود جناب مسیح بن مریم کے کچھ خاص مجرم ہیں۔"

اوّل تو یہ کہ جناب مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لائے۔

دوم یہ کہ آپ کی والدہ ماجدہ پر طرح طرح کے افتراء باندھے۔

سوم یہ کہ آپ کے قتل میں پوری کوشش اور تدبیر سے کام لیا مگر حق تعالیٰ نے آپ کو بالکل صحیح وسالم آسمان پر اٹھالیا۔

چہارم یہ کہ آپ کے بعد جس نبی یعنی خاتم الانبیاء کی آپ نے بشارت دی تھی اس پر ایمان نہ لاتے اور اس کے قتل میں بھی پوری کوشش کی مگر سب ناکام رہے۔

پنجم یہ کہ مسیح دجال کو خاتم الانبیاء کے بعد نبی مان بیٹھے۔ حالانکہ خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

اس لئے مناسب ہوا کہ اب یہود کا استیصال کیا جائے۔ اس لئے کہ اب کفر انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ خاتم الانبیاء کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے اور جو اس مدعی کا اتباع کرے وہ شرعاً ہرگز ہرگز زندہ نہیں رکھے جاسکتے اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا۔

پھر یہ کہ دجال اپنے کو مسیح کہہ کر خاتم الانبیاء کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے لگا اور لوگ دھوکہ سے اس مسیح ضلالت کو مسیح ہدایت یعنی مسیح بن مریم (علیہما الصلوٰۃ والسلام) سمجھ کر ایمان لائیں گے اور غلطی میں مبتلا ہوں گے۔ اس لئے حضرت مسیح بن مریم کو اس ناقابل تحمل غلطی کے ازالہ کے لئے نازل کرنا ضروری ہوا۔ اس لئے آپ اس کے قتل پر مامور ہوتے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ کون مسیح ہدایت ہے اور کون مسیح ضلالت۔ ذٰلک عیسی بن مریم قول الحق الذی فیہ یمترون۔

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد النبی الامی خاتم الانبیاء والمرسلین و علی الہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین ویا اجود الاجودین۔ امین یارب العٰلمین۔

اَلْاِعْلَامُ

بمعنی

الکشف والوحی والالہام

از حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

کشف اور الہام اور وحی

کشف | عالم غیب کی کسی چیز سے پردہ اٹھا کر دکھلا دینے کا نام کشف ہے، کشف سے پہلے جو چیز مستور تھی، اب وہ مکشوف یعنی ظاہر اور آشکارا ہو گئی۔

قاضی محمد اعلیٰ تھانوی رح کشاف اصطلاحات الفنون صفحہ ۱۲۵۴ میں لکھتے ہیں۔

"الکشف عند اہل السلوک ہو المکاشفہ ومکاشفہ رفع حجاب را گویند کہ میان روح جسمانی است کہ ادراک آں بحواس ظاہری نتواں کرد الخ"

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ حجابات کا مرتفع ہونا قلب کی صفائی اور نورانیت پر موقوف ہے جس قدر قلب صاف اور منور ہو گا اسی قدر حجابات مرتفع ہوں گے۔ جاننا چاہیئے کہ حجابات کا مرتفع ہونا قلب کی نورانیت پر موقوف تو ہے مگر لازم نہیں۔

الہام | کسی خیر اور اچھی بات کا بلا[1] نظر وفکر اور بلا کسی سبب ظاہری کے من جانب اللہ

---

[1] کما فی احیاء العلوم صفحہ ۱۶ ج ۳۔

قلب میں القاء ہونا الہام ہے۔ جو علم بطریق حواس حاصل ہو وہ ادراک حسی ہے اور جو علم بغیر طور حس اور طور عقل، من جانب اللہ بلا کسی سبب کے دل میں ڈالا جائے وہ الہام محض موہبت ربانی ہے اور فراست ایمانی جس کا حدیث میں ذکر آیا ہے وہ من وجہ کسب ہے اور من وجہ وہب ہے۔

کشف اگرچہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے الہام سے عام ہے لیکن کشف کا زیادہ تعلق امور حسیہ سے ہے اور الہام کا تعلق امور قلبیہ سے ہے۔

وحی وحی لغت میں مخفی طور پر کسی چیز کے خبر دینے کا نام ہے خواہ وہ بطریق اشارہ وکنایہ ہو یا بطریق خواب ہو یا بطریق الہام ہو یا بطریق کلام ہو۔ لیکن اصطلاح شریعت میں وحی اس کلام الٰہی کو کہتے ہیں کہ جو اللہ کی طرف سے بذریعہ فرشتہ نبی کو بھیجا ہو اور اس کو وحی نبوت بھی کہتے ہیں جو انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر بذریعہ القاء فی القلب ہو تو اس کو وحی الہام کہتے ہیں جو اولیاء پر ہوتی ہے اور اگر بذریعہ خواب ہو تو اصطلاح شریعت میں اس کو رویائے صالحہ کہتے ہیں جو عام مومنین اور صالحین کو ہوتا ہے کشف اور الہام اور رویائے۔ بالمعنی لغۃً وحی کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر عرف شرع میں جب لفظ وحی کا بولا جاتا ہے تو اس سے وحی نبوت ہی مراد ہوتی ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے قرآن کریم میں باعتبار لغت کے شیطانی وسوسوں پر بھی وحی کا اطلاق آیا ہے۔ کما قال تعالیٰ وَإِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلٰى أَوْلِيٰٓئِهِمْ. وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا. لیکن عرف میں شیطانی وسوسوں پر وحی کا اطلاق نہیں ہوتا

وحی اور الہام میں فرق وحی نبوت قطعی ہوتی ہے اور معصوم عن الخطاء ہوتی ہے اور امت پر اس کا اتباع لازم ہوتا ہے اور نبی پر اس کی تبلیغ فرض ہوتی ہے اور الہام ظنی ہوتا ہے اور معصوم عن الخطاء نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرات انبیاء معصوم عن الخطا ہیں اور اولیاء معصوم نہیں۔ اسی وجہ سے الہام دوسروں

بر حجت نہیں۔ اور نہ الہام سے کوئی حکم شرعی ثابت ہو سکتا ہے۔ حتیٰ کہ استحباب بھی الہام سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

نیز علم احکام شرعیہ بذریعہ وحی انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور غیر انبیاء پر جو الہام ہوتا ہے سو وہ از قسم بشارت یا از قسم تفہیم ہوتا ہے احکام پر مشتمل نہیں ہوتا جیسے حضرت مریمؑ کو جو وحی الہام ہوئی وہ از قسم بشارت تھی نہ کہ از قسم احکام۔ اور بعض مرتبہ وحی الہام کسی حکم شرعی کی تفہیم اور افہام کے لئے ہوتی ہے۔

جو نسبت رویائے صالحہ کو الہام سے ہے وہی نسبت الہام کو وحی نبوت سے ہے یعنی جس طرح رویائے صالحہ الہام سے درجہ میں کمتر ہے اسی طرح الہام درجہ میں وحی نبوت سے فروتر ہے اور جس طرح رویائے صالحہ میں ایک درجہ کا ابہام اور خفا ہوتا ہے اور الہام اس سے زیادہ واضح ہوتا ہے اسی طرح الہام بھی باعتبار وحی کے مخفی اور مبہم ہوتا ہے اور وحی صاف اور واضح ہوتی ہے۔

اور جس طرح رویائے صالحہ میں مراتب اور درجات ہیں جو شخص جس درجہ صالح اور جس درجہ صادق ہے اسی درجہ اس کا رویا بھی صالحہ اور صادقہ ہوگا۔ اسی طرح الہام میں بھی مراتب ہیں۔ جس درجہ کا ایمان اور جس درجہ کی ولایت ہوگی اسی درجہ کا الہام ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ اگر میری امت میں کوئی محدث من اللہ ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ یہ تحدیث من اللہ الہام کا ایک خاص مرتبہ ہے جو خاص اولیاء کو حاصل ہوتا ہے جو ان کی زبان سے نکلتا ہے وہ حق ہوتا ہے اور صدق اور وحی خداوندی اس کی تصدیق کرتی ہے بلکہ حق جل شانہ کی مشیت یہ ہوتی ہے کہ حق کا ظہور اور صدور اسی محدث من اللہ کی زبان سے ہو۔ کما قال تعالیٰ فی قصہ موسیٰ علیہ السلام حَقِیْقٌ عَلٰٓی اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ یہ تحدیث الٰہی مرتبۂ فاروقیہ ہے اس کے اوپر مرتبۂ صدیقیت ہے اور اس کے اوپر مرتبۂ نبوت و رسالت ہے۔

وحی رحمانی اور وحی شیطانی میں فرق

اگر واردات قلبیہ کسی امر خیر اور امر آخرت یعنی حق جل شانہ کی اطاعت کی طرف داعی ہوں تو وحی رحمانی ہے۔ اور اگر دنیاوی شہوتوں اور نفسانی لذتوں کی طرف داعی ہوں۔ تو وہ وحی شیطانی ہے۔ کذافی خواتم الحکم صفحہ ۱۵۶ و مدارج السالکین صفحہ ۴۲ ج ۱

حضراتِ صوفیۂ کرام کا مطلب

جس طرح حق جل شانہ نے وحی کو معنی لغوی کے اعتبار سے مقسم قرار دے کر اسکے تحت میں وحی نبوت اور الہام اور شیطانی وسوسوں کو داخل فرمایا اور الہام کو معنی لغوی کے اعتبار سے الہام فجور اور الہام تقویٰ کی طرف تقسیم فرمایا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۔ اور لفظ ارسال معنی لغوی کے اعتبار سے شیطان لعین کیلئے آیا ہے۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔

اسی طرح حضرات صوفیہ نے نبوت کو بمعنی لغوی لے کر مقسم بنایا۔ یعنی خدا تعالیٰ سے اطلاع پانا اور دوسروں کو اطلاع دینا۔ اس معنی لغوی کو مقسم بنایا اور حضرات انبیاء کی نبوت اور وحی شریعت اور اولیاء کی ولایت اور الہام معرفت کو نبوت بمعنی لغوی کے تحت میں داخل فرمایا۔ اور نبوت کے لئے چونکہ تشریع احکام ضروری ہے اور ولایت میں کوئی حکم شرعی نہیں ہوتا۔ اس لئے حضرات صوفیہ نے نبوت و رسالت کا نام نبوت تشریعیہ رکھا اور ولایت کا نام نبوت غیر تشریعی رکھا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شریعت میں نبوت کی دو قسمیں ہیں ایک نبوت تشریعیہ اور ایک نبوت غیر تشریعی بلکہ نبوت بمعنی لغوی کی دو قسمیں ہیں ایک اصطلاحی نبوت جس کے لئے تشریع احکام لازم ہے اور نبوت بمعنی لغوی کی دوسری قسم ولایت اور الہام ہے جس سے صرف حقائق اور معارف کا انکشاف ہوتا ہے مگر اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا حتیٰ کہ کشف اور الہام سے مستحب

کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اور حضرات صوفیہ نے نہایت واضح طور پر اس کی تصریح کردی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بالکل بند ہو چکا ہے اور جس قسم کی وحی حضرات انبیاء پر اترتی تھی وہ بالکل مسدود ہوگئی۔ اب نہ یہ منصب باقی ہے اور نہ کسی کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے اوپر نبی اور رسول کا لفظ اطلاق کرے۔ نبوت بالکل ختم ہوگئی۔ اولیاء کے لئے نبوت میں سے صرف وحی الہام باقی ہے اور حفاظ قرآن کے لئے یہ قرآن باقی ہے۔ حدیث میں ہے :-

من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ۔ جس نے قرآن کو حفظ کر لیا تو اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان نبوت داخل کردی گئی۔

اور علماء اور خواص امت کو منصب رسالت میں یہ حصہ ملا کہ وہ احکام شریعت کی تبلیغ کریں۔ اور فقہاء اور مجتہدین کو منصب رسالت سے یہ حصہ ملا کہ کتاب وسنت اور شریعت کی روشنی میں اجتہاد و استنباط کریں اور غیر منصوص امور کا حکم اصول شریعت کے ماتحت رہ کر خداداد نور فہم اور نور تقویٰ سے قرآن اور حدیث سے نکال کر امت کو فتویٰ دیں۔ اس طرح مجتہدین کو تشریع احکام کا ایک حصہ عطا ہوا۔ اور یہ بھی تصریح فرمائی کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر اللہ کے یہ احکام اور یہ اوامر اور نواہی نازل ہوتے ہیں، وہ مدعی شریعت ہے ہم اس کی گردن اڑادیں گے۔

تو کیا مرزا صاحب کے نزدیک تمام اولیاء اور علماء اور حفاظ قرآن نبی ہو سکتے ہیں اور ان پر ایمان لانا ضروری ہے؟ حضرات صوفیہ کی اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگر اولیاء کو نبوت غیر تشریعیہ سے حصہ ملا ہے تو فقہاء اور مجتہدین کو تو نبوت تشریعیہ سے حصہ ملا ہے لہٰذا مرزائیوں کے نزدیک ائمہ اجتہاد تو تشریعی نبی ہونے چاہئیں۔

بلکہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے نبوت بمعنی لغوی (یعنی خدا سے خبر پانا اور دینا) کو اس قدر عام فرمایا کہ کسی موجود کو اس سے خالی نہیں چھوڑا۔ چنانچہ فتوحات کے ایک

سو چھیالیسویں باب میں فرماتے ہیں :۔

اعلم ان النبوۃ التی ھی الاخبار من شیئ ساریۃ فی کل موجود عند اھل الکشف والوجود لکن لا یطلق علی احد منھم اسم نبی ولا رسول الا علی الملائکۃ الذی ھم رسل۔ (کبریت احمر ص ۲۳ ج ۱)

جاننا چاہیئے کہ نبوت جس کے معنی لغت میں خبر دینے کے ہیں وہ اہل کشف کے نزدیک تمام موجودات میں سرایت کئے ہوئے ہے لیکن معنی شرعی کے اعتبار سے نبی اور رسول کا اطلاق بجز فرشتوں کے اور موجودات پر نہیں کیا جائے گا۔

اب دیکھیئے کہ اس عبارت میں تمام مخلوقات اور تمام موجودات کے لئے ثابت فرمادیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتلادیا کہ نبوت بمعنی لغوی یعنی اخبار عن الشئ تمام موجودات میں جاری وساری ہے مگر معنی شرعی کے اعتبار سے کسی پر نبی اور رسول کا اطلاق درست نہیں۔ شہد کی مکھیوں کے لئے وحی اور ہر نفس کے لئے الہام کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ. فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا معلوم ہوا کہ وحی اور الہام کے فیض سے حیوانات بھی محروم نہیں۔ خداوند ذوالجلال کی وحی اور الہام کی تار برقی ہر ایک مخلوق کے دل میں لگی ہوئی ہے ۔

سب سے ربط آشنائی ہے تجھے ۔۔۔ دل میں ہر ایک کے رسائی ہے تجھے

اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل درکار ہو تو بوادر النوادر صفحہ ۲۶۰ تا ۲۶۳ مصنفہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ اور مسک الختام مصنفہ ناچیز اور الشہاب مصنفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کی مراجعت کریں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

صوفیہ کے شطحیات

صوفیاء کرام کے یہاں ایک بات ہے جس کو شطحیات کہتے ہیں شطحیات شطحی یا شطح کی جمع ہے۔ اصطلاح صوفیہ میں شطح کی تعریف یہ ہے کہ جو بات غلبہ حال اور غلبہ وارد کی وجہ سے بے اختیار زبان سے نکل جائے اور بظاہر قواعد شریعت کے خلاف معلوم ہوتی ہو۔ اس کو شطح کہتے ہیں ایسے شخص

پر نہ کوئی گناہ ہے اور نہ دوسروں کو اس کی تقلید جائز ہے۔

خود حضرات صوفیہ نے اس کی تصریح فرمادی ہے کہ ان شطحیات پر کسی کو عمل پیرا ہونا جائز نہیں بلکہ جس شخص پر یہ احوال نہ گذرے ہوں وہ ہماری کتابوں کا مطالعہ بھی نہ کرے تاکہ فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔

الہام کا حکم شرعی

حضرات انبیاء کرام کا وحی اور الہام کی حجیت میں تو کیا کلام ہو سکتا ہے حضرات انبیاء کرام کا تو خواب بھی حجت قطعیہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض خواب کی بناء پر بیٹے کے ذبح کا ارادہ فرمایا جس کی حق جل شانہ نے قرآن کریم میں مدح اور توصیف فرمائی۔

البتہ اولیاء اللہ کے الہام میں کلام ہے کہ اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر الہام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور قواعد شریعت کے خلاف نہ ہو تو اس پر عمل کرنا جائز ہے واجب نہیں اور جو الہام کتاب و سنت اور شریعت کے خلاف ہو اس پر عمل کرنا بالاجماع جائز نہیں جو الہام قرآن و شریعت کے خلاف ہو وہ الہام رحمانی نہیں بلکہ وہ الہام شیطانی ہے بلکہ الہام کے صادق اور کاذب ہونے کا معیار ہی کتاب و سنت کی موافقت اور مخالفت ہے۔

صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کبھی اپنے الہام پر عمل نہ فرماتے تھے جب تک کہ کتاب و سنت سے اس کی تصدیق و تائید نہ ہو جائے۔

امام غزالیؒ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ ابوسلیمان دارانی یہ فرمایا کرتے تھے کہ الہام پر اس وقت تک عمل نہ کرو جب تک آثار سے اس کی تصدیق نہ ہو جاتے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رح فتوح الغیب میں فرماتے ہیں کہ الہام اور کشف پر عمل کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس صحیح کے مخالف نہ ہو۔

قاضی ثناء اللہ صاحب ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا الہام علم ظنی کا موجب ہے اگر کسی ولی کا کشف اور الہام کسی حدیث کے خلاف ہو اگرچہ وہ حدیث

خبر آحاد میں سے ہو بلکہ اگر ایسے قیاس صحیح کے بھی خلاف ہو کہ جو شرائط قیاس کو جامع
ہو تو اس جگہ بمقابلہ کشف والہام قیاس کو ترجیح دینی چاہیئے اور یہ مسئلہ تمام سلف اور
خلف میں متفق علیہ ہے۔ اب مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی ایک عبارت مع ترجمہ نقل
کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بداں ارشدک اللہ تعالیٰ والہمک سواء الصراط

کہ از جملہ ضروریات طریق سلوک
اعتقاد صحیح است کہ علمائے اہل سنت آں را
از کتاب وسنت وآثار سلف استنباط فرمودہ
اند۔ وکتاب وسنت را محمول داشتن بر معانی
کہ جمہور علمائے اہل حق یعنی علمائے اہل سنت
وجماعت آں معنی را از کتاب وسنت فہمیدہ
اند نیز ضروری است واگر بالفرض خلاف
آں معانی مفہومہ بکشف والہام امرے ظاہر
شود آں را اعتبار نباید کرد واز اں استعاذہ
باید نمود۔ مثلاً آیات واحادیث کہ از ظواہر
آنہا توحید وجود مفہوم می شود وہم چنیں احاطہ
وسریان وقرب ومعیت ذاتیہ معلوم می
گردد۔ چوں علمائے اہل حق ازاں آیات و
احادیث ایں معنی نفہمیدہ اند اگر در اثنائے
راہ بر سالک ایں معانی منکشف شود

اے عزیز! جان لے (خدا تجھے سمجھ عطا کرے
اور سیدھے راستہ کی ہدایت کرے) کہ طریق سلوک
کے ضروری امور میں سے صحیح عقیدہ رکھنا ہے۔ جو
علمائے اہل سنت نے قرآن وحدیث اور آثار
سلف سے اخذ کیا ہے اور قرآن وحدیث کو انہی
معانی پر محمول کرنا بھی ضروری ہے جو علمائے حق
یعنی علمائے اہل سنت وجماعت نے قرآن وحدیث
سے سمجھے ہیں۔ اور اگر بالفرض ان اہل سنت کے
سمجھے ہوئے معانی کے خلاف کشف والہام کے
ذریعہ کوئی بات ظاہر ہو تو اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے
مثلاً وہ آیتیں اور حدیثیں جن کے ظاہری پہلوؤں
سے وحدۃ الوجود سمجھ میں آتی ہے یا اسی طرح
باری تعالیٰ کا ذاتی لحاظ سے ہر جگہ حاوی و
ساری ہونا اور ذاتی قرب ومعیت معلوم
ہوتی ہے۔ چونکہ علمائے حق نے ان آیات واحادیث
سے یہ معنی نہیں سمجھے ہیں تو اگر راہ سلوک کے دوران

وموجود جز یکے نیابد یا او را بالذات محیط
داند و قریب فاتًا یابد ہر چند او دریں وقت
بواسطہ غلبہ حال سکر معذور ست اما باید
کہ ہمیشہ بحق سبحانہ تعالیٰ ملتجی و متضرع باشد
کہ او را ازیں ورطہ بر آورد و امورے کہ مطابق
آرائے صائبہ علمائے اہل حق ست بروے
منکشف گرداند و سر موئے خلاف معتقدات
حقہ ایشان ظاہر نسازد بالجملہ معانی مفہوم
علمائے اہل حق را مصداق کشف خود باید
ساخت و محک الہام خود را جز آں نباید داشت
چہ معانی کہ خلاف مفہوم ایشان است
از حیز اعتبار ساقط است زیرا کہ ہر مبتدع
وضال معتقدات معتدلئے خود را کتاب و
سنت می داند و باندازہ افہام رکیکہ خود ازاں
معانی غیر مطابقہ می فہمد يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَ
يَهْدِي بِهِ كَثِيرًا۔ و آنکہ گفتم کہ معانی مفہوم
اہل حق معتبر ست و خلاف آں معتبر نیست بنا
برآں ست کہ آں معانی را از تتبع آثار صحابہ رضی
و سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
اخذ کردہ اند و از انوار نجوم ہدایت ایشاں اقتباس
فرمودہ اند۔ لہذا نجات ابدی مخصوص بایشاں

میں یہ باتیں منکشف ہوں اور ایک (خدا) کے
سوا کسی کو موجود نہ پائے یا خدا کو بالذات محیط
سمجھے اور بالذات قریب پائے تو اگرچہ وہ سالک
بوجہ سکر کی حالت کے غلبہ کے اس وقت معذور
ہے لیکن اسے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرنی چاہیئے
کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس چکر سے نکال کر اہل حق
علماء کی درست رائے کے موافق اس پہ ظاہر
فرمادے اور ان سچے عقیدوں کے خلاف بال
برابر بھی ظاہر نہ ہونے دے۔ غرض اہل حق کے
سمجھے ہوئے معانی کو اپنے کشف کا معیار بنانا
چاہیئے اور اس کے علاوہ اور کسی چیز کو اپنے الہام
کی کسوٹی نہیں بنانا چاہیئے کیونکہ جو معانی اہل
حق کے سمجھے ہوئے معانی کے خلاف ہیں وہ درجہ
اعتبار سے گرے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ (یوں تو)
ہر بدعتی اور گمراہ اپنے پیشوا کے معتقدات کو
قرآن وحدیث سمجھتا ہے اور اپنی ناقص اور
بودی سمجھ کے مطابق قرآن وحدیث سے حقیقت
کے خلاف معانی سمجھتا ہے۔ (اور قرآن سے بہت
سے گمراہ ہو جاتے ہیں اور بہت راہ پاتے ہیں)
اور یہ جو میں نے کہا کہ اہل حق کے سمجھے ہوئے
معانی معتبر ہیں اور اس کے خلاف معتبر نہیں یہ

گشت وفلاح سرمدی نصیب شاں آمد
أُولَئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ واگر بعضے از علماء باوجود
حقیت اعتقاد در فرعیات مداہنت نمایند و
مرتکب تقصیرات باشد در عملیات انکار
مطلق علما نمودن وہمہ را مطعون ساختن
انصافی محض است ومکابرہ صرف بلکہ انکار
است از اکثر ضروریات دین چہ ناقلاں
آں ضروریات ایشانند وناقدان جیدہ
آں را از ردیہ ایشانند لولا نور هدایتهم
لما اهتدینا ولولا تمیزهم الصواب من
الخطأ لغوینا هم الذین بذلوا جهدهم فی
اعلاء کلمة الدین القویم واسلکوا
طوائف کثیرة من الناس علی صراط مستقیم
فمن تابعهم نجی ومن خالفهم ضل واضل۔

مکتوب دوصد وہشتاد وششم ۲۸۶

از جلد اول

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی

اس بنا پر ہے کہ انہوں نے ان معانی کو صحابہؓ
اور سلف صالحین رحمہ سے اخذ کیا ہے اور ان
کے ستارۂ ہدایت سے نور حاصل کیا ہے اسی
لئے ابدی نجات اور دائمی فلاح ان کے لئے
مخصوص ہوگئی (یہ لوگ ہیں اللہ کی جماعت اور
سن لو کہ اللہ کی جماعت ہی فلاح پانیوالی ہے)
اگر بعض علماء باوجود صحیح عقائد جاننے کے
جزئیات دزعیات میں حق کو چھپائیں اور اعمال
میں تقصیر کریں تو اس سے مطلقاً تمام علماء کا انکار
کرنا اور سب کو ملامت کرنا کھلی بے انصافی اور
ہٹ دھرمی ہے بلکہ یہ چیز دوسرے الفاظ میں
اکثر ضروریات دین سے انکار کر دینا ہے۔ کیونکہ
ضروریات دین کے روایت کرنے والے اور ان
میں کھوٹے کھرے کی تمیز کرنے والے یہی علماء ہیں
کہ اگر ان کا نور ہدایت نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پا
سکتے اور اگر ان کی طرف سے حق و باطل میں تمیز
نہ کی جاتی تو ہم بھٹک جاتے یہی وہ حضرات ہیں
جنہوں نے اپنی آخری کوشش تک دین کا بول
بالا کرنے کے لئے صرف کر دی ہے اور انسانوں کے بہت سے گروہوں کو سیدھے راستہ پر چلایا ہے
پس جس نے ان کا اتباع کیا اس نے نجات وفلاح پائی اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ خود بھی
گمراہ ہوا اور دوسروں کے لئے گمراہی کا ذریعہ بنا۔

مرزا صاحب کو اپنے الہام پر خود بھی یقین نہ تھا

مرزا صاحب کے الہامات چونکہ القاءِ شیطانی تھے اس لئے خود مرزا صاحب کو بھی اپنے الہامات پر یقین نہ تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں نے ایک عرصہ تک الہامات کی پیروی نہیں کی جب تک کہ ان الہامات کو قرآن وحدیث کے موافق جانچ نہ لیا"

جانچنے کی وجہ یہی تھی کہ مرزا صاحب کو شبہ تھا کہ یہ الہامات خدا کی طرف سے ہیں یا شیطان کی طرف سے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ مرزا صاحب کو یقین تھا کہ یہ الہامات من جانب اللہ نہیں بلکہ ان کے نفس کے من گھڑت ہیں۔ اور قرآن اور حدیث کے بھی خلاف ہیں۔ مگر اندیشہ یہ تھا کہ لوگ اس الہام کو سن کر متوحش ہوں گے۔ اس لئے سوچتے تھے کہ قرآن اور حدیث میں کس طرح تاویل کر کے الہام کو اس کے مطابق بنا دوں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الراحمین۔

محمد ادریس کان اللہ لہ وکان ھو للہ آمین

(۲۰ر جمادی الثانیہ ۱۳۷۳ھ یوم چہار شنبہ)

اسلام اور مرزائیت

کا

اصولی اختلاف

اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف

اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ رب العلمین ۔ والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی اٰلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین

اما بعد بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ مرزائی اور قادیانی مذہب اسلام سے کوئی علیحدہ مذہب نہیں ۔بلکہ مذہب اسلام ہی کی ایک شاخ ہے اور دیگر اسلامی فرقوں کی طرح یہ بھی ایک اسلامی فرقہ ہے اس لئے یہ لوگ قادیانیوں کو مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھنے میں تامل کرتے ہیں یہ بالکل غلط ہے ان لوگوں کی یہ غلط فہمی سراسر اصول اسلام سے لاعلمی اور بے خبری پر مبنی ہے یہ مسلمان کی جہالت کی انتہا ہے کہ اسے اسلام اور کفر میں فرق نہ معلوم ہو۔ جاننا چاہیئے کہ ہر ملت اور مذہب کے کچھ اصول اور عقائد ہوتے ہیں کہ جن کی بناء پر ایک مذہب دوسرے مذہب سے جدا اور ممتاز سمجھا جاتا ہے اسی طرح اسلام کے بھی کچھ بنیادی اصول اور عقائد ہیں کہ ان اصول اور عقائد کے اندر رہ کر جو اختلاف ہو وہ فروعی اختلاف ہے اور جو اختلاف ان مسلمہ اصول اور عقائد کی حدود سے نکل کر ہو وہ اصولی اختلاف کہلاتا ہے اور اس اختلاف سے وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد سمجھا جاتا ہے۔

اس مختصر تحریر میں ہم نہایت اختصار کے ساتھ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ قادیانی مذہب ، مذہب اسلام کے اصول اور عقائد سے کس درجہ متصادم اور مزاحم ہے تاکہ یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ اسلام اور مرزائیت کا اختلاف اصولی اختلاف ہے مرزائی مذہب کے اصول اور عقائد مذہب اسلام کے اصول اور عقائد کے بالکل مباین اور مخالف ہیں بالکل ایک دوسرے کی ضد اور نقیض ہیں مذہب اسلام اور مرزائیت ایک

جا جمع نہیں ہو سکتے۔ فاقول باللہ التوفیق و بیدہ ازمۃ التحقیق۔

مرزائیوں کے نزدیک بھی اسلام اور مرزائیت کا اختلاف

اصولی اختلاف ہے فروعی نہیں

یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان میں کوئی فروعی اختلاف ہے کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے، ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں بتاؤ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرق بین احد من رسلہ۔ لیکن حضرت مسیح موعود کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے۔ نہج المصلی مجموعہ فتویٰ احمدیہ صفحہ ۲۷۴۔

پہلا اختلاف

مسلمانوں کے نبی اور رسول مُحَمَّد عربی فداہ امی و ابی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مرزائیوں کے نبی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں اور ظاہر ہے کہ نبی ہی کے بدلنے سے قوم اور مذہب جدا سمجھا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی قوم یہود اور نصاریٰ سے اسی لئے جدا ہے کہ انکا نبی انکے نبی کے علاوہ ہے۔ حالانکہ مسلمان بھی حضرت موسیٰ ؑ یا فقط حضرت عیسیٰ ؑ پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو شخص فقط حضرت موسیٰ یا فقط حضرت عیسیٰ ؑ پر ایمان رکھے اور مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لائے وہ یہودی اور عیسائی ہے مسلمان اور محمدی نہیں کہلا سکتا اور جو یہودی اور عیسائی مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے وہ یہودی اور عیسائی نہیں رہتا بلکہ مسلمان مُحَمَّدی کہلاتا ہے۔

اسی طرح جو شخص مرزا غلام احمد پر ایمان لائے وہ مسلمان اور محمدی نہیں کہلا سکتا اس لئے کہ نئے پیغمبر پر ایمان لانے کی وجہ سے پہلے پیغمبر کی امت سے خارج ہو جاتا ہے اور نئے نبی کی امت میں داخل ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ تمام مرزائی غلام احمد کو نبی

ماننے کی وجہ سے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی امت اور دین اسلام سے خارج ہو چکے ہیں ان کو مسلمان اور محمدی کہنا جائز نہیں ان کو مرزائی اور غلامی اور قادیانی کہا جائے گا اور ان کا دین اسلام نہیں ہوگا بلکہ ان کا دین مرزائی دین ہوگا۔

دوسرا اختلاف

تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین۔ یعنی آخری نبی ہیں جیسا کہ نص قرآنی مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ اور احادیث متواترہ اور اجماع صحابہ و تابعین اور اُمت محمدیہ کے تیرہ سو برس کے تمام علماء متقدمین اور متاخرین کا اتفاق سے مُسلم ہے کہ نبوت و رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے یہ اسلام کا اساسی اصول اور بنیادی عقیدہ ہے جس میں کسی اسلامی فرقہ کو اختلاف نہیں مرزا غلام احمد کا جواب ہے کہ نبوت حضور پر ختم نہیں ہوئی۔ آپ کے بعد بھی نبوت کا دروازہ کھلا ہوا ہے گویا کہ مرزا صاحب کے زعم میں حضور خاتم الانبیاء نہیں بلکہ فاتح النبیین ہیں یعنی نبوت کا دروازہ کھولنے والے ہیں۔

اُمت محمدیہ میں سب سے پہلا اجماع: حضور کے وصال کے بعد اُمت محمدیہ میں جو پہلا اجماع ہوا وہ اسی مسئلہ پر ہوا کہ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعوائے نبوت کرے اس کو قتل کیا جائے۔

اسود عنسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں دعویٰ نبوت کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضؓ کو اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا صحابی رضؓ نے جا کر اسود عنسی کا سر قلم کیا۔ مسیلمہ کذاب نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بعد سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ مسیلمہ کذاب کے قتل اور اس کی جماعت کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے خالد بن ولید رضؓ سیف اللہ کی سرکردگی میں صحابہ کرام کا ایک لشکر روانہ کیا کسی صحابی رضؓ نے مسیلمہ سے یہ سوال نہیں کیا کہ تو کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے مستقل نبوت کا مدعی ہے یا ظلی اور بروزی نبوت کا مدعی ہے اور نہ کسی نے مسیلمہ کذاب سے اس کی نبوت کے دلائل اور براہین پوچھے۔ اور نہ کوئی معجزہ دکھلانے کا سوال کیا صحابہ کرام رضؓ کا لشکر

میدان کارزار میں پہنچا مسیلمہ کذاب کے ساتھ چالیس ہزار جوان تھے خالد بن ولید سیف اللہ نے جب تلوار پکڑی تو مسیلمہ کے اٹھائیس ہزار جوان مارے گئے اور خود مسیلمہ بھی مارا گیا خالد بن ولید مظفر و منصور مدینہ منورہ واپس آئے اور مال غنیمت مجاہدین پر تقسیم کیا گیا۔ مسیلمہ کے بعد طلیحہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ صدیق اکبرؓ نے اس کے قتل کے لئے بھی حضرت خالدؓ کو روانہ کیا۔ فتوح البلدان ص۱۰۵۔

اس کے بعد خلیفہ عبدالملک کے عہد میں حارث نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ خلیفۂ وقت نے علماء صحابہ وتابعین کے متفقہ فتویٰ سے اس کو قتل کر کے سولی پر چڑھایا اور کسی نے اس سے دریافت نہ کیا کہ تیری نبوت کی کیا دلیل ہے اور نہ کوئی بحث اور مناظرہ کی نوبت اور نہ معجزات اور دلائل طلب کئے۔

قاضی عیاض رہ شفاء میں اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔

وفعل ذالک غیر واحد من الخلفاء والملوک باشباھھم	بہت سے خلفاء اور سلاطین نے مدعیان نبوت کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا۔

خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا خلیفہ ہارون رشید نے علماء کے متفقہ فتوے سے اس کو قتل کیا۔ خلاصہ یہ کہ قرون اولیٰ سے لے کر اس وقت تک تمام اسلامی عدالتوں اور درباروں کا یہی فیصلہ رہا ہے کہ مدعی نبوت اور اس کے ماننے والے کافر اور مرتد اور واجب القتل ہیں اب بھی مسلمانان پاکستان کی وزراء حکومت سے استدعا ہے کہ خلفائے راشدین اور سلاطین اسلام کی اس سنت پر عمل کر کے دین اور دنیا کی عزت حاصل کریں۔ ؎ عزیزیکہ از درگہش سربتافت ۔ بہر درکہ شد ہیچ عزت نیافت

قتل مرتد کے متعلق مرزائی خلیفہ اوّل حکیم نورالدین کا فتویٰ

مجھے (حکیم نورالدین صاحب کو) خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے۔ اور اب نہ تمہارے کہنے سے

معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کر دے اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ صفحہ ۱۱ بابت ماہ نومبر ۱۹۱۴ء

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ نورالدین صاحب کے نزدیک بھی مرتد کی سزا قتل ہے اس لئے مخالفین کو خالد بن ولید کے اتباع میں اس سنت کے جاری کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں۔

قادیانیوں کو حج بیت اللہ کی ممانعت کی وجہ

مرزائیوں کے نزدیک قادیان کی حاضری ہی بمنزلہ حج کے ہے اور مکہ مکرمہ جانا اس لئے ناجائز ہے کہ وہاں قادیانیوں کو قتل کر دینا جائز ہے۔

چنانچہ مرزا محمود صاحب خلیفہ ثانی ایک خطبہ جمعہ میں تقریر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ آج جلسہ کا پہلا دن ہے اور ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے۔ حج خدا تعالیٰ نے مومنوں کی ترقی کے لئے مقرر کیا تھا۔ آج احمدیوں کے لئے دینی لحاظ سے تو حج مفید ہے مگر اس سے اصل غرض یعنی قوم کی ترقی تھی وہ انہیں حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ حج کا مقام ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہے جو احمدیوں کو قتل کر دینا بھی جائز سمجھتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ علماء حرمین کے نزدیک قادیانی مرتد اور واجب القتل ہیں۔

تیسرا اختلاف

تمام مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اُخروی نجات کے لئے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر ایمان لانا کافی ہے مرزائی جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ نجات کا دار و مدار مرزا غلام احمد پر ایمان لانے پر ہے اور جو شخص مرزا غلام احمد پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے اور

ابدی جہنم کا مستحق ہے۔ نہ اس کے ساتھ نکاح جائز اور نہ اس کی نماز جنازہ درست ہے۔

مرزا صاحب کے متبعین کے سوا دنیا کے پچاس کروڑ مسلمان کافر اور اولاد الزنا ہیں۔

چنانچہ اسی بناء پر چودھری ظفر اللہ نے قائد اعظم رح کے نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی کہ ظفر اللہ کے نزدیک قائد اعظم رح کافر اور جہنمی تھے۔

قائد اعظم کی وصیت یہ تھی کہ میری نماز جنازہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ پڑھائیں چنانچہ وصیت کے مطابق شیخ الاسلام نے تمام ارکان دولت اور مسلمانان ملت کی موجودگی میں قائد اعظم رح کا جنازہ پڑھا اور اپنے دست مبارک سے ان کو دفن کیا۔

قائد اعظم رح کا مذہب

اس وصیت اور طرز عمل سے صاف ظاہر ہے کہ قائد اعظم رح کا مذہب وہی تھا جو حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رح کا تھا اور پاکستان اسی قسم کی اسلامی حکومت ہے کہ جس قسم کا اسلام حضرت شیخ الاسلام کا تھا۔ مولانا شبیر احمد رح ہی پاکستان کے شیخ الاسلام تھے۔ اور ساری دنیا کو معلوم ہے کہ شیخ الاسلام عثمانی رح مرزائی جماعت کو مرتد اور خارج از اسلام سمجھتے تھے۔ اور ان کی نظر میں مسیلمہ پنجاب کا وہی حکم تھا جو شریعت میں یمامہ کے مسیلمہ کذاب کا ہے۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رح کی تحریرات اس بارہ میں صاف اور واضح ہیں۔

تمام روئے زمین کے کلمہ گو مسلمان مرزائیوں کے نزدیک کافر اور جہنمی اور اولاد الزناء ہیں

مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن و حدیث کے ایک ایک حرف پر بھی عمل کرے مگر مرزا صاحب کو نبی نہ مانے تو وہ ویسا ہی کافر ہے جیسے یہود اور نصاریٰ اور

دیگر کفار اور مرزا صاحب کے تمام منکر اولاد الزنا ہیں۔ قادیانی مذہب ص ۱۴۲

چوتھا اختلاف

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر وہی معتبر ہے جو حضور پر نورؐ نے فرمائی اور اس کے بعد صحابہ و تابعین کی تفسیر کا درجہ ہے مرزا صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی وہی تفسیر معتبر ہے جو میں بیان کروں اگرچہ وہ تمام احادیث متواترہ اور صحابہ اور تابعین اور امت محمدیہ کے تمام علماء کے خلاف ہو۔

پانچواں اختلاف

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم معجز ہے یعنی حد اعجاز کو پہنچا ہوا ہے۔ کوئی اس کا مثل نہیں لا سکتا ہے۔

مرزا صاحب اور مرزائی جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کا کلام بھی معجز ہے۔ مرزا صاحب اپنے قصیدہ اعجازیہ کو قرآن کی طرح معجزہ قرار دیتے تھے۔ مرزائیوں کے نزدیک مرزا صاحب کی وحی پر ایمان لانا ایسا ہی فرض ہے جیسے قرآن پر ایمان لانا فرض ہے اور جس طرح قرآن کریم کی تلاوت عبادت ہے اسی طرح مرزا صاحب کی وحی اور الہامات کی تلاوت بھی عبادت ہے۔ معلوم نہیں کہ کیا مرزا صاحب کے انگریزی الہامات کی بھی قرآن کی طرح تلاوت عبادت ہے یا نہیں، واللہ اعلم۔

اب ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے بعد اگر کسی اور کتاب پر بھی ایمان لانا فرض ہو تو قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب نہ ہو گی مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا ❊ بخدا پاک دانمش از خطا

ہمچو قرآن منزہ اش دانم ❊ از خطا ہا ہمیں است ایمانم

درثمین ص ۲۸۷ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔

چھٹا اختلاف

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حجت ہے اور اس کا اتباع ہر مسلمان پر فرض اور واجب ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ۔ مرزا صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ جو حدیث نبوی میری وحی کے موافق نہ ہو اس کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے ۔ مرزا صاحب حدیث نبوی کے متعلق لکھتے ہیں۔

(۱) جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرے میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کرے۔ حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ۱۰

(۲) اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ اعجاز احمدی صفحہ ۲۹

ساتواں اختلاف

قرآن اور حدیث جہاد کی ترغیب اور اس کے احکام سے بھرا پڑا ہے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جہاد شرعی میرے آنے سے منسوخ ہوگیا اور انگریزوں کی اطاعت اولی الامر کی اطاعت ہے اور انگریزوں سے جہاد کرنا حرام قطعی ہے۔ مگر

پاکستان کی تخریب کے لئے فوجی تیاریاں اور ریشہ دوانیاں، قادیانیوں کے نزدیک فرض عین ہیں اور لیل و نہار اسی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔

آٹھواں اختلاف

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور پر نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد آنے والا خواہ کتنا ہی صالح اور متقی ہو وہ انبیاء و مرسلین سے افضل و بہتر

نہیں ہو سکتا مرزا صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ میں تمام انبیاء کرام سے افضل ہوں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ☆ من بعرفان نہ کمترم از کسے

آنچہ داد است ہر نبی را جام ☆ داد آن جام را مرا بتمام

کم نیم زان ہمہ بروئے یقین ☆ ہر کہ گوید دروغ است ولعین

درثمین صـ۲۸۷ و صـ۲۸۸ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔

نواں اختلاف

از روئے قرآن و حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول اور برگزیدہ بندے بغیر باپ کے مریم صدیقہ کے بطن سے پیدا ہوئے صاحب معجزات تھے۔

مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں مسیح ابن مریم سے افضل ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اقدس میں جو مغلظات اور بازاری گالیاں لکھی ہیں ان کے تصور سے ہی کلیجہ شق ہوتا ہے بطور نمونہ ایک عبارت ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ دافع البلاء صـ۲۔

خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مسیح بن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں ہرگز نہ دکھلا سکتا (حقیقۃ الوحی صـ۱۴۸ صـ۱۵۳) آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود پذیر ہوا (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صـ۷) پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی کیوں نام رکھا ضمیمہ انجام اتھم صـ۴ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کس قدر جھوٹ بولنے

کی عادت تھی (حاشیہ ضمیمہ انجام ص۵ ازالہ کلاں ص۳ اعجاز احمدی ص۱۳ وص۱۹ ازالہ اوہام ص۱۳۲ وص۱۳۳ وکشتی نوح ص۱۶)۔

دسواں اختلاف

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے محمد عربی فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والاخرین اور افضل الانبیاء والمرسلین ہیں اور قادیان کا ایک دہقان اور دشمنان اسلام یعنی نصاریٰ بے لگام کا ایک زر خرید غلام یعنی مرزا غلام قادیانی کبھی تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور کبھی یہ کہتا ہے۔ کہ میں عین محمد ہوں اور کبھی یہ کہتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل اور بہتر ہوں۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات صرف تین ہزار تھے۔ تحفہ گولڑویہ ص۴۰ اور مرزا صاحب کے معجزات کی تعداد براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶ میں دس لاکھ بتائی ہے گویا کہ معاذ اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مرزائے قادیان سے شان اور مرتبہ میں تین سو تینتیس درجہ کم ہیں۔ اور قرآن کریم میں جو آیتیں حضور پر نور کے بارے میں اتری ہیں ان کے متعلق یہ کہتا ہے کہ یہ آیتیں میرے بارے میں اتری ہیں۔ مثلاً

(۱) آیت سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ الخ جس میں حضور پر نور کے معجزہ معراج کا ذکر ہے

(۲) ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ جس میں حضور کے قرب خداوندی یا قرب جبرئیلی کا ذکر ہے۔

(۳) اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا (۴) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ

(۵) اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ وغیر ذلک من الآیات۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں میرے بارے میں مجھ پر نازل ہوئی ہیں۔ اور مثلاً قرآن کریم میں جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد آیا

ہے اس سے بھی مرزا صاحب ہی مراد ہیں۔ اور محمد اور احمد میرا نام ہے۔ مرزا کیلا ہے ایک دجال بھی ہے اور نقال بھی ہے۔

قادیان بمنزلہ مکہ اور مدینہ کے ہے

مرزائیوں کا قادیان بمنزلہ مکہ اور مدینہ کے ہے اس مسجد کے بارے میں کہ جو مرزا صاحب کے چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے۔ (براہین احمدیہ ص۵۵۸ حاشیہ در حاشیہ)

قادیان کی زمین ارض حرم ہے

زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

درثمین ص۵۲ مجموعہ کلام مرزا غلام احمد۔

قادیان کی حاضری بمنزلہ حج کے ہے

مرزا بشیر الدین محمود اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں۔ ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے اور جیسا حج میں رفث اور فسوق اور جدال منع ہے ایسا ہی اس جلسہ میں بھی منع ہے۔ خطبہ مندرجہ مجموعہ تقاریر گویا کہ آیت فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ قادیان کے جلسہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

قادیان میں مسجد حرام اور مسجد اقصےٰ!

پس اس مسجد سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے بس کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ (بقیہ حاشیہ ص۲۹

برصفحہ ۹) ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ وہی ہے کہ جس کو مسیح موعود نے بنایا صفحہ ۲۵ منقول از قادیانی مذہب۔

قادیان میں بہشتی مقبرہ

قادیان میں بہشتی مقبرہ کے نام سے ایک مقبرہ ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں جو اس میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہوگا۔ ملفوظات احمدیہ صفحہ ۱۴۶ اور پھر الہام ہوا کہ روئے زمین کے تمام مقابر اس زمین کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مکاشفات مرزا صفحہ ۹

مرزا صاحب کی امت

مرزا صاحب نے جابجا اپنے ماننے والوں کو اپنی امت بتایا ہے۔

مرزا صاحب کے مریدین بمنزلہ صحابہ کے ہیں

اُمت محمدیہ کی طرح مرزا صاحب کی امت میں طبقات ہیں مرزا صاحب کے دیکھنے والے صحابہ کہلاتے ہیں۔ اور ان کے دیکھنے والے تابعین اور تبع تابعین۔

مرزا صاحب کے اہل وعیال بمنزلہ اہل بیت کے ہیں

اور مرزا صاحب کے خاندان کو اہل بیت اور خاندان نبوت اور مرزا صاحب کی بیبیوں کو ازواج مطہرات کہا جاتا ہے۔

مرزا صاحب کا خاندان خاندان نبوت ہے

اور مرزا صاحب کے خاندان کو خاندان نبوت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور قرآن

اور حدیث میں اہل بیت اور ذوی القربیٰ کے جو حقوق اور احکام آئے وہ سب مرزا صاحب کے خاندان اور اہل بیت کے لئے ثابت کئے جاتے ہیں۔

مرزا صاحب کی امت میں ابوبکر و عمر

حکیم نورالدین خلیفۂ اوّل کو مرزائی امت کا ابوبکر صدیق مانا گیا ہے اور مرزا بشیر احمد خلیفہ ثانی کو اس امت کا عمر فاروق اعظم کہا جاتا ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

گر بہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند　　　　این چنیں ارکان دولت ملک را ویران کنند

مرزا صاحب پر مستقلاً صلوٰۃ وسلام کی فرضیت

اور مرزا صاحب کے مریدین اور کنبہ کی اس میں شرکت اور شمولیت

پس آیت "یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" کی رو سے اور ان احادیث کی رو سے جن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی تاکید پائی جاتی ہے حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجنا از بس ضروری ہے۔ رسالۂ درود شریف مصنفہ محمد اسماعیل قادیانی صـ۱۳۶ از روئے سنت اسلام واحادیث نبویہ ضروری ہے کہ تصریح سے آپ کی آل کو بھی درود میں شامل کیا جائے اسی طرح بلکہ اس سے بدرجہا بڑھ کر یہ بات ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی تصریح سے درود بھیجا جائے اور اس اجمالی درود پر اکتفا نہ کیا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے وقت آپ کو بھی پہنچ جائے۔

از رسالہ مذکورہ

۱۵

چودھری ظفر اللہ کا سلام ٹریکٹ

دس نبی اور ایک بندے کا انتخاب

خدا کے راست باز نبی رامچندر پر سلامتی ہو۔

خدا کے راست باز نبی کرشن پر سلامتی ہو۔

خدا کے راست باز نبی بدھ پر سلامتی ہو۔

خدا کے راست باز نبی زرتشت پر سلامتی ہو۔

خدا کے راست باز نبی کیفنوس پر سلامتی ہو۔

خدا کے راست باز نبی ابراہیم پر سلامتی ہو۔

خدا کے راست باز نبی موسیٰ پر سلامتی ہو۔

خدا کے راست باز نبی مسیح پر سلامتی ہو۔

خدا کے راست باز نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلامتی ہو۔

خدا کے راست باز نبی احمد پر سلامتی ہو۔

خدا کے راست باز بندہ بابا نانک پر سلامتی ہو۔

چودھری ظفر اللہ خاں صاحب قادیانی بیرسٹر کا ٹریکٹ مارچ ۱۹۳۳ء میں بتقریب یوم التبلیغ شائع ہوا۔

اس ٹریکٹ سے چودھری ظفر اللہ کے ایمان کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی طرح رامچندر اور کرشن بھی نبی اور رسول تھے اہل اسلام کے نزدیک تو سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر حضرات انبیاء کو رامچندر اور کرشن کے ساتھ ذکر کرنا سراسر گستاخی اور گمراہی ہے۔

البتہ مرزا غلام احمد کو کرشن اور رام چندر کے ساتھ ذکر کرنا نہایت مناسب ہے بسبب

کے سب ائمۃ الکفر اور کافروں کے پیشوا تھے۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ اسلام اور مرزائیت کا اختلاف اصولی ہے فروعی نہیں

مرزائی مذہب نے اسلام کے اصول اور قطعیات ہی کو تبدیل کر دیا ہے اب کوئی چیز ان کے اور اہل اسلام کے درمیان مشترک باقی نہیں رہی یہ جماعت بہ نسبت یہود اور نصاریٰ اور ہنود کے اہل اسلام سے زیادہ عداوت رکھتی ہے جو مسلمان مرزائے قادیان کو نبی نہ مانے وہ ان کے نزدیک کافر ہے اور اولاد زنا ہے اور اس کے ساتھ کوئی تعلق جائز نہیں مثلاً مسلمانوں کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں اور اس کی نماز جنازہ نہیں۔

دین کی بنیاد دو چیزوں پر ہے قرآن اور حدیث۔ قرآن کے متعلق تو مرزا یہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر وہی صحیح ہے۔ کہ جو میں بیان کروں اگرچہ وہ تفسیر کل علماء امت کی تفسیر کے خلاف ہو اور حدیث نبوی کے متعلق یہ کہتا ہے کہ جو حدیث میری وحی کے مطابق ہو وہ قبول کی جائے گی اور جو میری وحی کے خلاف ہوگی وہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دی جائے گی اس طرح اسلام کے ان دو بنیادی اصولوں کو ختم کیا اور اپنی من مانی تاویلات اور تحریفات کو اسلام کے سر لگایا الفاظ تو شریعت کے لے مگر معنی بالکل بدل دیئے اور آیات اور احادیث میں وہ تحریف کی کہ یہود اور نصاریٰ بھی پیچھے رہ گئے اور تعلیم یافتہ طبقہ اکثر چونکہ دین اور اصول دین سے بے خبر اور عربی زبان سے ناواقف ہے اس لئے یہ طبقہ زیادہ تر اس گمراہی کا شکار ہوا اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین۔

ایک ضروری گذارش

قادیانی کتابوں کے دیکھنے سے یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ قادیانی مذہب

اس مثل کا مصداق ہے کہ

میرے تھیلے میں سب کچھ ہے

ایمان بھی ہے اور کفر بھی ہے ختم نبوت کا اقرار بھی ہے اور انکار بھی ہے دعوائے نبوت اور رسالت بھی ہے اور جو دعوائے نبوت کرے اس کی تکفیر بھی ہے حضرت مسیح ابن مریم کے رفع الی السماء اور نزول کا اقرار بھی ہے اور انکار بھی وغیرہ وغیرہ غرض یہ کہ مرزا صاحب کی کتابوں میں جس قدر مختلف اور متعارض مضامین ملتے ہیں وہ دنیا کے کسی متنبی اور ملحد اور زندیق کی کتابوں میں نہیں ملتے اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہیں جن کا مرزا صاحب کبھی اقرار کرتے ہیں اور کبھی انکار اور یہ سب کچھ دیدہ و دانستہ ہے اور غرض یہ ہے کہ بات گول مول رہے حقیقت متعین نہ ہو حسب موقع اور حسب ضرورت جس قسم کی عبارت چاہیں لوگوں کو دکھلا سکیں اور زنادقہ کا ہمیشہ یہی طریق رہا ہے کہ بات صاف نہیں کہتے یہی طریقہ مرزا اور مرزائیوں کا ہے کہ جب مرزا صاحب کا اسلام ثابت کرنا چاہتے ہیں تو قدیم عبارتیں پیش کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو ہمارے عقیدے تو وہی ہیں جو سب مسلمانوں کے ہیں اور جب موقع ملتا ہے تو مرزا صاحب کے فضائل اور کمالات اور وحی الہامات کے دعوے پیش کر دیتے ہیں اور دھوکہ دینے کے لئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ مرزا صاحب مستقل نبی اور رسول نہ تھے وہ تو ظلی اور بروزی نبی تھے ظلی اور بروزی اور مجازی نبی کی اصطلاح مرزا نے محض اپنی پردہ پوشی کے لئے گھڑی ہے۔ اگر کوئی شخص حکومت کی وفاداری کا اقرار کرے مگر ساتھ ہی ساتھ اپنا نام صدر مملکت رکھ لے اور جو خادم اندرون خانہ خدمت انجام دیتا ہو اس کا نام وزیر داخلہ رکھ لے اور جو خادم بازار سے سودا لاتا ہو اس کا نام وزیر خارجہ رکھ لے اور باورچی کا نام وزیر خوراک رکھ لے وغیرہ ذلک اور تاویل یہ کرے کہ معنی لغوی کے اعتبار سے میں اپنے آپ کو صدر مملکت اور اپنے خادم کو وزیر داخلہ اور وزیر خارجہ کہتا ہوں ... اصطلاحی اور عرفی

معنی میری مراد نہیں یا یوں کہے کہ میں تو صدر مملکت کا ظل اور بروز ہوں اور اس کے کمالات کا آئینہ ہوں اور میرے اس نام رکھنے سے حکومت کی مہر نہیں ٹوٹتی تو ظاہر ہے کہ یہ تاویل حکومت کی نظر میں اس کو مجرم اور چالاک اور مکار ہونے سے نہیں بچا سکتی اسی طرح مرزا صاحب کی یہ تاویل کہ میں ظلی اور بروزی نبی ہوں کفر اور ارتداد سے نہیں بچا سکتی مرزا صاحب بلا شبہ تشریعی نبوت اور مستقل رسالت کے مدعی تھے اور اپنے وحی اور الہام کو قطعی اور یقینی اور کلام خداوندی سمجھتے تھے اور اپنے زعم میں اپنے خوارق کا نام معجزات رکھتے تھے اور اپنے منکر اور متردد اور ساکت کو کافر اور منافق ٹھہراتے تھے اور اپنی جماعت سے خارج ہونے والے کو مرتد کا خطاب دیتے تھے جو حقیقی نبوت و رسالت کے لوازم ہیں مرزا صاحب کا اپنے سے نبوت کے لوازم کو ثابت کرنا یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ مرزا صاحب مستقل نبوت و رسالت کے مدعی تھے اور بروزی کی تاویل محض پردہ پوشی کے لئے تھی مخالفین کے خاموش کرنے کے لئے اپنے آپ کو ظلی اور بروزی نبی ظاہر کرتے تھے مرزا صاحب کا دعویٰ تو یہ ہے کہ فضائل و کمالات اور معجزات میں میں تمام انبیاء و مرسلین سے بڑھ کر ہوں حقائق پر پردہ ڈالنے کے لئے مرزا صاحب نے ظلی اور بروزی کی اصطلاح گھڑی ہے جس کا کتاب و سنت میں کہیں نام و نشان نہیں۔

خاتمہ کلام

اب میں اپنی اس مختصر تحریر کو ختم کرتا ہوں اور تمام مسلمانوں سے عموماً اور جدید تعلیم یافتہ حضرات سے خصوصاً اس کا امیدوار ہوں کہ اس تحریر کو غور سے پڑھیں انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہی مرتبہ پڑھنے میں مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اکثر دین سے بے خبر بھی ہے اور بے فکر بھی ہے اس لئے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہے اور قادیانیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھتا ہے۔

اے میرے عزیز! جس طرح کسی مسلمان کو بے وجہ کافر سمجھنا کفر ہے اسی طرح کسی کافر کو مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے دونوں جانبوں میں احتیاط ضروری ہے۔

اور جس طرح مسیلمہ کذاب کو مسلمان سمجھنا کفر ہے اسی طرح مسیلمۂ پنجاب مرزا غلام احمد کو مسلمان سمجھنا کفر ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ بلکہ مسیلمۂ قادیان۔ یمامہ کے مسیلمہ سے دجل اور فریب میں کہیں آگے نکلا ہوا ہے۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی اصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین وعلینا معہم یا ارحم الراحمین

بندہ گنہگار محمد ادریس کان اللہ لہٗ

مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور۔ ۱۲ شوال المکرم ۱۳۷۱ھ

بشارات النبیین
بظہور خاتم الانبیاء والمرسلین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدِ الَّذِیْ نَزَّلَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْفُرْقَانَ وَاَرْسَلَہٗ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا لِّلْعَالَمِیْنَ ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَحْبَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَشْیَاعِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ ۔ اہل اسلام اور عیسائیوں کے درمیان پہلا اختلافی مسئلہ توحید فی التثلیث کا ہے اہل اسلام کہتے ہیں کہ عالم کا بنانے والا جس کا نام اَللّٰہ ہے وہ ایک ہے ۔ کوئی اس کا شریک نہیں ۔ وہ قدیم ہے ازلی اور ابدی ہے اور قادر مطلق ہے اور حیؔ اور قیّوؔم ہے یعنی زندہ ہے اور عالم کی حیات اور زندگی کو قائم رکھنے والا اور کائنات کے وجود کو تھامنے والا وہی ایک وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے نصاریٰ کہتے ہیں (معاذ اللہ) خدا تین ہیں ایک باپ یعنی حق تعالیٰ اور دوسرا بیٹا یعنی عیسیٰ بن مریم اور تیسرا روح القدس اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تینوں مل کر ایک ہیں ۔ تین ایک ہیں اور ایک تین ہیں ہے اور دوسرے خدا یعنی عیسیٰ بن مریم کو یہود نے پھانسی دے دی اور اس کو نہایت ذلت سے مارا ۔

پس نصاریٰ کے نزدیک خدا نہ تو ایک ہے اور نہ قادر مطلق ہے اور نہ زندہ ہے بلکہ اس درجہ عاجز ہے کہ وہ اپنے حیات کو اپنے دشمنوں بلکہ بندوں یعنی یہود سے نہ بچا سکا اور ان کے ہاتھوں مارا گیا پس جو ذات خود حی (یعنی زندہ) نہ ہو وہ دوسروں کی قیوم وجود اور زندگی کی تھامنے والی کیسے ہو سکے گی ۔

اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل اور نصاریٰ کے دلائل اور شبہات کا کافی اور شافی جواب ہم نے اپنے رسالہ "**احسن الحدیث فی ابطال التثلیث**" میں دے دیا ہے طالبان حق اس رسالہ کو دیکھیں اور اس ناچیز کی دعا خیر سے دستگیری فرمائیں ۔ واجرکم علی اللہ عز وجل ۔

دوسرا مسئلہ

اہل اسلام اور نصاریٰ کے درمیان دوسرا اختلافی مسئلہ سرورِ عالم سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا مسئلہ ہے۔

اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ سیدنا ومولانا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی مکی ومدنی اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول برحق ہیں جن کو حق تعالیٰ نے تمام جن اور انس کی ہدایت کیلئے بھیجا اور آپ کی دعوت قیامت تک جاری رہے گی اور آپ خاتم الانبیاء ہیں نبوت کا دروازہ آپ کے بعد مسدود ہوگیا ہے آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اکثر یہود اور نصاریٰ تو حضور پرنور کو نبی ہی نہیں مانتے اور بعض شاذ ونادر اگر آپ کو نبی مانتے بھی ہیں تو فقط عرب کے لئے نبی مانتے ہیں سارے عالم کے لئے نبی نہیں مانتے۔ مگر اس فرقہ کا یہ دعویٰ کہ حضور پرنور کی نبوت فقط عرب کے ساتھ مخصوص تھی صراحۃً باطل اور لغو ہے اس لئے کہ جب اس فرقہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ خاص عرب ہی کے لئے رسول برحق مان لیا تو ظاہر ہے کہ جھوٹ بولنا تو پیغمبر کی شان کے بالکل خلاف ہے اور یہ امر روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ آں حضرت نے یہ دعویٰ کیا کہ میں عامۂ خلائق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا وغیرذٰلک من الآیات اس پر شاہد ہیں۔

اور آپ نے کسریٰ اور عجم کے مختلف فرمانرواؤں کی طرف اپنے سفیر بھیجے اور ان کو اسلام کی دعوت دی پس اگر آپ کی نبوت عرب پر محدود ہوتی تو آپ کسریٰ اور عجم کے سلاطین اور امراء کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ نہ کرتے اور نہ ان سے جہاد کرتے اور نہ ان پر جزیہ لگاتے اور نہ ان کو اسیر کرکے غلام بناتے نہایت تعجب کی بات ہے کہ ایک شخص کو رسول بھی مانا جائے اور پھر اس کے بعض دعاوی (یعنی عموم بعثت ورسالت) میں

تکذیب بھی کی جائے تصدیق و تکذیب کو جمع کرنا نقیضین کو جمع کرنا ہے۔

نصاریٰ کے اکثر فرقے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً نبی نہیں مانتے ان کے مقابلہ میں آپ کی نبوت و رسالت کے ثابت کرنے کا طریقہ یہ ہے جو ہم عرض کرتے ہیں وھو ہذا۔

اہل اسلام اہل کتاب سے کہتے ہیں کہ آخر تم حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب اور حضرت یوسف اور حضرت داؤد اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کا نبی اور رسول برحق مانتے ہو بتلاؤ کہ تمہارے پاس آخر ان کی نبوت و رسالت کی کیا دلیل ہے جو دلیل بھی تم کسی نبی کی نبوت کی بیان کرو گے اسی قسم کی کم از کم دس دلیلیں ہم تمہارے سامنے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پیش کر دیں گے۔

مثلاً اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی دلیل ان پر توریت جیسی عظیم الشان کتاب کا نازل ہونا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی دلیل ان پر زبور اور انجیل کا نازل ہونا ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ قرآن کریم جیسی جامع اور کامل کتاب جو ہر شان میں توریت و انجیل سے بڑھ کر ہے اس کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونا رسالت محمدیہ کی کیوں دلیل نہیں جو علوم اور معارف میں توریت اور انجیل سے کہیں بالا و برتر ہے۔

اور اگر انبیاء سابقین کی نبوت و رسالت کے دلائل ان حضرات کے معجزات تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تنہا معجزات کل انبیاء سابقین کے کل معجزات سے کمیت اور کیفیت میں بڑھے ہوئے ہیں اور اسانید صحیحہ اور روایات متصلہ کے ساتھ ثابت ہیں اور یہود اور نصاریٰ کے پاس کسی ایک معجزہ کی ایک سند بھی نہیں جس کا جی چاہے حدیث شریف کی کتابیں دیکھ لے کس طرح آپ کے دلائل نبوت کو اسانید صحیحہ اور متعددہ کے ساتھ بیان کیا ہے یہود اور نصاریٰ میں اگر طاقت ہے تو اپنے نبی کا ایک ہی کلمہ سند متصل کے

ساتھ پیش کریں۔

کتب احادیث کو دیکھیے کہ جن میں حضور پُرنور کی ہر حرکت اور سکون کو بیسیوں اور سینکڑوں سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے اور مذاہب یہود و نصاریٰ میں سند کا کہیں نام و نشان ہی نہیں۔ یہ علم الاسناد امت محمدیہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اگر شریعت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا شریعت موسویہ اور شریعت عیسویہ سے مقابلہ کرنا چاہیں تو وہ کر لیں۔ شریعت محمدیہ تمام شریعتوں سے اکمل اور افضل اور اعلیٰ اور برتر ہی ملے گی۔ جو تہذیب اخلاق اور طریق عبودیت اور حقوق معاشرہ اور سیاست ملکیہ اور مدنیہ سب کو حاوی ہوگی۔ پھر اس پر بھی غور کرو کہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض اُمّی تھے یعنی ان پڑھ تھے۔

آپ نے نہ کسی سے علم پڑھا اور نہ کتابوں کا مطالعہ کیا اور نہ کبھی علم کے لئے سفر کیا پھر دنیا کے سامنے ایک جامع اور کامل شریعت پیش کی جس کی باریکیوں اور گہرائیوں میں ائمہ مجتہدین اور بڑے بڑے علماء محققین ساری عمر حیران اور سرگرداں رہے معلوم ہوا کہ وہ وحی الٰہی اور تعلیم ربانی تھی۔ انسانی فہم و فراست ایسے حقائق اور دقائق کے معلوم کرنے سے یکسر عاجز اور قاصر ہے اور اگر امت کا امت سے موازنہ کرنا چاہتے ہیں سو وہ بھی کر لیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل سے جہاد میں جانے کو کہا تو یہ جواب دیا اِذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ۔ اے موسیٰ تم اور تمہارا پروردگار جا کر لڑلو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

اور بقول نصاریٰ جب یہودیوں نے حضرت مسیح کو پکڑا تو سارے حواری بھاگ گئے ایک بھی حضرت مسیح کے ساتھ نہ رہا۔ اور یہودا حواری نے تیس درم رشوت لے کر حضرت مسیح کو اور بقول نصاریٰ اپنے خداوند کو گرفتار کرا دیا۔

اور صحابہ کرام کی جان نثاری اور جانبازی چار دانگ عالم میں مشہور ہے ساری دنیا کو

معلوم ہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا جان و مال قربان کیا کہ اولین اور آخرین میں کہیں اس کی نظیر نہیں اور پھر خلفاء راشدین پر نظر ڈالو کہ چند روز میں دنیا پر اسلام کی حکومت قائم کر دی۔

ان سب کے علاوہ

آپ کی نبوت و رسالت کی ایک دلیل یہ ہے کہ انبیاء سابقین نے پہلے ہی سے خبر دی کہ اخیر زمانہ میں ایک عظیم الشان رسول ظاہر ہوں گے اور ان میں یہ اوصاف ہوں گے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ اَلرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ۔ الی آخر الآیہ وقال تعالیٰ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں جن میں یہ خبر دی گئی ہے کہ انبیاء سابقین نے آپ کے ظہور کی بشارتیں دی ہیں۔ اور اہل کتاب کو اس بات کا علم تھا مگر باوجود اس علم کے وہ آپ کے زمانہ میں آپ کے دشمن ہو گئے حالانکہ آپ کے ظہور سے پہلے وہ ان بشارتوں کو نقل کرتے تھے اور علماء اہل کتاب یہ کہا کرتے تھے کہ اہل مکہ میں سے نبی آخر الزماں کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔

بود در انجیل نام مصطفیٰ ❊ وآن سر پیغمبران بحر صفا
بود ذکر حلیہا و شکل او ❊ بود ذکر غزو و صوم و اکل او
طائفہ نصرانیاں بہر ثواب ❊ چون رسیدندے بدان نام و خطاب
بوسہ دادندے بدان نام شریف ❊ رو نہادندے بدان وصف لطیف

اور علماء یہود و نصاریٰ اس نبی مبشر کی آمد کے منتظر تھے اس لئے بہت سے ذی علم اور سمجھدار اہل کتاب جو خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ موصوف تھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کو سنتے ہی آپ پر ایمان لے آئے جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ اور بہت

سے باوجود اس بات کے کہ ان کو آپ کے نبی موعود ہونے کا یقین تھا مگر ضد اور حسد کی وجہ سے آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے جیسا کہ قرآن کریم میں صاف ارشاد ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۗ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ سورہ بقرہ۔ رکوع (۱۷)	جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توریت وغیرہ) دی وہ آنحضرت کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں جس طرح انسان کو اپنے بیٹے کے بارہ میں شبہہ نہیں ہوتا اسی طرح اہل کتاب کو نبی کریم کے نبوت

میں کوئی شبہہ نہیں البتہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دیدہ و دانستہ حق بات کو چھپاتے ہیں۔

پھر دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى۔ (سورۂ طٰہٰ)	کیا اگلی کتابوں کی پیشین گوئیوں کی گواہی ان کے پاس نہیں پہنچی کہ وہ آپکی نبوت و رسالت کی روشن دلیل ہے۔

توریت اور انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح بشارتیں تھیں مگر یہود اور نصاریٰ نے تقریباً سب میں تحریف کر ڈالی اور جو بشارتیں ان کی تحریف سے بچ رہیں ان میں تاویل کر ڈالی جس طرح یہود بے بہبود حضرت عیسیٰ کی نبوت کی خبروں اور بشارتوں میں تاویل کرتے ہیں۔ اسی طرح نصاریٰ حیاریٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبروں اور بشارتوں میں تاویل کرتے ہیں۔

پس نصاریٰ کا یہ کہنا کہ توریت اور انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خبر اور بشارت نہیں بعینہ ایسا ہی ہے جیسا کہ یہود اپنی سینہ زوری سے حضرت مسیح کی خبروں اور بشارتوں کی تکذیب اور تاویل کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ انبیاء سابقین نے حضرت مسیح کے ظہور کی کوئی بشارت نہیں دی حالانکہ علماء نصاریٰ کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ انبیاءؑ سابقین نے حضرت مسیح کی بہت سی بشارتیں دی ہیں۔

قبل اس کے کہ ہم توریت و انجیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں اور خبروں کا ذکر کریں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ طالبان حق کے تنبیہ کے لئے نصاریٰ کے ایک غلط دعویٰ کا بطلان واضح کردیں تاکہ طالبان حق اہل کتاب کے دھوکہ میں نہ آئیں وہ یہ کہ نصاریٰ کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین تھے ان کے بعد کوئی نبی نہیں لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہیں ہوسکتے۔ اہل اسلام کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے جس کے متعدد وجوہ ہیں۔

(۱) اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں کسی انجیل میں کسی جگہ بھی حضرت عیسیٰ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر نہیں اور اس عقیدہ پر نصاریٰ کے پاس نہ کوئی دلیل نقلی ہے اور نہ دلیل عقلی۔

(۲) نیز حضرت مسیح نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میرے آسمان پر چلے جانے کے بعد کوئی سچا نبی نہیں آئے گا بلکہ اپنے بعد ایک آنے والے عظیم الشان رسول یعنی فارقلیط کی بشارت دی اور اس پر ایمان لانے کی تاکید اکید کی اور اسی بناء پر علماء اہل کتاب حضرت عیسیٰ کے رفع الی السماء کے بعد فارقلیط کی آمد کے منتظر رہے جس کا انجیل میں وعدہ کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے مونٹانس نے اپنے حق میں فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا اور بہت سے لوگ اس کے پیرو ہوگئے۔

(۳) نیز نصاریٰ حواریین اور پولوس کی نبوت کے قائل ہیں حالانکہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہیں۔

(۴) کتاب الاعمال کے گیارھویں باب میں لکھا ہے۔

۲۷۔ انہی دنوں میں چند نبی یروشلم سے انطاکیہ میں آئے۔

۲۸۔ ان میں سے ایک نے جس کا نام اگبس تھا کھڑے ہوکر روح کی ہدایت سے ظاہر کیا کہ دنیا میں بڑا کال پڑے گا اور کلودیس (قیصر روم) کے عہد میں واقع ہوا۔ انتہیٰ۔

یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ یروشلم سے انطاکیہ میں چند نبی آئے جن میں ایک کا نام اگبس اور عربی نسخہ میں آغابوس تھا اور یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے پس جب ان کے بعد نبی ثابت ہوئے تو حضرت عیسیٰ کا خاتم النبیین ہونا قطعاً غلط ہوا۔

(۵) نیز انجیل متی کے ساتویں باب ورس ۱۵ میں حضرت مسیح کی تعلیم اس طرح مذکور ہے۔

جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو۔ الی آخرہ۔

دور تک سلسلۂ کلام چلا گیا جس میں حضرت مسیح نے خبردار کیا کہ میرے بعد بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت ظاہر ہوں گے اور میرے نام سے نبوت کا دعویٰ کریں گے یعنی یہ کہیں گے کہ میں مسیح موعود ہوں تم ان سے خبردار رہنا وہ باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں۔ حضرت مسیح نے اس تعلیم میں یہ قید لگائی کہ میرے بعد جھوٹے مدعیان نبوت کے دھوکہ میں نہ آنا۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ یہ فرمایا کہ مدعیان نبوت کا امتحان کرو سچے کی تصدیق کرو اور جھوٹے کی تکذیب کرو چنانچہ یوحنا کے پہلے خط کے باب چہارم میں ہے۔ اے عزیزو ہر ایک روح کا یقین نہ کرو بلکہ روحوں کو آزماؤ کہ وہ خدا کی طرف سے ہے یا نہیں کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ الخ خلاصہ یہ کہ انجیل کی ان تمام نصوص سے واضح ہوگیا کہ عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین نہ تھے۔

اب ہم اس تمہید کے بعد اس مختصر رسالہ میں کتب سابقہ توریت و زبور و انجیل وغیرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں اور علماء نصاریٰ نے جو ان بشارات میں تاویلات کی ہیں یا جو ان پر اعتراضات کئے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہم ان تاویلات اور اعتراضات کا بھی کافی اور شافی جواب ذکر کریں گے تاکہ ان بشارتوں کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر انطباق روز روشن کی طرح واضح ہو جائے اور حق جل شانہ سے درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس تالیف کو قبول فرمائے اور اس ناچیز کے لئے توشۂ آخرت اور بہبود

ونصاریٰ کے لئے ذریعہ ہدایت اور اہل ہدایت کے لئے موجب بصیرت اور باعث استقامت بنائے امین یارب العٰلمین رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

بشارت اوّل

از تورات سفر استثناء باب (۱۸) آیت (۱۸)

۱۸۔ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ میں ان کیلئے ان کے بھائیوں میں تجھ سا نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ ۱۹۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ ۲۰۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے گا کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔ ۲۱۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اس نے کہا ہے واقع نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی۔" انتہٰی

اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ بشارت خاص سرور عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور یہود کا یہ خیال ہے کہ یہ بشارت یوشع علیہ السلام کے لئے ہے۔ اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ اس بشارت کا مصداق بجز خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ بشارت اس نبی کے ظہور کی ہے کہ جو موسیٰ علیہ السلام کے مماثل یعنی مانند ہو اور نبی

اسرائیل میں سے نہ ہو بلکہ بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے ہو اور پھر
اس بشارت میں اس آنے والے نبی کی صفات کا ذکر ہے اس لئے اہل اسلام کہتے ہیں کہ یہ
خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے بچند وجوہ۔

اوّل

یہ کہ اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ میں ان کے یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے
تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نبی۔ بنی اسرائیل میں سے نہ ہوگا
اس لئے کہ یہ خطابات ایک دو شخص کے ساتھ مخصوص نہ تھے بلکہ بنی اسرائیل کے تمام اسباط
اور گروہوں کو تھے لہذا اس خطاب کی مخاطب مجموع قوم بنی اسرائیل ہو گی اور مطلب یہ ہو
گا کہ اس پوری قوم (بنی اسرائیل) کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا۔
جو اس امر کی صاف دلیل ہے کہ یہ نبی بنی اسرائیل میں نہ ہو گا اس لئے کہ اگر یہ نبی بنی اسرائیل
میں سے ہوتا تو یہ فرماتے کہ خود تم میں سے ایک نبی پیدا ہو گا کما قال تعالیٰ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ ۔ اور یہ نہ فرماتے کہ تمہارے بھائیوں
میں سے وہ نبی ظاہر ہو گا کما قال تعالیٰ۔ خطابًا لبنی اسرائیل وَجَعَلَ فِيْكُمْ أَنْبِيَآءَ ۔

غرض یہ کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام بنی اسرائیل کو بلا کسی تخصیص کے یہ خطاب
فرمانا کہ وہ نبی موعود تمہارے بھائیوں میں سے ہو گا۔ اس امر کی صاف دلیل ہے کہ وہ نبی
موعود بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے ہو گا۔ کیونکہ بنی اسمٰعیل۔ بنی اسرائیل
کے بھائی ہیں نصاریٰ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے خود بنی اسرائیل ہی مراد
ہیں مگر یہ بالکل غلط ہے اور سراسر خلاف عقل ہے اور ساری دنیا کے لغت کے خلاف
ہے جب یہ کہا جائے کہ زید کے بھائی تو زید ان بھائیوں میں داخل نہ ہو گا بلکہ بھائیوں
کے علاوہ ہو گا کیونکہ مضاف الیہ باتفاق عقلاء مضاف سے خارج ہوتا ہے نیز کسی

شخص اور اس کی اولاد کو دنیا کے کسی محاورہ میں بطریق حقیقت یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ اس کے بھائی ہیں پس بنی اسرائیل کے بھائیوں سے بنی اسرائیل کی اولاد مراد لینا سراسر نادانی اور جہالت ہے محاورہ میں یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ زید بنی تمیم کا بھائی ہے اور ہود قوم عاد کے بھائی ہیں اور صالح قوم ثمود کے بھائی ہیں یعنی اس قوم کے ایک فرد ہیں لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قوم عاد قوم عاد کے بھائی ہیں اور ثمود ثمود کے بھائی ہیں۔ اور بنو تمیم بنو تمیم کے بھائی ہیں اور بنو ہاشم بنو ہاشم کے بھائی ہیں۔

اسی طرح یہ کہنا کہ بنی اسرائیل بنی اسرائیل کے بھائی ہیں صریح نادانی اور جہالت ہے اور یہ کہنا کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے ان کی نسل اور اولاد مراد ہیں۔ کھلی ہوئی حماقت ہے نیز کتاب پیدائش کے سولھویں باب۔ درس تیرہ میں بنی اسرائیل کے مقابلہ میں حضرت اسمٰعیل اور ان کی اولاد کا اس طرح ذکر ہے۔

۱۲۔ وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش اختیار کرے گا۔ اھ

اور توریت سفر پیدائش کے پچیسویں باب درس ۱۸ میں ہے۔

کہ اسمٰعیل اپنے سب بھائیوں کے سامنے مر گیا۔ الخ۔

پس ان دونوں جگہ بنی اسمٰعیل کے بھائیوں سے بالاتفاق بنی عیص اور بنی اسرائیل مراد ہیں اور یہ امر باتفاق یہود و نصاریٰ ثابت ہے کہ خالص بنی عیص میں سے کوئی صاحب نبوت نہیں ہوا اور یہ امر بھی فریقین میں مسلم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو اولاد قطورہ سے ہوئی ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے نبوت اور برکت کا کوئی وعدہ نہیں فرمایا۔ البتہ حضرت اسمٰعیل کے حق میں برکت کا وعدہ فرمایا۔

اہل کتاب کی ایک تحریف کا ذکر

علماء اہل کتاب نے اس بشارت میں ایک لفظ یہ اضافہ کر دیا ہے خدا تیرے ہی درمیان

سے تیرے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک پیغمبر قائم کرے گا (دیکھو اسی باب کا ورس ۱۵)
تاکہ یہ بشارت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر صادق نہ آئے سو جاننا چاہیئے کہ یہ لفظ تیرے
ہی درمیان سے بعد میں بڑھایا گیا ہے دلیل اس تحریف کی یہ ہے کہ توریت سفر استثناء باب ۱۸
اور ورس اٹھارہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو خطاب میں الفاظ یہ ہیں میں
ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اھ۔

اس میں تیرے ہی درمیان سے۔ کا لفظ مذکور نہیں اور عجیب بات ہے کہ کتاب الاعمال
باب ۳۔ آیت ۲۲ میں اس خبر کا ذکر آیا ہے مگر تیرے درمیان کا لفظ مذکور نہیں۔

نیز حضرت مسیح کے حواریین نے یہاں کہیں بھی اس کلام کو نقل کیا ہے اس میں یہ جملہ
یعنی کہ تیرے ہی درمیان سے کبھی ذکر نہیں کیا معلوم ہوا کہ یہ جملہ الحاقی ہے۔

اور اگر بالفرض والتقدیر تھوڑی دیر کے لئے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ جملہ الحاقی نہیں
تو ہو سکتا ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ تیرے درمیان سے یعنی خدا پرستوں کی نسل سے مطلب
یہ کہ وہ حضرت ابراہیم حنیف کی نسل سے ہوگا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کو مخاطب بنا کر یہ فرمانا کہ ان
کے بھائیوں میں سے حق تعالیٰ ایک نبی برپا کرے گا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ وہ بنی اسرائیل
نہ ہوگا ورنہ اگر کسی اسرائیلی نبی کی خبر دینا منظور ہوتا تو یہ فرماتے کہ ان میں سے یا ان کی اولاد میں
سے وہ نبی برپا ہوگا ایسی صورت میں بھائیوں کا لفظ بڑھانا محض لغو اور فضول ہوگا بھائیوں
کا لفظ باآواز بلند پکار رہا ہے کہ اس نبی موعود کو ان لوگوں کے ساتھ علاقہ صلبی یا بطنی نہ ہو
گا۔ یعنی وہ نبی بنی اسرائیل کی نسل سے نہ ہوگا۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں بنی اسرائیل

میں سے ہیں بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے نہیں لہٰذا یہ دونوں نبی۔ اس بشارت کا مصداق نہیں بن سکتے اس بشارت کا مصداق صرف وہی نبی ہو سکتا ہے کہ جو بنی اسمٰعیل میں سے ہو انبیاء بنی اسرائیل میں سے کوئی پیغمبر اس بشارت کا مصداق نہیں ہو سکتا۔

دوئم

یہ کہ اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا اور ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے مانند نہ یوشع علیہ السلام ہیں اور نہ عیسیٰ علیہ السلام اس لئے کہ یہ دونوں حضرات بنی اسرائیل میں سے ہیں اور توریت سفر استثناء باب چونتیسواں ورس دہم میں ہے کہ بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند کوئی نبی نہیں اٹھا جس سے خداوند آمنے سامنے آشنائی کرتا۔ انتہی۔

علاوہ ازیں حضرت یوشع علیہ السلام۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تلمیذ (شاگرد) تھے اور تابع اور متبوع مماثل نہیں ہوتے نیز حضرت یوشع اس وقت موجود تھے اور اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ ایک نبی برپا کروں گا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نبی کا وجود زمانہ مستقبل میں ہوگا۔

اور یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے زمانہ میں نبی ہو چکے تھے پس وہ اس بشارت کا جس میں آئندہ نبی کی خبر دی گئی ہے کیسے مصداق ہو سکتے ہیں علیٰ ہذا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مماثل نہیں اس لئے کہ نصاریٰ کے نزدیک تو وہ ابن اللہ یا خود خدا ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ اللہ نہ ابن اللہ بلکہ خدا کے ایک بندے ہیں۔ پس بندے اور خدا میں کیا مماثلت۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بہ اعتقاد نصاریٰ مقتول و مصلوب ہو کر اپنی

اُمّت کے لئے کفارہ ہوئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ مقتول و مصلوب ہوئے اور نہ کفارہ ہوئے۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت حدود و قصاص زواجر و تعزیرات غسل و طہارت کے احکام سے ساکت ہے۔ بخلاف شریعت موسویہ کے وہ ان تمام امور پر مشتمل ہے ہاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مماثلت ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب شریعت مستقلہ تھے اسی طرح ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت غرّاء بھی مستقل اور کامل اور علی وجہ الاتم حدود و تعزیرات جہاد و قصاص۔ حلال و حرام کے احکام کو جامع ہے اور ظاہری احکام کی طرح باطنی احکام یعنی اخلاق بھی جامع ہے۔

جس طرح موسیٰ علیہ الصلوٰۃ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجہ سے نکال کر عزت دی اس سے بدرجہا زائد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کو روم اور فارس کی قید سے چھڑا کر اللہ کا کلمہ پڑھایا اور قیصر و کسریٰ کے خزائن کی کنجیاں ان کے سپرد کیں۔ نیز جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکاح کیا اسی طرح ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی انبیاء سابقین کی سنت نکاح پر عمل فرمایا۔ اور اسی مماثلت کی طرف قرآن کریم کی اس آیت میں اشارہ ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ
كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولًا

ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا۔ تم پر گواہی دینے والا جیسے ہم نے فرعون کیطرف ایک رسول بھیجا

نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی اس مماثلت کا دعویٰ بھی نہیں فرمایا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ مماثلت سے یہ مراد ہے کہ وہ نبی موعود موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔ تو اس صورت میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یوشع علیہما الصلوٰۃ والسلام کی کیا تخصیص ہے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے بعد بنی اسرائیل میں ہزاروں نبی پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے ہر نبی انبیاء بنی اسرائیل میں سے اس بشارت کا مصداق بن سکتا ہے اور اگر حضرت عیسیٰ اور حضرت یوشع علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لئے کسی درجہ میں مماثلت تسلیم کر لی جاوے تو اس مماثلت کو اس مماثلت سے کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل ہے کوئی نسبت نہیں۔

(۳) سوم یہ کہ اس بشارت میں یہ بھی مذکور ہے کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ الخ یعنی اس نبی پر الواح تورات وزبور کی طرح لکھی ہوئی کتاب نازل نہ ہوگی بلکہ فرشتہ اللہ کی وحی لے کر نازل ہوگا۔ اور وہ نبی امی ہوگا۔ فرشتہ سے سن کر اللہ کا کلام یاد کرے گا اور اپنے منہ سے پڑھ کر امت کو سنائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بات بجز نبی امی فداہ نفسی وابی وامی کسی پر صادق نہیں آتی۔ کما قال تعالیٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

آپ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے مگر وہ وحی ہوتی ہے جو اللہ کی طرف سے بھیجی جاتی ہے

(۴) چہارم یہ کہ اس بشارت میں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ جو اس نبی موعود کے حکم کو نہ ملنے گا میں اس کو سزا دوں گا۔ اور ظاہر ہے کہ اس سزا سے اخروی عذاب مراد نہیں اس لئے کہ اس میں اس موعود کے نہ ماننے والے کی کیا خصوصیت ہے۔ اخروی عذاب تو ہر نبی کے نہ ماننے والے کیلئے ہے بلکہ اس سے دنیوی سزا یعنی جہاد وقتال اور حدود وقصاص جاری کرنا مراد ہے اور یہ بات نہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوئی اور نہ یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو۔ البتہ خاتم الانبیاء سرور دو عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی وجہ الاتم حاصل ہوئی لہٰذا وہی اس بشارت کا مصداق ہو سکتے ہیں۔

(۵) پنجم یہ کہ اس بشارت میں یہ بھی تصریح ہے کہ اگر وہ نبی عیاذاً باللہ افتراء کرے گا اور خدا کی طرف غلط بات منسوب کرے گا تو وہ نبی قتل کیا جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعد دعوائے نبوت قتل نہیں کئے گئے۔ دشمنوں نے ہر طرح کی کوشش اور تدبیر کی مگر سب برباد گئی۔ کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا — اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اس نعمت

لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔

کو یاد کیجئے کہ کافر جب آپ کے ساتھ مکر کرتے تھے کہ آپ کو قید کرلیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں وہ اپنی تدبیریں کرتے تھے اور اللہ اپنی تدبیر فرماتا تھا اور اللہ ہی بہترین تدبیر فرمانے والا ہے۔

اور حسب وعدۂ الٰہی وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ آپ بالکل محفوظ اور مامون رہے اور بجائے اس کے کہ کسی قسم کا حادثہ فاجعہ پیش آتا آپ کی شان و شوکت بلند ہوتی گئی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر وہ نبی موعود نہ ہوتے تو ضرور قتل کئے جاتے۔ ہاں حسب زعم نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مقتول و مصلوب ہوئے۔ پس اگر حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بشارت کا مصداق قرار دیا جائے تو علی زعم النصاریٰ عیاذاً باللہ ان کا کاذب ہونا لازم آتا ہے اور قرآن عزیز میں بھی اس طرف اشارہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ شانہٗ

وَلَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا۔ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔

اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ قریب تھے کہ ان کی جانب اقل قلیل مائل ہو جاتے۔ اس وقت ہم آپ کو زندگی اور موت کا دوچند عذاب چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار نہ پاتے۔ اگر محمدؐ ہم پر کچھ افترا کرتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ اور ان کی شہ رگ کو کاٹ دیتے۔

(ایک ضروری تنبیہ) بیسویں درس میں جو یہ مذکور ہے کہ وہ نبی اگر مجھ پر جھوٹ باندھے تو مار ڈالا جائے گا۔ سو جاننا چاہیئے کہ نہ قتل ہونا علی الاطلاق صادق ہونے کی دلیل نہیں ورنہ ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کہ جو دشمنوں کے ہاتھ سے قتل کئے گئے زیر تامل ہوگی کما قال اللہ تعالیٰ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ خصوصاً ہادی

کو اپنے عقیدۂ فاسدہ کی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنا بہت دشوار ہو جائے گی۔

"بلکہ خاص اس نبی موعود کا نہ قتل ہونا اس کے صادق ہونے کی علامت ہے جیسا کہ توراۃ کی اس عبارت سے ظاہر ہے "وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے گا الخ" وہ قتل کیا جائے گا۔ اھ اور دونوں جملوں میں وہ کی ضمیر خاص اس نبی موعود کی طرف راجع ہے اگر یہ حکم مطلق نبی کے حق میں ہو تو معاذ اللہ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ جھوٹے نبی ٹھہرتے ہیں۔ اور نصاریٰ کے عقیدہ کی بنا پر چونکہ حضرت عیسیٰ مقتول اور مصلوب ہوئے تو وہ بھی معاذ اللہ جھوٹے ٹھہرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ خبر خاص اس نبی موعود کے حق میں ہے کہ جس کی یہ بشارت دی گئی ہے اگر اس خبر کو مطلق نبی کے حق میں مانا جائے تو یہود بے بہبود جو حضرت عیسیٰ کو نبی نہیں مانتے ان کو اپنے کفر کے لئے ایک دلیل ہاتھ آ جائے گی۔

ششم یہ کہ اس بشارت میں یہ بھی مصرح ہے کہ اس نبی موعود کے صادق ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کا کہا پورا ہو گا یعنی اس کی تمام پیشین گوئیاں صادق ہوں گی۔ سو الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس صادق مصدوق کی کوئی پیشین گوئی آج تک ذرہ برابر بھی غلط ثابت نہیں ہوئی اور ہم پورے دعوے کے ساتھ بہ بانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ قیامت تک بھی کوئی حاسد اس صادق مصدوق کی کسی پیشین گوئی کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔

اور یہ وصف تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا نمایاں اور اجلی تھا کہ آپ کے دشمنوں اور حاسدوں کو بھی بجز صادق امین کہنے کے کوئی چارہ نظر نہ آتا تھا۔

کوئی مانے یا نہ مانے

یہ گنہگار امت تو اس نبی امی فداہ نفسی وابی وامی کے صادق مصدوق ہونے پر طلوع شمس اور وجود نہار سے بدرجہا زائد یقین رکھتا ہے اور اس خدائے وحدہٗ لاشریک

د کی قسم کھا کر اور اس کو اور اس کے تمام ملائکہ کو گواہ بنا کر بصمیم قلب اور خلوص اعتقاد سے۔ تصدیق اور اقرار کرتا ہے کہ بے شک وشبہ آپ صادق مصدوق اصدق الاوّلین وآخرین ہیں۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنَا عَلٰی ذٰلِكَ اٰمِیْن

ہفتم یہ کہ کتاب الاعمال باب سوم آیت ہفتدہم کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے وہ نبی منتظر حضرت عیسٰی اور ایلیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بلکہ تمام انبیاء کرام کے علاوہ ہے۔ وہ عبارت یہ ہے۔

اب اے بھائیو میں جانتا ہوں کہ تم نے یہ نادانی سے کیا جیسے تمہارے سرداروں نے بھی۔ پر جن باتوں کی خدا نے اپنے سب نبیوں کی زبان سے آگے سے خبر دی تھی کہ مسیح دکھ اٹھائے گا سو پوری کیں۔ ۱۹۔ پس توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں تاکہ خداوند حضور تازگی بخش ایام آدیں۔ ۲۰۔ اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی۔ ۲۱۔ ضرور ہے کہ آسمان اسی لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں ۲۲۔ کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی تیری مانند اٹھاوے گا جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سنو ۲۳۔ اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس کہ جو اس نبی کی نہ سنے وہ قوم سے نیست کیا جاوے گا۔ ۲۴۔ بلکہ سب نبیوں نے سموایل سے لے کے پچھلوں تک جتنوں نے کلام کیا ان دونوں کی خبر دی ہے۔ ۲۵۔ تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے ہو جو خدا نے باپ دادوں سے باندھا ہے جب ابراہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرانے برکت پاویں آہ۔

اس عبارت میں اوّل حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت اور ان کی اس تکلیف کا جو ان کو علی زعمہم یہود لعنہم اللہ سے پیش آئی ذکر ہے۔ اور ان کے نزول

من السماء کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد اس نبی کی بشارت کا ذکر ہے کہ جس کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

خداوند عالم تمہارے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے ایک نبی بھیجنے والا ہے۔ اور علاوہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام نبیوں نے اس نبی موعود کے آنے کی خبر دی ہے۔ اور جب تک یہ وعدہ ظہور میں نہ آئے گا اس وقت تک یہ زمین و آسمان ضرور قائم رہیں گے اور اسی زمانہ میں خدا کا وہ عہد بھی پورا ہوگا کہ جو اس نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تھا کہ تجھ سے دنیا کے سارے گھرانے برکت پاویں گے۔

الحاصل حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت کو ذکر کر کے یہ کہنا (سو پوری کیں) اور جس نبی کی موسیٰ اور ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمام انبیاء کرام علیہم الف الف صلوٰۃ والف الف سلام نے بشارت دی ہے اس کے انتظار کو ان الفاظ سے ظاہر کرنا کہ " ضرور ہے کہ آسمان اسی کے لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں کہ جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں "اھ۔

اس امر کی صاف دلیل ہے کہ یہ نبی مبشر اور رسول منتظر ان تمام انبیاء و رسل کے علاوہ ہے کہ جو حضرت موسیٰ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تک گذرے۔ لہذا اس بشارت کا مصداق حضرت موسیٰ ع سے حضرت عیسیٰ ع کے زمانہ تک کوئی نبی نہیں ہو سکتا پس حضرت یوشع یا حضرت مسیح بن مریم علیہم السلام کو اس بشارت کا مصداق قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

ہشتم یہ کہ انجیل یوحنا باب اول آیت انیسویں میں ہے۔

جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لادیوں کو بھیجا کہ اس کو پوچھیں کہ تو کون ہے اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں۔ تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے کیا تو الیاس ہے اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا

تو وہ نبی ہے اس نے جواب دیا نہیں" اھ

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو حضرت مسیح اور ایلیاء علیہما الصلوٰۃ والسلام کے سوا بھی ایک نبی کا انتظار تھا۔ اور وہ نبی ان کے نزدیک ایسا معروف و معہود تھا کہ اس کے نام کے ذکر کرنے کی بھی حضرت مسیح اور حضرت ایلیاء کے نام کی طرح حاجت نہ تھی۔ بلکہ فقط "وہ نبی" کا اشارہ ہی اس کے لئے کافی تھا۔

پس اگر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اس بشارت کا مصداق تھے تو پھر ان کو انتظار کس کا تھا۔

وہ نبی جس کا کہ ان کو انتظار تھا وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اہل کتاب نبی اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "وہ نبی" کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ اس لئے ہمیشہ سے اہل اسلام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو آنحضرت (جو بعینہ وہ نبی کا ترجمہ ہے) بولتے ہیں۔

نہم یہ کہ انجیل یوحنا باب ہفتم کی آیت چہلم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی موعود حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ہے چنانچہ انجیل میں ہے۔

۴۰۔ تب ان لوگوں میں سے بہتیروں نے یہ سن کر کہا فی الحقیقت یہی وہ نبی ہے۔

اوروں نے کہا یہ مسیح ہے اھ۔

نبی معہود کو حضرت مسیح کے مقابلہ میں ذکر کرنا اس کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ وہ نبی معہود حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ہے۔ پس اگر "وہ نبی" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہ ہوں تو پھر وہ کون نبی ہے کہ جس کا انتظار تھا۔

(۱۰) دہم آپ کے عہد نبوت میں بہت سے علماء یہود و نصاریٰ نے اس امر کا اعتراف کیا کہ آپ ہی نبی برحق ہیں جن کی موسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے اور آپ ہی اس بشارت کے مصداق ہیں بعد ازاں ان میں سے بہت سے اسلام لائے جیسے مخیریق یہودی

اور قسطنطین رومی عیسائی اور بہت سوں نے اقرار کیا مگر اسلام نہیں لائے جیسے ہرقل شاہ روم اور عبداللہ بن صوریا یہودی وغیرہ علماء نے اقرار کیا کہ آپ وہی نبی برحق ہیں جن کی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے بشارت دی ہے مگر اسلام نہیں لائے۔

بشارت دوم

از تورات کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت بستم ۲۰

اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا۔ اور اسے بہت بڑھاؤں گا۔ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے۔ اور میں اس سے بڑی قوم بناؤں گا۔

اور اسی باب کی آٹھویں آیت میں ہے۔

اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے دیتا ہوں الخ

اور کتاب پیدائش کے باب ۱۶ آیت ۱۱ میں ہے۔

خداوند کے فرشتہ نے اسے (ہاجرہ) کہا کہ تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنے گی اس کا نام اسمٰعیل رکھنا خدا نے تیرا دکھ سن لیا وہ وحشی آدمی ہو گا اس کا ہاتھ سب سے (اوپر ہو گا) اور سب کے ہاتھ اس کے برخلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کرے گا۔ انتہیٰ۔

اور باب ۲۵ آیت ۱۱ میں ہے۔

آپ کے فرزند اسحاق کو اللہ نے برکت دی الخ

الحاصل حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیم ؑ سے حضرت اسحاق اور حضرت اسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بابت وعدہ فرمایا کہ ان کو برکت دوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اول حضرت

حضرت اسحٰق کی اولاد نے برکت حاصل کی۔ اور تقریباً کئی ہزار سال تک سلسلہ نبوت ورسالت آپ کی اولاد میں جاری رہا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک برابر حضرت اسحاق کی اولاد میں انبیاء ورسل ہوتے رہے۔

بعدازاں جب دوسرے وعدہ کا وقت آگیا تو شرف نبوت ورسالت یکسر بنی اسرائیل سے بنی اسمٰعیل کی جانب منتقل ہوگیا۔ اور دعائے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور فاران کی چوٹیوں سے اور سینا اور ساعیر کا نور فاران پر جگمگانے لگا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

تورات سفر پیدائش باب (۲۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو حجاز میں لے کر آئے اور وادی فاران میں مکہ مکرمہ کے قریب چھوڑ کر واپس ہوگئے۔

حضرت سارہ کے وصال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پھر اسی وادی فاران میں واپس تشریف لائے۔ اس عرصہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جوان ہوچکے تھے۔ دونوں نے مل کر کعبۃ اللہ کی تعمیر شروع کی کما قال تعالیٰ تبارک وتعالیٰ۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۔	اس وقت کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور یہ دعا مانگتے تھے کہ اے پروردگار یہ خدمت تو ہم سے قبول فرما۔ تو بے شک سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور اے پروردگار ہم کو اور ہماری ذریت سے ایک جماعت کو اپنا فرمانبردار بنا۔

ناظرین غور فرمائیں کہ اس مقام پر کس کی ذریۃ مراد ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت مراد ہے جو کہ وادی فاران اور حرم الٰہی اور کعبۃ اللہ کے

آس پاس مقیم ہے۔ اسی ذریت کے لئے حضرت ابراہیم نے اوّل یہ دعا فرمائی تھی رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا الخ اور دوسری دعا یہ فرمائی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا فِي هٰذِهِ الذُّرِيَّةِ ذُرِّيَّةِ هَاجِرَةَ وَاسْمٰعِيلَ عَلَيْهِمَا الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔	اے پروردگار ہاجرہ اور اسمٰعیل کی ذریت میں ایک ایسا رسول بھیج جو تیری کتاب کی تلاوت کرے۔ اور لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ اور ان کو کفر اور شرک سے پاک کرے بے شک تو ہی غالب اور حکیم ہے۔

حق تعالیٰ نے جس طرح قرآن کریم میں اس دعائے ابراہیمی کا ذکر فرمایا ہے اسی طرح اس کی اجابت کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۝	اللہ ہی نے بے پڑھوں میں ان ہی میں کا ایک رسول بھیجا جو ان پر خدا کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

خلاصہ یہ کہ قارئین کرام اس پر غور کریں کہ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زاید کون بابرکت اور برومند ہوا اور کنعان کی زمین کس کی وراثت میں آئی۔ اور حضور پُرنور کے سوا کون ہے کہ جس کا ہاتھ سب کے اوپر ہوا ہو اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں دی گئی ہوں۔

اور بارہ سرداروں سے بارہ خلفاء مراد ہیں کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

يدور رحى الاسلام الى اثنى عشر خليفة كلهم من قريش۔	اسلام کا رحیٰ (چکی) بارہ خلفاء پر گھومے گا جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

فائدہ جلیلہ اس علیم وحکیم نے اپنی حکمت بالغہ سے اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کو اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پر برکت دینے میں اس وجہ سے مقدم رکھا کہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے والے تھے پس اگر حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وعدہ کو مقدم کر دیا جاتا تو پھر اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے سلسلۂ نبوت ورسالت منقطع ہو جاتا اس لئے کہ خاتم الانبیاء والمرسلین کے بعد کوئی نبی ورسول نہیں بنایا جاسکتا۔

اور اسی وجہ سے کہ اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں بکثرت نبی ہوں گے تو بنی اسرائیل کو اس انعام کی تذکیر ان الفاظ سے کی گئی۔

اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْۢبِیَآءَ۔ "تم میں حق تعالیٰ نے بہت نبی پیدا کیے"

اور حضرت ابراہیم نے جو حضرت اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لئے دعا فرمائی تو یہ فرمایا۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا "یعنی اے پروردگار ان میں ایک عظیم الشان رسول بھیج"

اور یہ نہیں فرمایا۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رُسُلًا۔ "یعنی اے اللہ ان میں بہت سے رسول اور نبی بھیج"

جس سے صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسمٰعیل میں سے صرف ایک ایسے رسول کے مبعوث ہونے کی دعا فرماتے تھے کہ جس کے آنے کے بعد کسی نبی اور رسول کی حاجت نہ رہے۔ صیغۂ مفرد کے ساتھ ذکر فرمایا رُسُلًا صیغۂ جمع کے ساتھ نہیں ذکر فرمایا۔

وَعَنْ اَبِی الْعَالِیَةِ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَعْنِیْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فَقِیْلَ لَهٗ قَدِ اسْتُجِیْبَ لَكَ وَهُوَ كَائِنٌ فِیْ اٰخِرِ	ابو العالیہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے یہ دعا فرمائی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا۔ تو اللہ کی جانب سے یہ کہا گیا کہ تمہاری دعا قبول ہوئی۔ یہ پیغمبر اخیر زمانہ میں

الزمان وکذا قال السدی وقتادۃ۔ ہوگا۔ ایسا ہی سدی اور قتادہ سے مروی

(تفسیر ابن کثیر ص۱۸۳ ج ۱) ہے۔

ھو کائن فی اٰخر الزمان۔ سے خاتم النبیین ہونا مراد ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اَنَا دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ یعنی "میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں" اسی طرف مشیر ہے۔

اور اسی وجہ سے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعاء امت محمدیہ پر عظیم الشان احسان ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے بعد کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی ابراھیم وعلی آل ابراھیم کا پڑھنا اس احسان کے شکر میں امت پر لازم ہوگیا۔

یا یہ کہا جائے کہ تمام انبیاء و رسل میں سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صلوٰۃ والسلام کے لئے مخصوص کرنا ان کی اس دعا کی اجابت ہے رَبِّ ھَبْ لِیْ حُکْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ چنانچہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم و حکمت بھی عطا فرمائی۔ اور صالحین میں بھی داخل فرمایا۔ اور آخرین یعنی اس آخری امت میں کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ کے ذریعے سے ان کا ذکر خیر جاری فرمایا۔ اور انشاء اللہ العزیز الی یوم القیامۃ اسی طرح جاری رہے گا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اور چونکہ حضرت ابراہیم سے برکت دینے کا وعدہ تھا اس لئے کَمَا بَارَکْتَ کا اور اضافہ کردیا گیا۔

اور عجب نہیں کہ ان بارہ سرداروں سے کہ جن سے خلفاء مراد لئے گئے ختم نبوت کیطرف اشارہ ہو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری نہ رہے گا بلکہ خلافت و نیابت کا سلسلہ جاری ہوگا اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے اس امت سے صرف خلافت کے جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا۔ نبوت و رسالت کا کسی درجہ میں بھی وعدہ نہیں

فرمایا۔ کما قال تعالیٰ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ	جو لوگ ایمان لا چکے اور جنہوں نے عمل صالح کئے ان سے اللہ تعالیٰ نے خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلافۃ النبوۃ بعدی ثلاثون عاما وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء (رواہ البخاری)	آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت کی خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا انتظام ان کے نبی کیا کرتے تھے جب کوئی نبی گذر جاتا تو دوسرا نبی اس کے قائم مقام ہو جاتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہوں گے (بخاری)

بشارت سوم

از تورات سفر استثناء باب ۳۳ آیت ۲

جَاءَ الرَّبُّ مِنْ سِيْنَاءَ وَاَشْرَقَ لَهُمْ مِنْ سَاعِيْرَ وَتَلَاْ لَاْ مِنْ جِبَالِ فَارَانَ وَاَتٰى مِنْ رَبَوَاتِ الْقُدُسِ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ نَامُوْسُ شَرِيْعَةٍ۔ اھ

اور الجواب الصحیح میں بعض نسخ تورات سے اس طرح نقل کیا ہے۔

جَاءَ الرَّبُّ مِنْ سِيْنَاءَ وَاَشْرَقَ لَنَا مِنْ سَاعِيْرَ وَاسْتَعْلَنَ مِنْ جِبَالِ فَارَانَ۔ اھ

اور اردو نسخہ میں اس طرح ہے ۲ اور اس نے (یعنی موسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی اھ۔

اس آیت میں۔ تین بشارتیں مذکور ہیں (۱) طور سیناء پر حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام

کو تورات کا عطا ہونا مراد ہے۔

(۲) اور ساعیر ایک پہاڑی کا نام ہے کہ جو شہر ناصرہ مولد عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں واقع ہے۔ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور نزول انجیل کی طرف اشارہ ہے۔

(۳) اور فاران سے مکہ کے پہاڑ مراد ہیں۔ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نزول قرآن کی جانب اشارہ ہے۔

غار حراء اسی فاران پہاڑ میں واقع ہے جس میں سب سے پہلے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ کی ابتدائی پانچ آیتیں آپ پر نازل ہوئیں توریت کتاب پیدائش کے اکیسویں باب ورس ۲۰ میں حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کے ذکر میں ہے۔

۲۰۔ اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا کیا اور تیر انداز ہو گیا۔

۲۱۔ اور وہ فاران کے بیابان میں رہا۔ انتہیٰ۔

اور حضرت اسمٰعیل کی سکونت کا مکہ مکرمہ میں ہونا سب کو مسلم ہے معلوم ہوا کہ توریت کی اس آیت میں اس نبوت کی بشارت ہے جو فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوگی اور کوہ و دشت کو اپنے نور سے بھر دے گی اب ناظرین خود دیکھ لیں کہ سوائے نبوت محمدیہ کے وہ کون سی نبوت ہے کہ جو فاران سے ظاہر ہوئی اور اس نے تمام عالم کو انوار ہدایت سے منور کر دیا۔ فاران کی نبوت بلاشبہ سینا اور ساعیر کی نبوت سے کہیں زیادہ روشن تھی۔ اور آتشی شریعت سے بھی قرآن کریم مراد ہے اس لئے کہ وہ احکام جہاد اور احکام حدود و قصاص پر مشتمل ہے۔ اور دس ہزار قدسیوں سے لشکر ملائک مراد ہے۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مکہ کے وقت دس ہزار صحابہ رضہ کے ساتھ مکہ پر حملہ کرنا مراد ہے اور حضرت مسیح کے ساتھ بقول نصاریٰ صرف بارہ حواری تھے اور وہ بھی سب جان بچا کر بھاگ گئے اور ایک خاص حواری یہودا نے تیس درہم رشوت لے کر اپنے خداوند کو گرفتار کرا دیا تھا۔

اور اس بشارت کی حسن ترتیب اور حسن بیان قابل غور ہے۔ اول یہ فرمایا جاء الرب

مِنْ سِینَاءَ خداوند سیناء سے آیا۔ اور اس کے بعد یہ فرمایا وَاَشْرَقَ مِنْ سَاعِیْرَ سعیر سے طلوع ہوا اور اخیر میں یہ فرمایا وَاسْتَعْلَنَ مِنْ جِبَالِ فَارَانَ فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا۔ جس سے مقصد یہ ہے کہ نزول تورات بمنزلہ طلوع فجر کے ہے۔ اور نزول انجیل بمنزلہ طلوع شمس کے ہے اور نزول قرآن بمنزلہ استواء شمس فی نصف النہار ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کفر کی تاریک شب کا خاتمہ اور ویلی چھٹ کر ایمان وہدایت کی صبح صادق کا ظہور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہوا۔ اور فرعون اور قارون اور ہامان جیسے ائمۃ الکفر عذاب الہٰی سے ہلاک ہوئے۔

اور جب حضرت مسیح بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہوا تو آفتاب ہدایت بھی افق مشرق پر ظاہر ہوا۔ اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو آفتاب ہدایت ٹھیک نصف النہار پر آگیا اور کوئی چپہ زمین کا ایسا باقی نہ رہا کہ جہاں اس آفتاب کی روشنی نہ پہنچی ہو۔ اور قرآن عزیز میں بھی اس بشارت کی طرف اشارہ ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ۔

تین اور زیتون چونکہ ارض مقدس میں پیدا ہوتے ہیں جس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے اس لئے اس سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کی جانب اشارہ ہے اور بلد امین سے مکہ مکرمہ مراد ہے کہ جس سے آفتاب رسالت کا طلوع ہوا۔

حق تعالیٰ شانہ نے مکہ کی صفت امین ذکر فرمائی ہے جس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ سردار عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خزانہ الہٰی کے در یتیم ہیں کہ بطور امانت اس بلد امین کے سپرد کئے گئے ہیں۔ بلد امین نے ترپن سال تک اس در یتیم اور امانت الہٰی کی حفاظت کی مگر جب وقت بہت ہی نازک ہو گیا تو اس وقت بلد امین نے با دل ناخواستہ یہ امانت مدینہ طیبہ کے سپرد کر دی۔ کذا فی ہدایۃ الحیاریٰ۔

الحاصل اس کلام میں تین پیغمبروں کی بشارتیں دی گئیں۔ اور بشارت کا اختتام خاتم الانبیاء

صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک پر ہوا تاکہ ختم نبوت کی طرف اشارہ ہوجائے۔

مخالفین کہتے ہیں کہ فاران سیناء کے ایک علاقہ کا نام ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اس علاقہ میں ظاہر نہیں ہوئے اس لئے یہ بشارت ان کے حق میں نہیں ہو سکتی

جواب یہ ہے کہ

توراۃ کتاب پیدائش باب اکیسواں از درس ۱۳ تا درس ۲۱ میں لکھا ہے کہ بی بی ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل بی بی سارہ کے ناراض ہوجانے سے ارض مقدس کو چھوڑ کر دشت فاران میں سکونت پذیر ہوئے جس کی بنا پر فاران وہی مقام ہوگا جو حضرت اسمٰعیل اور ان کی اولاد کا سکونت گاہ ثابت ہوا۔

اور یہ امر روایات متواترہ سے ثابت ہے کہ بی بی ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل وادی حجاز کے اس میدان میں مقیم ہوئے جہاں اس وقت مکہ آباد ہے۔ اور یہیں آپ کی اولاد بھی قیام پذیر ہوئی۔ معلوم ہوا کہ فاران علاقہ سینا کے کسی پہاڑ کا نام نہیں بلکہ مکہ مکرمہ کے پہاڑ کا نام ہے جہاں حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کی سکونت تھی۔

سامری توراۃ کے عربی ترجمہ میں جس کو علمائے جرمن نے ۱۸۵۱ء میں بمقام گاٹنگن چھپوایا ہے حضرت اسمٰعیل کی سکونت گاہ کے متعلق تحریر ہے وسکن فی بریۃ فاران (ای الحجاز) واخذت امراۃ من ارض مصر (کون الدنیا ۲۱-۲۲)

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام سموئیل نبی کی وفات کے بعد دشت فاران میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے ایک زبور تصنیف کیا جس میں نہایت افسوس کے ساتھ فرماتے ہیں کہ میں قیدار کے قیامگاہ میں سکونت پذیر ہوں دیکھو سموئیل نبی کی پہلی کتاب باب ۲۵ درس یکم اور دیکھو زبور ۱۲۰ درس پنجم۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قیدار فاران میں رہتا تھا۔ قیدار حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے فرزند ہیں۔ اشعیاء پیغمبر کے صحیفہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اور اس

کی اولاد مغربی ملک میں رہتی تھی۔ بطلیموس نے حجاز کا وسطی علاقہ اس کی جائے سکونت بتلایا ہے اس بناء پر یہ امر ثابت ہے کہ وادی حجاز اور فاران دونوں ایک ہی مقام ہیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور مکہ میں ہوا۔ جو حجاز کا مشہور شہر ہے۔ کذا فی بشارۃ الاحمدیہؐ اور آتشی شریعت سے مراد یہ ہے کہ وہ شریعت احکام جہاد و قصاص وحدود و تعزیرات پر مشتمل ہوگی اور اس کی نبوت دنیاوی بادشاہت ساتھ لئے ہوگی اور حضرت عیسیٰ کی نبوت دنیاوی بادشاہت کو ساتھ لئے ہوتے نہ تھی اور نہ وہ مجرمین سے انتقام پر قادر تھے۔

بشارت چہارم

از تورات سفر استثناء باب ۳۲ آیت ۲۱

انہوں نے اس کے سبب سے جو خدا نہیں مجھے غیرت دلائی اور اپنی واہیات باتوں سے مجھے غصہ دلایا۔ سو میں بھی انہیں اس سے جو گروہ نہیں غیرت میں ڈالوں گا اور ایک بے عقل قوم سے انہیں خفا کروں گا الخ۔

اس بشارت میں بے عقل قوم سے جہلائے عرب مراد ہیں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جہالت اور گمراہی میں مبتلا تھے۔

علوم عقلیہ و شرعیہ سے واقفیت تو درکنار ان کو تو سوائے بت پرستی کے اور کسی شئے کا علم نہ تھا۔ یہود و نصاریٰ ان کو بہت حقیر جانتے تھے۔ ان کو جاہل اور اپنے کو عالم کہتے تھے۔ لیکن جب یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل کی اصلی تعلیم کو بھلا دیا اور بجائے توحید

ؐ یہ رسالہ جناب حکیم سید محمد شمس اللہ صاحب قادری حیدرآبادی کی تصنیف ہے رسالہ کل ۳۴ صفحہ کا ہے۔ اور مفید اور مختصر ہے حشو و اطناب سے پاک ہے ۱۲ منہ

کے شرک میں مبتلا ہو گئے کما قال تعالیٰ شانہ۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ۔ یہود نے عزیز علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا اور خدا کا بیٹا بنا لیا۔ اس وقت غیور مطلق حق جل جلالہٗ کی غیرت جوش میں آئی اور حسب وعدہ انہیں جہلاء اور امیین میں سے ایک نبی اُمّی۔ فداہ نفسی ابی وامی کو مبعوث فرمایا۔ جس کے ہاتھوں اپنے دین کو عزت دی اور یہود بے بہبود کو ان کے ہاتھوں قتل کرایا اور مصر و شام پر ان کا قبضہ کرایا۔ کما قال تعالیٰ۔

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ. هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔

تمام آسمان اور زمین کی چیزیں خدائے بادشاہ پاک زبردست حکمت والے ہی کی تسبیح و تقدیس پڑھتی ہیں۔ اسی خداوند قدوس نے ناخواندوں میں سے ایک رسول کو مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

امیین سے عربوں کی جاہل قوم مراد ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام کی قوم جاہل اور حقیر نہ تھی اور نہ بنی اسرائیل کو ان سے غیرت دلائی گئی ہے پس یہ بشارت سوائے قوم عرب کے کسی قوم پر صادق نہیں آتی۔

باقی بے عقل قوم اور شعب[1] جاہل سے یونانیین مراد لینا جیسا کہ پولوس کے رسالۂ رومیہ سے مترشح ہوتا ہے صحیح نہیں اس لئے کہ یونانیین تو اس زمانہ میں علوم و فنون کے اعتبار سے تمام عالم پر فائق تھے وہ شعب جاہل اور بے عقل قوم کا کیسے مصداق ہو سکتے ہیں۔

---

[1] یہ لفظ عربی نسخوں میں ہے ۱۲ منہ

سقراط۔ بقراط فیثاغورس۔ افلاطون۔ جالینوس۔ ارسطا طالیس۔ ارشمیدس بلیناس۔ اقلیدس یہ سب کے سب حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری اور بعثت سے کئی صدی قبل تمام علوم وفنون کے ماہر اور احکام تورات کے پورے عالم تھے۔"

بشارت پنجم

از تورات سفر پیدائش باب ۴۹

(۱) اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ اپنے کو جمع کرو تاکہ میں اس کی جو پچھلے دنوں تم پر بیتے گا تمہیں خبر دوں۔

(۲) اے یعقوب کے بیٹو! اپنے کو اکٹھے کرو اور سنو اور اپنے باپ اسرائیل کی سنو اور پھر آیت دہم یوں ہے۔

یہوداہ سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا۔ اور نہ حاکم اس کے پاؤں کے درمیان سے جاتا رہے گا۔ جب تک کہ شیلاہ نہ آوے۔ اور قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی الخ

آیات مسطورہ میں اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ جب تک کہ اخیر زمانہ میں شیلا کا ظہور نہ ہو اس وقت تک یہوداہ کی نسل سے حکومت وریاست منقطع نہ ہوگی۔

اہل اسلام کے نزدیک شیلا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب قرار دیتے ہیں۔ مگر نصاریٰ کا یہ خیال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس عبارت کا سیاق اس کو مقتضی ہے کہ شیلا کو نسل یہوداہ سے خارج مانا جائے اس لئے کہ شیلا کے ظہور سے نسل یہوداہ کی حکومت وریاست کا انقطاع جب ہی متصور ہو سکتا ہے کہ جب شیلا نسل یہوداہ سے نہ ہو۔ ورنہ اگر شیلا نسل یہوداہ سے ہو تو اس کا ظہور تو بقائے حکومت یہوداہ کا باعث ہوگا نہ کہ انقطاع حکومت یہوداہ کا۔

اور بائبل کے ابواب بلکہ انجیل متی کے پہلے ہی صفحہ پر ذرا غور کرنے سے یہ بات

بخوبی منکشف ہوسکتی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نسل یہوداہ سے خارج نہیں اس لئے کہ آپ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے ہیں اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام بالاجماع یہوداہ کی نسل سے ہیں۔

لہذا شیلا کا مصداق وہی نبی ہوسکتا ہے جو نسل یہوداہ سے خارج ہو۔ اور اس کا ظہور باخیر زمانہ میں ہو جیسا کہ آیت اوّل کے اس جملے سے ظاہر ہے۔

"تاکہ میں اس کی جو پچھلے دنوں میں تم پر بیتے گا تمہیں خبر دوں۔"

اور یہ دونوں امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق آسکتے ہیں کہ آپ یہودا کی نسل سے بھی نہ تھے بلکہ حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے تھے اور آپ کا ظہور بھی خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے اخیر زمانہ میں ہوا۔

اور آپ کی بعثت کے بعد سے یہودا کی نسل میں جو کچھ حکومت و ریاست تھی وہ سب جاتی رہی قرائے بنی نضیر اور خیبر سب آپ ہی کے زمانہ میں فتح ہوگئے۔ اور اس جملہ میں کہ

"قومیں اس کے پاس اکٹھی رہیں گی۔"

عموم بعثت کی طرف اشارہ ہے کَمَا قَالَ تَعَالٰی شَانُہٗ۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ اے نبی کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔"

بخلاف حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ ان کی بعثت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی کما قال تعالٰی شانہ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ نیز مختلف قومیں اور مختلف لوگ حضور پر نور ہی کے پاس اکٹھے ہوئے اور آپ کے دین میں فوج فوج اور جوق جوق داخل ہوئے یہ بات حضرت عیسٰی علیہ السلام کو حاصل نہیں ہوئی اور گیارھویں آیت میں ہے۔

"وہ اپنا گدھا انگور سے باندھے گا۔"

سو مدارج النبوۃ میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح فرمایا تو وہاں

ایک سیاہ حمار دیکھا۔ آپ نے اس سے کلام فرمایا اور اس کا نام دریافت فرمایا اس نے جواب دیا کہ میرا نام یزید بن شہاب ہے۔ حق تعالیٰ نے میری دادی کی نسل سے ساٹھ حمار پیدا کئے جس پر سوائے نبی کے کسی نے سواری نہیں کی اور مجھ کو امید ہے کہ آپ مجھ پر سواری فرمائیں گے میری دادی کی نسل سے میرے سوا اب کوئی باقی نہیں رہا۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے آپ کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سواری فرمائی۔ اور وہ حمار آپ کی وفات کے بعد صدمۂ وصال سے ایک کنوئیں میں گر کر مر گیا۔

(اور اسی گیارھویں آیت میں ہے)

"وہ اپنا لباس مئے میں اور اپنی پوشاک آب انگور میں دھووے گا۔"

اس آیت میں اصل عبرانی سے ترجمہ کرنے میں کچھ تصرف کیا گیا ہے اور درحقیقت اس طرح تھا۔

"وہ اپنا لباس مئے سے اور اپنی پوشاک آب انگور سے دھووے گا۔"

یعنی اس نبی آخر الزماں کی شریعت میں شراب حرام کی جائے گی۔ اور جس طرح دیگر نجاست سے کپڑوں کے دھونے کا حکم دیا جاتا ہے اسی طرح شراب سے بھی کپڑوں کے پاک رکھنے اور دھونے کا حکم دیا جائے گا۔

اور عجب نہیں کہ اس سے محبت الٰہی کی شراب میں استغراق مراد ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت ارفع ہے۔ آپ تو سید الاوّلین والآخرین بلا فخر ہیں۔ آپ کی امت میں ہزارہا بلکہ لاکھوں ایسے گذر گئے کہ عشق الٰہی اور محبت ربانی میں کوئی امت ان کی ہمسری نہیں کر سکتی۔

(اور پھر بارھویں آیت میں ہے)

"اس کی آنکھیں مئے سے لال ہوں گی۔ اور اس کے دانت دودھ سے سفید ہوں گے۔"

٭اس آیت میں اسی نبی مبشر کے حلیۂ مبارک کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی آنکھیں سرخ اور دانت سفید ہوں گے۔ چنانچہ زرقانی شرح مواہب میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجارت کے لئے بُصرٰی تشریف لے گئے تو ایک سایہ دار درخت کے قریب قیام فرمایا جہاں نسطورا راہب کا تکیہ تھا نسطورا راہب نے میسرہ غلام سے جو آپ کے ہمراہ تھا یہ دریافت کیا کہ آپ کی آنکھوں میں سرخی ہے میسرہ نے یہ جواب دیا کہ آپ کی آنکھوں میں ہمیشہ سرخی رہتی ہے کبھی جدا نہیں ہوتی اس وقت نسطورا راہب نے یہ کہا کہ یہ آخری پیغمبر ہیں۔ کاش میں ان کی بعثت کا زمانہ پاؤں۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تاریخ مصر میں لکھا ہے کہ جب حضرت حاطبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ سلطان مقوقس شاہ مصر کے نام لے کر گئے تو شاہ مصر نے نبی آخر الزماں کی علامات بیان کرتے ہوئے یہ کہا۔ کہ سرخی ان کی آنکھوں سے جدا نہیں ہوتی۔ حضرت حاطبؓ نے فرمایا کہ بے شک آپ کی چشمان مبارک سے سرخی کبھی جدا نہیں ہوتی۔ چنانچہ آپ کے شمائل میں اشکل العینین کا لفظ آیا ہے اَشْکَلْ ایسی آنکھ والے کو کہتے ہیں کہ جس کی سفیدی میں سُرخ ڈورے ہوں۔ اور بعض روایات اَدْعَجْ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جس کی آنکھ میں سیاہی ہو۔

سو دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں حسنِ جمال کے لئے سرخی اور سیاہی دونوں درکار ہیں۔ محض سرخی اور محض سیاہی سے اتنا حسن پیدا نہیں ہوتا جتنا کہ سرخی اور سیاہی سے مل کر پیدا ہوتا ہے۔ وللہ در القائل ؎

کیا بیاں ہو خوبیٔ چشم سیاہ	آیت مازاغ ہے جس کی گواہ
تھی سفیدی اور سیاہی درمیاں	سرخ ڈورے اس میں رشک گلستاں
تھا سفیدی اور سیاہی کا یہ حال	تھیں بہم دونوں بحدّ اعتدال
اَشْکَلُ الْعَیْنَیْن بھی وارد ہوا	وصف چشم حضرت خیر الوریٰ

الغرض القصہ جو وصف کمال | چشم خوبان جہاں کا ہے جمال
وہ سبھی اوصاف بحمد وبیاں | عین محبوب خدا میں تھے عیاں
اور ان سب سے زیادہ وصف خاص | چشم حضرت سے رکھے تھا اختصاص
یعنی وہ چشم مبارک دل پذیر! | نور وتاریکی میں تھی یکساں بصیر
دیکھتے ہیں لوگ جو وقت سحر | تیرہ شب میں آپ کو آتا نظر
دوسرا ایک اور یہ اعجاز تھا | چشم پاک صاحب اعجاز کا
پیش منظر آپ جیسا دیکھتے | پیٹھ کے پیچھے بھی ویسا دیکھتے

بشارت ششم

از زبور سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۴۵

میرے دل میں اچھا مضمون جوش مارتا ہے۔ میں ان چیزوں کو جو میں نے بادشاہ کے حق میں بنائی ہیں بیان کرتا ہوں۔ میری زبان ماہر لکھنے والے کا قلم ہے۔ (۲) تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے تیرے ہونٹوں میں لطف بٹایا گیا ہے۔ اسی لئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا (۳) اے پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری حشمت اور بزرگواری ہے حمایل کرکے اپنی ران پر لٹکا (۴) اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور سچائی اور حلامت اور صداقت کے واسطے اقبال مندی کے لئے آگے بڑھ۔ اور تیرا دہنا ہاتھ تجھ کو مہیب کام سکھلائے گا (۵) تیرے تیر تیز ہیں۔ لوگ تیرے نیچے گرے پڑتے ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگ جاتے ہیں (۶) تیرا تخت اے خدا ابد الآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے (۷) تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے۔ اس سبب سے تیرے خدا نے تجھ کو خوشی کے تیل سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ مسح کیا (۸) تیرے سارے لباس سے مُر اور عود اور تج کی خوشبو آتی ہے کہ جن سے ہاتھی دانت کے محلوں

کے درمیان تجھ کو خوش کیا ہے (۹) بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں ملکہ اوفیر کے سونے سے آراستہ ہو کے تیرے داہنے ہاتھ کھڑی ہے۔"

(اور بارھویں آیت میں ہے)

"اور صور کی بیٹی ہدیے لاوے گی۔ قوم کے دولت مند تیری خوشامد کریں گے۔"

(اور سولھویں آیت میں ہے)

(۱۶) تیرے بیٹے باپ دادوں کے قائم مقام ہوں گے۔ تو انہیں تمام زمین کا سردار مقرر کرے گا۔

(۱۷) میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ اور سارے لوگ ابدالآباد تک تیری ستائش کریں گے انتہی تمام اہل کتاب کے نزدیک یہ امر مسلم ہے۔

کہ اس زبور میں حضرت سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک عظیم الشان والشوکت رسول کی بشارت دے رہے ہیں۔ اور فرط محبت میں اس کو مخاطب بنا کر اس کے اوصاف بیان فرما رہے ہیں اور یہ بتلا رہے ہیں کہ وہ نبی جب ظاہر ہوگا تو ان صفات کے ساتھ موصوف ہوگا وہ اوصاف حسب ذیل ہیں۔

(۱) بادشاہ یعنی سب سے اعلیٰ اور افضل ہونا (۲) حسین ہونا (۳) ہونٹوں میں لطف کا ہونا یعنی شیریں زبان اور فصیح اللسان ہونا (۴) مبارک الی الدہر ہونا (۵) پہلوان یعنی قوی ہونا (۶) شمشیر بند ہونا (۷) صاحب حق و صداقت ہونا (۸) اقبال مند ہونا (۹) اس کے دائیں ہاتھ سے کسی عجیب و غریب کرشمہ کا ظاہر ہونا (۱۰) تیر انداز ہونا (۱۱) لوگوں کا اس کے نیچے گرے پڑنا یعنی خلق اللہ کا اس کے تابع ہونا۔

(۱۲) تخت کا ابدالآباد تک رہنا یعنی اس کی شریعت اور حکومت اسلام کا تا قیام قیامت باقی رہنا (۱۳) عصائے سلطنت کا عصائے راستی ہونا (۱۴) صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہونا (۱۵) اس کے کپڑوں سے خوشبو کا آنا (۱۶) اس کے گھرانہ میں

بادشاہوں کی بیٹیوں کا آنا (۱۷) ہدایا اور تحائف کا آنا (۱۸) اولاد کا بجائے باپ کے سردار اور حاکم ہونا (۱۹) تمام پشتوں میں قرناً بعد قرن اور نسلاً اور بعد نسل اس کا ذکر باقی رہنا (۲۰) ابدالآباد تک لوگوں کا اس کی ستائش کرنا۔

اہل اسلام کے نزدیک اس بشارت کا مصداق مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہیں یہود کے نزدیک داؤد علیہ السلام کے بعد سے اب تک کوئی نبی ان صفات کے ساتھ موصوف ہوکر ظاہر نہیں ہوا اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ اس بشارت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں مگر اہل اسلام کا دعوے کہ اس بشارت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں یہی حق ہے اس لئے کہ جو اوصاف اس بشارت میں مذکور ہیں وہ صرف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی پر صادق ہیں۔

(۱) بادشاہت کا ثبوت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شمس فی نصف النہار سے زائد اجلیٰ اور روشن ہے حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو دین و دنیا دونوں کی بادشاہی عطا فرمائی۔ احکام خداوندی کو بادشاہوں کی طرح جاری فرمایا۔ جس طرح نصاریٰ کے زعم میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہود لعنہم اللہ تعالیٰ سے مقہور و مجبور تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجبور نہ تھے۔ آپ نے تو یہود کو ان کے قلعوں سے نکال باہر کیا۔

الحاصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دین و دنیا کے بادشاہ تھے۔ تمام انبیاء و رسل سے افضل اور برتر تھے۔ نہ کسی رسول کو قرآن کریم جیسی معجز کتاب عطا کی گئی اور نہ کسی کو آپ جیسی کامل و مکمل شریعت عطا کی گئی کہ فلاح دارین اور نجات اور بہبودی کی پوری پوری کفیل ہو۔ جس نے عقائد و اعمال کی سنگین غلطیوں پر متنبہ کیا ہو۔ خدا تک پہنچنے کے لئے راستہ ایسا صاف کر دیا ہو کہ چلنے والوں کے لئے کوئی روڑا اٹکا نہ رکھا ہو۔ تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل سیاست ملکیہ و مدنیہ کے لحاظ سے بھی نہایت کامل و مکمل ہو۔ غرض یہ کہ اس میں جامعیت کبریٰ کا وصف نمایاں ہو۔ ان تمام محاسن اور خوبیوں کا جامع صرف دین اسلام

ہے جس کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے لائے۔

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ ط — بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

یہی وہ کامل و مکمل دین ہے کہ اس کے طلوع ہوتے ہی سب ادیان و مذاہب کے چراغ گل ہو گئے۔

رات محفل میں ہر اک مہ پارہ گرم لاف تھا ⁂ صبح کو خورشید جو نکلا تو مطلع صاف تھا

پس جس نبی کی کتاب تمام کتب الٰہیہ اور صحف سماویہ سے افضل ہو اور اس کی شریعت تمام شرائع اور ادیان سے بدرجہا برتر اور کامل اور اکمل ہو اور اس کے معجزات بھی تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سے بڑھے ہوئے ہوں اور اس کی امت بھی تمام امتوں سے علم اور عمل اعتقادات و اخلاق مکارم و شمائل۔ تہذیب و تمدن سیاست ملکیہ اور مدنیہ کے لحاظ سے فائق اور برتر ہو تو اس نبی کے سید الاولین والآخرین اور بادشاہ دوجہاں ہونے میں کیا کلام اور شبہ ہو سکتا ہے۔

(۲) حسن و جمال میں آپ کا یہ حال تھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد کسی کو حسین اور خوبصورت نہیں دیکھا گویا کہ آفتاب آپ کے چہرۂ مبارک میں گھومتا ہے اور جب تبسم فرماتے تو دندان مبارک کی چمک دیواروں پر پڑتی تھی۔

حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؎

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ ⁂ وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

میری آنکھ نے آپ سے زائد حسین نہیں دیکھا ⁂ اور آپ سے زائد جمیل اور خوبصورت عورتوں نے نہیں جنا

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ ⁂ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں ⁂ گویا کہ آپ حسب منشا پیدا کیے گئے

وَلِلّٰهِ دَرُّ الْقَائِلِ جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا۔ آمین ؎

روایت کی امام باصفا نے — حسن سبطِ رسول مجتبےٰ نے
کہ ہند بن ابی ہالہ مرا خال! — رسول اللہ کا تھا واصف حال
کیا میں نے سوال اس باخبر سے — خبر دے حلیۂ خیر البشر سے
کہ ہوں مشتاق ان باتوں کا بے حد — بیاں کر کچھ تو حال جدِ امجد
غرض میری ہے یہ سن کر وہ احوال — کروں جو ہو سکے اسنادِ اعمال
کہا بس ہند نے یوں مجھ سے اسدم — رسول اللہؐ تھے فَخمٌ مُفَخَّمٌ
نگاہوں میں وہ یعنی خوش سیر تھے — دلوں میں بھی بزرگ و نامور تھے
تجلی روئے انور کی نہ پوچھو — قمر ہو جس طرح سے چودھویں کو
میانہ کب قد خیر الورےٰ تھا — میانہ پن سے بھی وہ قد جدا تھا
اگر کوتاہ کہیے تھا نہ کوتاہ — غرض کم کیفیت نے کی بیاں راہ
قد بالا کا تھا ان کے یہ عالم — میانہ سے دراز اطول سے کچھ کم
بزرگی تھی سرِ عالی میں پیدا — نہایت حسن و موزونی ہویدا
خم پیچی عیاں بالوں میں کم تھی — کچھ اک ژولیدگی لیکن بہم تھی
بکھرتے تھے جو فرق پاک پر بال — دو فرق ان کو کر دیتے تھے فی الحال
اگر از خود نہ بال ان کے بکھرتے — تکلف سے نہ ہرگز فرق کرتے
بحالِ وَفْرَہ سر کے بال ان کے — گزرتے نرمۂ گوش سے تھے
درخشانی کا عالم رنگ میں تھا — کشادہ تھی جبین عالم آرا
مقوس دونوں ابروئے مقوس — مقدس دونوں ابروئے مقدس
باندازِ مناسب طاق ابرو — نہ تھی پیوستگی آپس میں ان کو
عجب خمدار و باریک و مطول — بخوبی طاق تھا ثانی و اول
میان ابرواں اک رگ ہویدا — بہت ہوتی غضب کے وقت پیدا

کہوں کیا حبذا بینی کا عالم — کہ تھے نوروں کے شعلے جس سے توام

معلّٰی بینی خیر البشر تھی ! — باندازِ بلندی جلوہ گر تھی

جو کوئی بے تامل دیکھتا تھا — بلندی کا گماں ہوتا تھا پیدا

ملایم آپ کے رخسار نیکو — بھلا تشبیہ دوں میں کس سے اسکو

بزیبائی کشادہ وہ دہن تھا — کشادہ وہ دہن تھا اور زیبا

کہوں دانتوں کا کیا وہ حسن سادہ — سپید و صاف آپس میں کشادہ

دقیق المسربۃ یعنی خط مُو — کھنچا سینے سے تھا تاناف گلو

بوصفِ گردن شایانِ معراج — کہا راوی نے شکل صورت عاج

مُصفّا یعنی وہ گردن تھی ایسی — بشکل نقرہ با نور و ضیا تھی

کہوں کیا عضو عضو ان کے بدن کا — بوضع خود مناسب اور زیبا

بخوبی تھے تنا ور فخر عالم — تمامی عضو تن مربوط باہم

شکم سینہ صفائی میں برابر — مگر سینہ عریض و بہین خوشتر

فراخی دونوں شانوں میں عیاں تھی — سر ہر استخواں میں تھی بزرگی

بدن جو کچھ کھلا پوشاک سے تھا — درخشندہ وہ نور پاک سے تھا

گلوئے پاک سے تا ناف والا — خط مو تھا کھنچا باریک و زیبا

سوا اس کے شکم سینہ سراسر — معرّی مو سے تھا صافی برابر

کلائی دونوں شانے اور بازو — مزین تھے بزیب کثرت مُو

وہ ان کے صدر عالی کی بلندی — خط مونے رکھے تھی ارجمندی

طویل الزند دونوں دست والا — کشادہ تھی کف دست مصفّا

بزرگی اس کف پا میں عیاں تھی — نمایاں دونوں قدموں میں بزرگی

کشیدہ تھیں وہ انگشتان والا — لقب ہے سائل لاطراف جن کا

کف پا میں سمائی تھی یہ خوبی — کہ رہتی تھی زمین پر سے وہ اونچی
ہوا وارد بوصف پائے اقدس — کہ تھے پائے مبارک نرم و املس
جدا رہتی زمیں سے یوں کف پا — کہ پانی اس کے نیچے سے گذرتا
زمیں پر جب خراماں آپ چلتے — قدم کو اپنے برکندہ اٹھاتے
انہیں ہوتا خیال مثل پیشیں — بہ نرمی راہ چلتے سرور دیں
ہوا یہ حال بھی وارد بہ اخبار — کہ جس دم آپ چلتے تند رفتار
تو اس دم تھے عیاں یہ صاف معنی — بلندی سے ہے گویا میل پستی
انہیں جب دیکھنا منظور ہوتا — نظر کرتے تھے حضرت بے محابا
بہت رہتے تھے آنکھوں کو جھکائے — نظر یعنی سوئے باطن لگائے
زمیں اکثر مشرف تھی نظر سے — فلک کم بہرہ ور ہوتا بصر سے
تامل سوچ تھا گویا ہی نظر میں — سمایا تھا لحاظ ان کی بصر میں
بیان کرتا ہے راوی بعد اس کے — کہ جب ساتھ آپ کے اصحاب ہوتے
تو یہ ارشاد فرماتے تھے حضرت — چلو تم مجھ سے آگے کرکے سبقت
عجب اخلاق تھے خیر الوریٰ کے — کہ ہوں مخدوم پیچھے خادم آگے
سنو یہ اور عادت مصطفیٰ کی — کہ ہوتا جو کوئی ان سے ملاقی
جناب پاک کرتے اسکو خوش گام — بتقدیم سلام دین اسلام

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زنان مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے اگر وہ ہمارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتیں تو دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتیں ؎

اسے زلیخا اس کو نسبت اپنے یوسف سوں نہ دے — اس پہ سر کٹتے ہیں دائم اور اس پر انگلیاں

غرض یہ کہ آپ کا حسن وجمال دنیا میں مشہور تھا اور حسن وجمال کے ساتھ شاہانہ

جاہ و جلال بھی آپ کو حاصل تھا کسی کی یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکے۔

(۳) اور آپ کا خوش بیان اور شیریں زبان اور فصیح اللسان ہونا سب کو تسلیم ہے آپ کے انفاس قدسیہ اور کلمات طیبات اس وقت تک باسانید صحیحہ وجیدہ محفوظ ہیں جن سے آپ کی فصاحت وبلاغت اور شیریں زبانی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۴) اور آپ مبارک الی الدہر بھی ہیں جیسا کہ بشارت دوم میں گذرا۔ مشرق و مغرب شمال و جنوب میں کروڑہا مسلمان نمازوں میں اور نماز کے بعد اور مختلف اوقات میں

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ	اے اللہ برکت نازل فرما محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ	جیسے آپ نے ابراہیمؑ اور ان کی آل پر برکت
اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔	نازل فرمائی بلاشبہ آپ ستائش اور بزرگی والے ہیں۔

پڑھتے ہیں۔ اس سے زائد اور کیا مبارک الی الدہر ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے۔ جس کیلئے دنیا کے ہر گوشہ میں برکت کی دعا مانگی جاتی ہو۔

(۵) قوت میں آپ کا یہ حال تھا کہ رکانہ پہلوان۔ کہ جو قوت میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا ایک روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگل میں مل گیا اور یہ کہا کہ اگر آپ مجھ کو پچھاڑ دیں تو میں آپ کو نبی برحق جانوں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پچھاڑ دیا اس نے دوبارہ لڑنے کے لئے کہا آپ نے اس کو دوبارہ بھی پچھاڑ دیا۔ اس کو بہت تعجب ہوا۔ آپ نے یہ ارشاد فرمایا اگر تو اللہ سے ڈرے اور میرا اتباع کرے تو اس سے زائد عجیب چیز دکھلاؤں اس نے پوچھا کہ اس سے زائد کیا عجیب ہے۔ آپ نے ایک درخت کو بلایا آپ کے بلاتے ہی آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ بعد ازاں یہ فرمایا کہ لوٹ جا سو وہ درخت یہ سن کر اپنی جگہ لوٹ گیا۔

(۶) اور آپ کا شمشیر بند اور صاحب جہاد ہونا بھی مسلم ہے اور حضرت علیٰ علیہ الصلوٰۃ

والسلام نہ شمشیر بند تھے اور نہ صاحب جہاد۔ اور بقول نصاریٰ ان میں اتنی قوت بھی نہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو یہود سے بچا سکتے۔

(۷) اور آپ صاحب حق وصداقت بھی تھے۔ کما قال تعالیٰ شانہ۔

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۔ بَلْ جَآءَ الْحَقَّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔ (صافات)

خدا ہی نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو ناگوار گذرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاعر و مجنون نہیں بلکہ حق کو لے کر آئے ہیں اور پیغمبروں کی تصدیق کی ہے اور جو سچی بات لے کر آیا۔

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔ (سورۂ زمر)

اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

ایک مرتبہ نضر بن الحارث نے قریش کو مخاطب بنا کر یہ کہا۔

قد كان محمد فيكم غلاما حدثا ارضاكم فيكم واصدقكم حديثا واعظمكم امانة حتى اذا رأيتم في صدغيه الشيب و جاءكم بما جاءكم قلتم انه ساحر لا والله ما هو بساحر

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں نوجوان تھے سب سے زیادہ پسندیدہ سب سے زیادہ سچے سب سے زیادہ امین لیکن جب تم نے ان کے جانبین (اس) میں بڑھاپا دیکھا۔ اور وہ تمہارے پاس یہ دین حق لے کر آئے تو تم ان کو ساحر اور جادوگر کہنے لگے۔ ہرگز نہیں خدا کی قسم وہ ساحر نہیں۔

اور ہرقل شاہ روم نے جب ابوسفیان سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے متعلق یہ دریافت کیا کہ تم نے کبھی اس کو بالکذب کیا ہے تو اس پر ابوسفیان نے یہ جواب دیا کہ ہم نے ان سے کبھی کوئی کذب نہیں دیکھا۔

(۸) اور اقبال مند ہونا بھی ظاہر ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے جیسا آپ کو

اقبال عطا فرمایا ایسا اقبال آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا اور نہ ہو گا

(۹) اور دائیں ہاتھ سے مہیب کام اور عجیب و غریب کرشمہ ظاہر ہونے سے معجزۂ شق قمر کی طرف اشارہ ہے ؎

چو دستش بر آہیخت شمشیر بیم | بہ معجز میان قمر زد دو نیم

اور علیٰ ہذا جنگ بدر اور حنین میں ایک مٹھی خاک سے تمام مشرکین کو خیرہ کر دینا یہ بھی آپ کے دائیں ہاتھ کا مہیب کام تھا۔

(۱۰) تیر انداز ہونا بنی اسمٰعیل کا مشہور شعار ہے چنانچہ حدیث میں ہے۔

ارموا بنی اسمٰعیل فان اباکم کان رامیا۔	اے بنی اسمٰعیل تیر اندازی کیا کرو اس لئے کہ تمہارا باپ تیر انداز تھا۔

(اور دوسری حدیث میں ہے)

من تعلم الرمی ثم ترکہ فلیس منا	جو تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم میں نہیں

(۱۱) اور لوگوں کا آپ کے پیچھے گرنا۔ یعنی خلق اللہ کا آپ کے تابع ہونا۔ یہ بھی اظہر من الشمس ہے چند ہی روز میں ہزاراں ہزار اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے۔ کما قال اللہ تعالیٰ سبحانہ

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا	جب اللہ کی نصرت اور فتح آ گئی اور آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور استغفار پڑھیے۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

(۱۲، ۱۳) اور آپ کی شریعت ابدالآباد تک رہے گی چنانچہ قرآن کریم حسب وعدۂ الٰہی۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔	بے شک ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

تیرہ صدی سے بالکل محفوظ چلا آتا ہے۔ بحمد اللہ اب تک اس کے ایک نقطہ اور ایک شوشہ میں بھی سر مو تفاوت نہیں آیا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت اسی طرح رہے گا۔ اور یہود و نصاریٰ کو اپنی تورات و انجیل کا حال خوب معلوم ہے لکھنے کی حاجت نہیں اور آپ کی سلطنت کا عصا راستی اور صداقت کا عصا ہے ہمیشہ اس سے احقاق حق اور ابطال باطل ہوتا رہتا ہے۔

(۱۴) اور آپ صداقت کے دوست اور شرارت کے دشمن تھے۔ کما قال اللہ جل جلالہٗ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔	بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایسے رسول آ گئے ہیں کہ جن پر تمہاری تکلیف شاق ہے تمہاری بھلائی کیلئے حریص ہیں۔ مومنین پر نہایت شفیق اور مہربان ہیں۔
يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔	اے نبی کریم کفار و منافقین سے جنگ کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

اور آپ کی امت کے یہ اوصاف ہیں۔

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ	کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت مہربان مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی بالکل پرواہ نہ کریں گے۔

اور عجب نہیں کہ شرارت سے ابو جہل مراد ہو کہ جو سر تا پا شرارت تھا اور صداقت سے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مراد ہوں جو کہ سر تا پا صدق و صداقت تھے اور بے شک ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے اہل تھے کہ ان کو خلیل و صدیق یعنی دوست بنایا جائے۔

(۱۵) اور آپ کے کپڑوں سے خوشبو بھی آیا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک عورت نے آپ کا پسینۂ مبارک اس لئے جمع کیا تاکہ دلہن کے کپڑے اس سے معطر کرے۔

(۱۶) اور قرن اوّل میں بہت سی شہزادیاں مسلمانوں کی خادم بنی ہیں چنانچہ شہر بانو یزدجرد شاہ کسریٰ کی بیٹی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تھی۔

(۱۷) نجاشی شاہ حبشہ اور منذر بن ساوی شاہ بحرین اور شاہ عمان اور بہت سے امیر و کبیر آپ پر ایمان لائے۔ اور آپ کے حلقہ بگوش بنے۔ اور آپ کی خدمت میں سلاطین وامراء نے ہدایا بھیج کر فخر وسرفرازی حاصل کی۔ چنانچہ مقوقس شاہ قبط نے آپ کی خدمت میں تین باندیاں اور ایک حبشی غلام اور ایک سفید خچر حمار اور ایک گھوڑا اور کچھ کپڑے بطور ہدیہ ارسال کئے۔

(۱۸) اور آپ کے بعد قریش میں خلافت رہی۔ آپ کی اولاد میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں صدہا خلیفہ اور حکمران ہوئے۔ حجاز و یمن، مصر و شام وغیرہ وغیرہ میں حکومت و سلطنت پر فائز رہے۔ اور قیامت کے قریب امام مہدی کا ظہور ہوگا جو امام حسن رضہ کی اولاد سے ہوں گے۔ اور تمام روئے زمین کے خلیفہ ہوں گے۔

(۱۹ و ۲۰) اور آپ کی ستائش و ذکر خیر بھی ابد الآباد تک رہے گا۔ ہر اذان میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ کے ساتھ بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ روزانہ پانچ مرتبہ کروڑہا مسلمان پکارتے ہیں۔ کوئی وعظ اور خطبہ ایسا نہیں کہ جس میں آپ کا نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ لیا جاتا ہو۔ محمدؐ اور احمدؐ کے معنے ستودہ کے ہیں۔ اس بشارت کے شروع میں یَا اَحْمَدُ کا لفظ صراحتاً مذکور تھا مگر حسد کی وجہ سے نکال دیا گیا مگر تاہم یہ اوصاف تو سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر صادق نہیں آسکتے۔

نصاریٰ کے زعم واعتقاد پر تو حضرت مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی طرح اس

بشارت کا مصداق نہیں ہو سکتے اس لئے کہ نصاریٰ صحیفۂ یسعیاہ علیہ السلام کے ترپنویں[۵۳] باب کو حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت قرار دیتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔

"ہمارے پیغام پر کون اعتقاد لایا۔ اور خداوند کا ہاتھ کس پر ظاہر ہوا۔ اس کے ڈیل ڈول کی کچھ خوبی نہ تھی اور نہ کچھ رونق کہ ہم اس پر نگاہ کریں۔ اور کوئی نمائش بھی نہیں کہ ہم اس کے مشتاق ہوں وہ آدمیوں میں نہایت ذلیل و حقیر تھا۔ الخ"

اور پھر آیت پنجم میں ہے۔

"وہ ہمارے گناہوں کے سبب گھایل کیا گیا۔ اور ہماری بدکاریوں کے باعث کچلا گیا۔" الخ

معاذ اللہ ثم معاذ اللہ جب نصاریٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے تھے تو وہ اوصاف زبور کا جو بالکل اس کی ضد ہیں کیسے مصداق ہو سکتے ہیں۔

ہمارے اعتقاد میں منجملہ دیگر تحریفات کے صحیفۂ یسعیاہ علیہ السلام کا ترپنواں باب[۵۳] قطعاً و یقیناً الحاقی اور اختراعی ہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاشا ثم حاشا ہرگز ایسے نہ تھے۔ وہ تو دنیا اور آخرت میں وجیہ (آبرو اور عزت والے) اور خدا کے مقربین میں سے تھے۔ لیکن بایں ہمہ اس بشارت کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں اس لئے کہ نہ آپ شمشیر بند اور تیر انداز تھے اور نہ مجاہد تھے اور نہ آپ کی شریعت دائمی ہے۔ اور نہ آپ کی بعثت عام تھی۔ اور نہ آپ کے گھرانہ میں کوئی شہزادی آئی کہ جو آپ کی بیوی یا لونڈی ہوتی اس لئے کہ آپ نے کوئی نکاح ہی نہیں فرمایا نیز آپ کے کوئی باپ دادا نہ تھا آپ تو بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

بشارت ہفتم

از زبور سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۱۴۹

(۱) خداوند کی ستائش کرو۔ خداوند کا ایک نیا گیت گاؤ۔ اور اس کی مدح پاک لوگوں

کی جماعت میں۔

(۲) اسرائیل اپنے بنانے والے سے شادمان ہوئے۔ بنی صیہون اپنے بادشاہ کے سبب خوشی کریں۔

(۳) وہ اس کے نام کی ستایش کرتے ہوئے ناچیں۔ وہ طبلہ اور بربط بجاتے ہوئے اس کی ثناخوانی کریں۔

(۴) کیونکہ خداوند اپنے لوگوں سے خوش ہوتا ہے۔ وہ حلیموں کو نجات کی زینت بخشتا ہے۔

(۵) پاک لوگ اپنی بزرگواری پر فخر کریں۔ اور اپنے بستروں پر پڑے ہوئے بلند آواز سے گایا کریں۔

(۶) خدا کی ستایش ان کی زبانوں پر ہو دین اور ایک دودھاری تلوار ان کے ہاتھوں میں ہو (۷) تاکہ غیر امتوں سے انتقام لیویں۔ اور لوگوں کو سزا دیویں۔

(۸) ان کے بادشاہوں کو زنجیروں سے اور ان کے امیروں کو لوہے کی بیڑیوں سے جکڑیں۔ (۹) تاکہ ان پر وہ فتویٰ جو لکھا ہوا ہے جاری کریں کہ اس کے پاپ لوگوں کی یہی شوکت ہے کہ خداوند کی ستایش کرو۔" آھ۔

اس بشارت میں نبی مبشر کو بادشاہ کے لفظ سے اور اس کے مطیعین کو صالحین اور پاک لوگوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی وہ نبی موعود بادشاہ ہوگا اور اس کی شمشیر زنی مواقع خوشنودی حق اور بمقتضائے غضب الٰہی کافروں کے حق میں ہوگی اور اس کے اصحاب اور احباب اس کی ساتھ ہوکر کافروں سے جہاد و قتال کریں گے۔

بعد ازاں مطیعین کے کچھ اوصاف ذکر کئے گئے ہیں جو مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰی اٰخِرِهَا امت محمدیہ پر پورے منطبق ہیں یہی وہ امت ہے کہ جو اپنے بستروں پر بھی اللہ کو یاد کرتی ہے کما قال تعالیٰ۔

يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ — وہ اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں۔

اور یہی وہ امت ہے کہ نماز میں اور جہاد میں اور ہر اذان میں اور عید الفطر اور عید النحر اور ایام تشریق اور ایام حج اور منیٰ اور مزدلفہ اور عرفات میں اللہ کو بلند آواز سے پکارتی ہے بخلاف یہود و نصاریٰ کے کہ یہود تو بوق اور نصاریٰ ناقوس بجاتے ہیں بلند آوازی سے اللہ اکبر کہنا اور اللہ کو یاد کرنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وصحبہ وسلم کی امت کا شعار ہے۔

اور مہاجرین و انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کی دو دھار تلواروں نے روم و شام و دیگر ممالک کو فتح کیا اور بڑے بڑے بادشاہوں اور امیروں کو قید کیا ہے۔ اور اہل کتاب کے نزدیک اس بشارت کا مصداق نہ سلیمان علیہ السلام ہوسکتے ہیں کیونکہ اہل کتاب کا زعم باطل اور اعتقاد فاحش یہ ہے کہ معاذ اللہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اخیر عمر میں مرتد اور بت پرست ہوگئے تھے۔

اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے اعتقاد کے مطابق اس بشارت کا مصداق ہوسکتے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک تو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی مقتول و مصلوب ہوئے۔ اور علی ہٰذا آپ کے اکثر حوارئین گرفتار کئے گئے۔ وہ دوسرے بادشاہوں اور امیروں کو کہاں قید کرتے۔ اور بشارت میں یہ مذکور ہے۔ کہ وہ شخص موعود بادشاہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بادشاہ نہ تھے اور معنوی بادشاہت ہر نبی کو حاصل رہی اس میں حضرت عیسیٰ کی کیا خصوصیت۔

رہا کافروں سے قتال و جہاد کرنا اور ان کو گرفتار کرنا سو یہ عین عبادت ہے نہ کہ قابل اعتراض جیسا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون علیہ السلام کا جہاد کرنا۔ اور علی ہٰذا سلیمان علیہ السلام اور ان کے صحابہ کا جہاد فرمانا

تمام یہود و نصاریٰ کے نزدیک مسلم ہے خلاصۂ کلام یہ کہ اس خبر کا مصداق حضرت مسیح نہیں ہو سکتے اس لئے کہ زبور مذکور کا مضمون بآواز بلند یہ کہہ رہا ہے کہ آنے والا نبی بادشاہ ہو گا اور اپنے اصحاب کے ساتھ سلاطین کفار سے جہاد و قتال کرے گا اور بڑے بڑے جبارین اور متکبرین مقتول اور اسیر اور گرفتار ہوں گے اور آپ کے اصحاب تکبیر کہتے ہوتے آپ کے ساتھ ہوں گے۔ ؎

بتکبیر مردان شمشیر زن   کہ مرد و غا را شمار ند زن

اور یہ تمام امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ظاہر ہوتے۔

بشارت ہشتم

از زبور باب ۷۲۔ ورس اول

(۱) اے خدا بادشاہ کو اپنی عدالتیں عطا کر اور بادشاہ کے بیٹے کو اپنی صداقت دے۔

(۲) وہ تیرے لوگوں میں صداقت سے حکم کرے گا اور تیرے مسکینوں میں عدالت سے۔

(۳) پہاڑ لوگوں کے لئے سلامتی ظاہر کریں گے اور ٹیلے بھی صداقت سے۔

(۴) وہ قوم کے مسکینوں کا انصاف کرے گا اور محتاجوں کے فرزندوں کو بچائے گا۔ اور ظالم کے ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔

(۵) جب تک کہ سورج اور چاند باقی رہیں گے ساری پشتوں کے لوگ تجھ سے ڈرا کریں گے۔

(۶) وہ بارش کے مانند جو کاٹے ہوئے گھاس پر پڑے نازل ہو گا اور جھڑی کے مینہ کی طرح جو زمین کو سیراب کرتا ہے۔

(۷) اس کے عصر میں جب تک کہ چاند باقی رہے گا صادق چلیں گے اور سلامتی فراوان ہوگی (۸) سمندر سے سمندر تک اور دریا سے انتہاء زمین تک اس کا حکم جاری ہو گا

(۹) وہ جو بیابان کے باشندے ہیں اس کے سامنے جھکیں گے اور اس کے دشمن

مار ڈالے جائیں گے۔

(۱۰) ترسیس اور جزیروں کے سلاطین نذریں لائیں گے اور سبا اور سیبا کے بادشاہ ہدیئے گزاریں گے۔

(۱۱) سارے بادشاہ اس کے حضور سجدہ کریں گے ساری گروہیں اس کی بندگی کریں گی۔

(۱۲) کیونکہ وہ دہائی دینے والے محتاج کو اور مسکین کو اور ان کو جن کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ چھڑائے گا۔

(۱۳) وہ مسکین اور محتاج پر ترس کھائے گا۔ اور محتاجوں کی جان بچائے گا۔

(۱۴) وہ ان کی جانوں کو ظلم اور ظلم اور غضب سے بچالے گا ان کا خون اس کی نظر میں بیش قیمت ہوگا۔

(۱۵) وہ جیتا رہے گا اور سبا کا سونا اس کو دیا جائے گا اس کے حق میں سدا دعا ہوگی ہر روز اس کو مبارک باد کہی جائے گی۔

(۱۶) اناج کی کثرت سرزمین میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہوگی اس کا پھل لبنان کے درخت کی طرح جھڑ جھڑائے گا اور شہر کے لوگ میدان کے گھاس کے مانند سرسبز ہونگے

(۱۷) اس کا نام ابد تک باقی رہے گا جب تک کہ آفتاب رہے گا اس کے نام کا رواج ہوگا۔ لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے ساری قومیں اسے مبارکباد دیں گے (۱۸) خداوند خدا اسرائیل کا جو اکیلا ہی عجائب کام کرتا ہے مبارک ہے (۱۹) اس کا جلیل نام ابد تک مبارک ہے سارا جہان اس کے جلال سے معمور ہو آمین آمین

(۲۰) داؤد بن لیسی کی دعائیں تمام ہوئیں (بہترواں زبور ختم ہوا)

جاننا چاہیئے کہ اس زبور میں ایسے پیغمبر کے ظہور کی خبر دی گئی ہے کہ جس کو نبوت و رسالت کے ساتھ من جانب اللہ بادشاہت اور حکومت بھی حاصل ہوگی اور اس کا دائرہ سلطنت اتنا وسیع ہوگا کہ بر و بحر کو شامل ہوگا اور عدالت اور صداقت کے

ساتھ اس کی عدالتیں جاری ہوں گی مسکینوں اور محتاجوں کو ان کا حق دلائے گا اور ظالموں کے ٹکڑے ٹکڑے کرے گا اور اس کے دشمن لرزاں اور ترساں ہوں گے اور سلاطین عالم اس کے لئے ہدیے اور تحفے لائیں گے اور تمام قبائل اس کے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے ہر طرف سے ہر روز ساری قومیں اس کے حق میں دعا اور مبارکباد کہیں گی اور ابد تک اس کا نام باقی رہے گا جبتک آفتاب رہے گا اس کے نام کا رواج رہے گا۔

اہل عقل ایک سرسری نظر سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اوصاف مذکورہ حضرت مسیح علیہ السلام میں نہ تھے بلکہ رسالت مآب خاتمیت جناب سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے ساتھ سلیمان اور ذوالقرنین جیسی حکومت عطا فرمائی کہ جس میں قوموں کے درمیان ایسی عدالت اور صداقت جاری ہوئی کہ دنیا نے نہ ایسی صداقت اور عدالت دیکھی اور نہ سنی۔ ظالموں سے مظلوموں کا بدلہ لیا گیا اور زمین کو ظلم اور غصب سے پاک کر دیا بر اور بحر اور صحراء و بیابان میں آپ کی حکومت پھیلی اور دشمن آپ سے تھرا گئے اور بڑے بڑے سلاطین آپ کے حضور سجدہ میں گرے اور ہدیے اور تحفے آپ کی بارگاہ میں بھیجے اور آپ نے صداقت اور عدالت کے جاری کرنے کے لئے جہادات اور غزوات کئے اور آپ کی جاری کردہ صداقت اور عدالت کو صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ جیسے صداقت اور عدالت کے علمبرداروں نے حد کمال کو پہنچایا۔

اور ابد تک جب تک کہ چاند اور سورج قائم ہیں آپ کا نام مبارک ہر اذان اور نماز اور ہر دعا اور ہر منبر و محراب میں لیا جائے گا۔ بلکہ خطبوں میں آپ کے نام مبارک کے ساتھ آپ کے خلفاء راشدین کا نام بھی لیا جاتے گا۔ جنہوں نے دنیا میں صداقت وعدالت کا علم بلند کیا۔

اے علماء یہود و نصاریٰ یہ ناچیز تم کو صداقت اور عدالت کا واسطہ دے کر پوچھتا ہے کہ جس صداقت اور عدالت کے جاری کرنے کا ذکر اس زبور میں ہے خدارا یہ بتلاؤ

کہ سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کہاں ظہور ہوا اوصاف مذکورہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریین پر انطباق کسی صورت سے ممکن نظر نہیں آتا۔

گذارش

حضرات اہل علم کی خدمت میں گذارش ہے کہ زبور کا باب ۱۱۲ اور ۱۳۱ اسی بہتر دیں باب کا تتمہ ہے جس میں صحابہ کرام کے اوصاف کی طرف اشارہ ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمالیں اور تشریح اور تطبیق کے لئے ازالۃ الاوہام بزبان فارسی ص۲۹۷ تا ص۳۱۰ مصنفہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس اللہ سرہ ملاحظہ فرمالیں۔

بشارت نہم

از صحیفۂ ملاکی علیہ الصلوٰۃ والسلام باب سوم آیت اوّل

دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا۔ اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں ختنہ کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آوے گا۔ دیکھو وہ یقیناً آوے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ پر اس کے آنے دن کون ٹھہر سکے گا۔ اور جب وہ نمود ہو گا کون ہے جو کھڑا رہے گا۔ آہ

اس بشارت میں ایسے رسول کی آمد و ظہور کا ذکر ہے کہ جو صاحب ختان ہو گا۔ اور اسی وجہ سے آپ کی بعثت سے قبل یہود و نصاریٰ کو رسول الختان کا انتظار تھا۔ اور قیصر روم بھی اسی پیشینگوئی کے مطابق رسول ختان کے ظہور کا منتظر تھا جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث ہرقل میں مذکور ہے مگر آجکل نسخوں میں بجائے ختنہ کے رسول کے عہد کا رسول مذکور ہے۔

لیکن اس صورت میں بھی عہد سے ختنہ ہی کا عہد مراد ہے جیسا کہ سفر پیدائش کے

باب ہفدہم کی آیت دہم سے معلوم ہوتا ہے۔

اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرو۔ اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے الخ۔

بشارت دہم

از صحیفۂ حبقوق علیہ الصلوٰۃ والسلام باب سوم آیت ۳

خدا تیمان سے۔ اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا۔ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا۔ اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔ اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں۔ انتہیٰ۔

یہ بشارت سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہایت ہی ظاہر ہے سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون پیغمبر فاران سے مبعوث ہوا۔ اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی جو چنانچہ ہر دوست اور دشمن کی زبان پر آپ کا نام محمد اور احمد ہے۔ اور ایک قدیم عربی نسخہ میں یہ لفظ ہیں۔

وامتلأت الارض من تحميد احمد۔ یعنی تمام زمین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد سے بھر گئی۔

مگر حاسدین نے اس جملہ کا رہنا گوارا نہ کیا۔ اور بعد کی اشاعت میں اس جملہ کو صحیفۂ مذکورہ سے علیحدہ کر دیا۔ اور علیٰ ہذا سارا عالم بھی آپ کے نور ہدایت سے جگمگا اٹھا۔

بشارت یازدہم

از صحیفہ یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۱ آیت ۶ و ۷

خداوند نے مجھے یوں فرمایا جا نگہبان بٹھلا جو کچھ دیکھے سو بتلائے۔ اس نے سوار دیکھے گھڑ چڑھوں کے جوڑ دو دو آتے تھے۔ اور گدھوں پر بھی سوار اور اونٹوں پر بھی سوار الخ

اس بشارت میں حضرت یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو نبیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اوّل حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ ہے چنانچہ جناب مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام گدھے پر سوار ہو کر یروشلم (بیت المقدس) داخل ہوتے تھے۔

دوم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اونٹ کی سواری سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف اشارہ ہے جو عرب کی خاص اور مشہور سواری ہے۔

چنانچہ آپ جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اس وقت اونٹ پر سوار تھے اور پھر آیت نہم میں بابل کے سقوط یعنی اس کے گرنے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ بابل کا سقوط خلفاء راشدین کے زمانہ میں ہوا حضرت مسیح اور حواریین کے زمانہ میں بابل کا سقوط نہیں ہوا۔

بشارت دوازدہم

از صحیفۂ یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۱ آیت ۱۶ و ۱۷

اس باب میں عرب کی بابت الہامی کلام کا ذکر ہے چنانچہ آیت ۱۶ میں ہے۔ ۱۶۔ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کی سو ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ ۱۷۔ اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے۔ کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا۔ الخ

چنانچہ ٹھیک ہجرت کے ایک سال بعد جنگ بدر میں بنی قیدار یعنی قریش کی ساری

حشمت جاتی رہی۔ستر سردار مارے گئے۔ اور ستر قید ہوئے۔ اور بہت سے زخمی ہوئے اور بنی قیدار کا بنی اسمٰعیل سے ہونا توریت وغیرہ اور تواریخ سے ثابت ہے اور علماء نصاریٰ کے نزدیک مسلّم ہے۔

بشارت سیزدہم

از صحیفہ یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۴ آیت ۲۳

اور چاند مضطرب ہوگا۔ اور سورج شرمندہ کہ جس وقت رب الافواج کوہ صیہون اور یروشلم میں اپنے بزرگوں کے گروہ کے آگے حشمت کے ساتھ سلطنت کرے گا۔ الخ۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت حشمت کے ساتھ سلطنت فرمائی اور چاند مضطرب یعنی اپنی اصلی حالت سے متغیر ہوا۔ اور اس کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ کما قال تعالیٰ شانہ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۔ قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہوگیا۔

اور سورج بھی شرمندہ ہوا۔ چنانچہ غزوہ خیبر میں اس کو حرکت معکوس کرنا پڑی۔

بشارت چہاردہم

از صحیفہ یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۸ آیت ۱۳

سو خداوند کا کلام ان سے یہ ہوگا حکم پر حکم۔حکم پر حکم۔قانون پر قانون۔قانون پر قانون تھوڑا یہاں۔تھوڑا وہاں۔

چنانچہ قرآن عزیز اسی طرح نجماً نجماً نازل ہوا۔ رہی انجیل سو وہ علماء مسیحیین کے نزدیک منزل من اللہ ہی نہیں بلکہ وہ حواریین کی تصنیف ہے۔ اور صحیفہ مذکور کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب موصوف کا منزل من اللہ ہونا ضروری ہے۔

اور ہمارے نزدیک جو انجیل حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی وہ تمام کتاب

ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی۔ قرآن کریم کی طرح نجماً نجماً نازل نہیں ہوئی۔ قال تعالیٰ شانہٗ۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا۔

قرآن کریم کو ہم نے متفرق کر کے نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۔

اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا نازل کیا کافر کہتے ہیں کہ قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کیا گیا۔ کہدو کہ ہم نے اسی طرح نازل کیا تاکہ آپ کے دل کو مضبوط رکھیں اس لئے ہم نے ٹھہر ٹھہر پڑھ سنایا

بشارت پانزدہم

از صحیفۂ یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۴۲ آیت اول

دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر رکھی وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا۔

یہ بشارت بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے صریح ہے اس لئے کہ میرا بندہ یہ ترجمہ عبداللہ کا ہے۔ اور عبداللہ بھی آپ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیسا کہ قرآن عزیز میں ہے۔

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

جب عبداللہ کھڑا ہوا۔

اور قرآن عزیز میں بکثرت عبداللہ کے لقب سے آپ کا ذکر کیا گیا ہے۔ کما قال تعالیٰ۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ وقال تعالیٰ

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو لے گیا اس

مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا۔

چیز سے جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری۔

نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے۔

لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نصاریٰ کے اعتقاد میں خدا کے بندے

نہیں بلکہ خدا اور معبود ہیں۔ لہٰذا وہ اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ اور برگزیدہ بعینہ ترجمہ مصطفیٰ کا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور و معروف نام ہے۔ اور جس سے میرا جی راضی ہے۔ یہ ترجمہ مرتضیٰ کا ہے کہ جو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک نام پاک ہے۔

اور بزعم نصاریٰ اس جملہ کا مصداق یعنی جس سے میرا جی راضی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں ہو سکتے اس لئے کہ وہ ان کے زعم میں مصلوب و مقتول ہوئے۔ اور جو مقتول و مصلوب ہو جاتے وہ نصاریٰ کے نزدیک ملعون ہے جیسا کہ گلیتوں کے تیسرے خط کے تیرھویں درس سے معلوم ہوتا ہے۔

مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔ آھ۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نصاریٰ کے اس زعم باطل کی بناء پر معاذ اللہ خدا ان سے راضی نہیں۔

الحاصل محمد مصطفیٰ احمد مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے شبہ خدا کے برگزیدہ بندہ اور رسول ہیں جن سے خدا راضی ہے۔

اور کتب سیر میں آپ کے اسماء مبارکہ میں آپ کا نام نامی مرتضیٰ اور رضی بھی لکھا ہے اور اسی وجہ سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آپ کے صحابہ کرام کا خاص شعار ہے کما قال تعالیٰ شانہ

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ	البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ مؤمنین سے راضی ہوا جبکہ وہ اس درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ	محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں آپ ان کو رکوع و سجود کرتے

وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۔

اللہ کا فضل اور اللہ کی رضا طلب کرتے دکھیں گے صلاح اور تقویٰ کی نشانی ان کے چہروں پر سجدوں کے باعث نمایاں ہے یہ انکی نشانی جو توراۃ میں مذکور ہے ۔

۴۔ اور روح سے مراد وحی الٰہی ہے کہ جس پر ارواح و قلوب کی حیات کا دارومدار ہے۔ کما قال تعالیٰ شانہ

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا ۔

اسی طرح ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی اپنے حکم سے۔

سو الحمد للہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ پر مردہ قلوب کی حیات اور زندگی کیلئے ایک روح یعنی قرآن عظیم کو اتارا جس نے نازل ہو کر مردہ قلوب کو حیات اور بے شمار مریض دلوں کو شفا بخشی کما قال تعالیٰ شانہ۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۔

اور اتارتے ہیں ہم ایسا قرآن کہ جو مومنین کیلئے سراسر شفاء اور رحمت ہے ۔

(۵) اور مبعوث ہو کر آپ نے باذن الٰہی عدالت کو بھی جاری فرمایا۔ کما قال اللہ جل جلالہ وعم نوالہٗ

فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ ۖ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۔

(سورۂ شوریٰ)

پس اسی طرف بلایئے اور اسی پر قائم رہیئے جیسا کہ آپ کو حکم کیا گیا ہے۔ اور ان کی خواہشو کی پیروی نہ فرمایئے اور یہ کہئے کہ میں ایمان لایا اللہ کی اتاری ہوئی کتاب پر اور حکم کیا گیا ہوں کہ تمہارے درمیان عدل و انصاف کروں۔

اور چونکہ عدالت کا جاری کرنا شوکت کو مقتضی ہے اس لئے یہ وصف بھی علیٰ زعم النصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صادق نہیں۔ اس لئے کہ نصاریٰ

کے نزدیک۔ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تو اتنی قوت بھی نہ تھی کہ جو اپنے کو قتل وصلب سے بچا سکتے شوکت تو در کنار۔

(۶) پھر باب مذکور کی دوسری آیت میں ہے۔

کہ وہ نہ چلائے گا۔ اور اپنی صدا بلند نہ کرے گا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائے گا۔

یہ جملہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری طرح صادق آتا ہے چنانچہ صحیح بخاری کے باب کراہیۃ الصخب فی الاسواق میں عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل کر یہ دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اوصاف جو توریت میں مذکور ہیں۔ بیان فرمائیے۔ جواب میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ نے بہت سے اوصاف ذکر فرماتے منجملہ ان کے یہ فرمایا۔

لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب بالاسواق۔ — وہ نبی نہ بد خو اور نہ سنگ دل ہو گا اور نہ بازاروں میں شور کرنے والا۔

(۷) اور باب مذکور کی تیسری آیت میں ہے۔

وہ عدالت کو جاری کرائے گا کہ دائم رہے یعنی وہ نبی صاحب حکومت اور صاحب عدالت ہو گا اور حضرت عیسٰی کے یہاں حکومت کا نام بھی نہ تھا نہ کافروں سے جہاد کیا اور نہ مجرموں پر کوئی عدالت جاری کی اس کا مصداق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں اور دائم رہنے سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت غراء کا الی یوم القیامت باقی رہنا مراد ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اب تک برابر محفوظ ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ رہے گی کوئی امت اس بارہ میں امت محمدیہ کی ہمسری نہیں کر سکتی کسی امت نے بھی اپنے نبی کی شریعت اور اس نبی کے اقوال وافعال کی حفاظت امت محمدیہ کے مقابلہ میں عشر عشیر بھی نہیں کی۔ اور شریعت کے دائم ہونے سے خاتم الانبیاء ہونے کی طرف اشارہ ہے اس لئے شریعت کا دوام اور بقاء الی یوم القیامۃ جب ہی ہو سکتا ہے

کہ اس نبی کے بعد اور کوئی نبی نہ بنایا جائے۔ ورنہ اگر اس کے بعد کوئی اور نبی بنایا جائے تو شریعت سابقہ شریعت لاحقہ سے منسوخ ہو جانے کی وجہ سے دائمی نہ رہے گی۔

(۸) اور باب مذکور کی چوتھی آیت میں ہے۔

اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال جب ہوا کہ جب راستی زمین پر قائم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔	آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارے دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔

کی بشارت نازل ہو گئی۔ اور

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا	بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔
اور اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ	جب خدا کی مدد اور فتح آ پہنچی۔

کا وعدہ پورا ہو گیا اور عجب نہیں کہ راستی قائم کرنے سے خلافت صدیقیہ کی جانب اشارہ ہو جیسا کہ بعض علماء کی رائے ہے اس لئے کہ راستی ترجمہ صدق کا ہے اور صدق کا اطلاق صدیق پر ایسا ہی ہے جیسا کہ عدل کا اطلاق زید پر۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں صدیق اکبر کو امام بنا کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ میرے بعد صدیق اکبر خلیفہ ہونے چاہئیں تاکہ صدق اور راستی قائم ہو۔

(۹) اور چھٹی آیت میں ہے۔

تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا۔

یہ جملہ بھی سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور پر صادق نہیں آتا اس لئے کہ اللہ نے

آپ سے وعدہ فرمایا تھا۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ — اور آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

چنانچہ یہ وعدہ اللہ کا پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دستگیری کی اور حفاظت فرمائی ہاں بزعم نصاریٰ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت نہیں ہوئی۔

(۷) اور پھر چھٹی آیت میں جو نور کا ذکر ہے کہ لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے دوں گا اس سے نور ہدایت اور نور شریعت کا دینا مراد ہے جیسا کہ قرآن عزیز میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا۔ (سورۃ نساء)

اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک برہان آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک نور (قرآن کریم) نازل کیا۔

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (سورۃ اعراف)

پس جو لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی مدد کی اور اسی نور کا اتباع کیا کہ جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا۔ یہی لوگ فلاح والے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔ (سورۃ احزاب)

اے نبی ہم نے تمہیں بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور خدا کی طرف خدا کے حکم سے بلانے والا اور ہدایت کا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔ (سورہ صف)

کافر اپنی مونہوں کی پھونک سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو ضرور پورا فرمائیں گے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو

(۸) اور آیت ہشتم میں ہے۔

اور اپنی شوکت دوسروں کو نہ دوں گا۔

یہ جملہ بھی حرف بحرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے۔

اُعطیت مالم یعط احد من	مجھ کو منجانب اللہ وہ چیزیں عطا کی گئیں کہ جو
الانبیاء قبلی۔	انبیاء سابقین میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔

مثلاً ختم نبوت و رسالت۔ عموم بعثت و دعوت۔ مقام محمود۔ شفاعت کبریٰ۔ معراج سبع سمٰوٰت ان فضائل و مزایا سے سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی نبی کو سرفراز نہیں کیا گیا۔ یہ حشمت و شوکت آپ کے سوا کسی کو نہیں دی گئی۔

اور اسی طرح حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو وہ آیات بینات محاسن اخلاق فضائل و شمائل۔ علوم و معارف عطا فرمائے کہ جو کسی نبی اور رسول کو نہیں عطا فرمائے خصوصاً قرآن حکیم کا معجزہ تو ایسا روشن معجزہ ہے کہ جس کے سامنے موافق و مخالف سب ہی کی گردنیں خم ہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ط	یہ خدا کا فضل ہے۔ وہ فضل جس کو چاہتا ہے
وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝	دے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(۱۲) اور گیارھویں آیت میں ہے۔

بیابان عرب اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے۔ اھ

قیدار حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صاحبزادہ کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں اور اس بیابان سے فاران کا بیابان مراد ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ آئے تھے جیسا کہ کتاب پیدائش کے اکیسویں باب کی اکیسویں آیت سے ظاہر ہے اور یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں اس وقت مکہ معظمہ آباد ہے اور قیدار کے آباد دیہات سے یہی مکہ مراد ہے۔ اسی جگہ حضرت اسمٰعیل ع کی اولاد آباد ہوئی۔ الحاصل اس جملہ میں آپ کے مولد یعنی جائے ولادت کی

طرف اشارہ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں پیدا ہوں گے اور آپ کی امت اس بیابان میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور اَللہُ اَکْبَرُ اور لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ۔ کے نعروں سے اللہ کے جلال کو ظاہر کرے گی۔ سفر اور حضر میں اللہ کی تکبیر کہنا یہ خاص امت محمدیہ کا شعار ہے اذان اور تکبیر کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور نصاریٰ میں گھنٹہ اور ناقوس بجا کر نماز پڑھی جاتی ہے اور بجائے تکبیر و توحید کے تثلیث اور تجسیم کا نعرہ لگاتے ہیں کہ خدا نے مریم کے پیٹ میں جسم پکڑا اور بندوں کی نجات کے لئے صلیب پر لٹکا۔

اور اس بشارت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ نبی مبشر قیدار بن اسمٰعیل کی اولاد سے ہو گا لہذا اس بشارت کا مصداق انبیاء بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ سب حضرات اسرائیل کی اولاد سے ہیں۔ نہ کہ قیدار بن اسمٰعیل کی اولاد سے۔ اور سلع مدینہ طیبہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ہجرت کی طرف اشارہ ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ یہ کلام معرفت التیام از اول تا آخر باواز بلند یہ کہہ رہا ہے کہ وہ شخص موعود خدا تعالیٰ کا خاص برگزیدہ اور پسندیدہ بندہ ہو گا۔ اور عامہ خلائق کی پیشوائی اور سارے جہان کی بادشاہی اور رہنمائی کا منصب اس کو عنایت ہو گا اور شخص موعود بنی قیدار یعنی بنی اسمٰعیل میں سے ہو گا نہ کہ بنی اسرائیل میں سے کیونکہ قیدار بالاتفاق حضرت اسمٰعیل کے بیٹے کا نام ہے۔

پس اس خبر کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ بنی اسرائیل میں ہیں۔ بنی قیدار یعنی بنی اسمٰعیل میں سے نہیں۔

اور سارے جہان کی پیشوائی اور رہنمائی کا منصب بھی ان کو حاصل نہیں ہوا اس لئے کہ انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے گمراہ بھیڑوں کی طرف بھیجے

گئے یعنی ان کی بعثت عام نہ تھی اور نہ حضرت عیسیٰ نے کوئی حکومت کی اور نہ قوموں میں کوئی عدالت جاری کی پس اس خبر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے مراد ہو سکتے ہیں اس خبر میں جس قدر اوصاف مذکور ہیں وہ سب سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق اور منطبق ہیں لہٰذا وہی مراد ہو سکتے ہیں۔

بشارت شانزدہم

از صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام باب ۵۲ ورس ۱۳

۱۳۔ دیکھو میرا بندہ اقبال مند ہو گا وہ بالا اور ستودہ ہو گا اور نہایت بلند ہو گا (۱۴) جس طرح بہتیرے تجھے دیکھ کے دنگ رہ گئے کہ اس کا چہرہ ہر ایک بشر سے زائد اور اس کی ہیکل بنی آدم سے زیادہ بگڑ گئی (۱۵) اسی طرح وہ بہت سی قوموں پر چھڑکے گا اور بادشاہ اس کے آگے اپنا منہ بند کریں گے کیونکہ وہ کچھ دیکھیں گے جو ان سے کہا نہ گیا تھا اور جو کچھ انھوں نے نہ سنا تھا وہ دریافت کریں گے۔ (ختم ہوا)

اس بشارت میں میرے بندہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات مراد ہے جس کے اقبال مند اور بالا اور ستودہ ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں اور لفظ ستودہ ٹھیک لفظ محمد کا ترجمہ ہے۔ ؎

محمد ستودہ متین استوار

اور حق تعالیٰ نے حضور پرنور کو وہ بلندی اور رفعت عطا کی کہ جو نہ کسی نے کبھی سنی اور نہ دیکھی۔

حضرات نصاریٰ غور کریں کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ بلندی اور اقبال مندی بھی حاصل ہوئی نصاریٰ کے زعم فاسد کی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اقبال مندی اور نہایت بلندی لوگماں سے حاصل ہوتی نصاریٰ کے عقیدہ صلیب کی بنا پر تو حضرت

مسیح علیہ السلام کو وہ ذلت اور اہانت حاصل ہوئی کہ جو دنیا میں کبھی بھی کسی برگزیدۂ حق کو نہیں ہوئی اہل اسلام تو اس توہین و تذلیل سے بری اور بیزار ہیں جو نصاریٰ اپنے مزعوم خدا کے لئے تجویز کرتے ہیں اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ حق تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور ان کے دشمنوں کو ناکام کیا۔

بشارت ہفدہم

از صحیفۂ یسعیاہ علیہ السلام باب ۶۰ درس ۱

دربارۂ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ

(۱) اٹھ روشن ہو (اے سرزمین مکہ) کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا ہے۔ (۲) کہ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ پر نمودار ہوگا۔ (۳) اور قومیں تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے اب یہاں سے زمین مدینہ کو خطاب ہے۔ (۴) آنکھیں اٹھا کر چاروں طرف نگاہ کر وہ سب (لوگ) اکٹھے ہوتے ہیں وہ تجھ پاس آتے ہیں تیرے بیٹے دور سے آئیں گے اور تیری بیٹیاں گود میں اٹھائی جائیں گی (۵) تب تو دیکھے گی اور روشن ہوگی ہاں تیرا دل اچھلے گا اور کشادہ ہوگا کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی (۶) اونٹوں کی قطاریں اور مدیان اور عیفہ کی سانڈنیاں آکے تیرے گرد بے شمار ہوں گی وہ سب جو سبا کے ہیں آئیں گے وہ سونا اور لبان لائیں گے اور خدا کی تعریفوں کی بشارتیں سنائیں گے (۷) قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنی شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا

(۸) یہ کون ہیں جو بدلی کی طرح اڑتے آتے ہیں اور کبوتروں کی مانند اپنی کابک کی طرف
(۹) یقیناً بحری ممالک میری راہ تکیں گے اور ترسیس (حلب) کے جہاز پہلے آئیں گے تیرے
بیٹوں کو ان کے روپے اور سونے سمیت دور سے خداوند تیرا خدا اور اسرائیل کے قدوس
کے نام کے لئے لائیں کیونکہ اس نے تجھے بزرگی دی ہے۔ (۱۰) اور اجنبیوں کے بیٹے تیری
دیواریں اٹھائیں گے اور ان کے بادشاہ تیری خدمت گذاری کریں گے اگرچہ میں نے اپنے
قہر سے تجھے مارا پر اپنی مہربانی سے تجھ پر رحم کروں گا (۱۱) اور تیری پھاٹکیں نت کھلی رہیں گی
وہ دن رات کبھی بند نہ ہوویں گی تاکہ قوموں کی دولت کو تیرے پاس لائیں اور ان کے بادشاہوں
کو دھوم دھام کے ساتھ۔ (۱۲) کہ وہ قوم اور وہ مملکت جو تیری خدمت گذاری نہ کرے گی
برباد ہو جائے گی ہاں وہ قومیں یک لخت ہلاک ہو جائیں گی۔ (۱۳) لبنان کا جلال تجھ پاس
آئے گا سرو اور صنوبر اور دیودار ایک ساتھ تاکہ میں اپنی مقدس مکان کو آراستہ کروں اور
اپنے پاؤں کی کرسی کو رونق بخشوں۔ (۱۴) اور تیرے غارتگروں کے بیٹے بھی تیرے آگے
ٹھہرے ہوئے آئیں گے یا وہ سب جنہوں نے تیری تحقیر کی تیرے پاؤں پر پڑیں گے اور خداوند
کا شہر اسرائیل کے قدوس کا صیہون تیرا نام رکھیں گے (۱۵) اس کے بدلے کہ تو ترک
کی گئی اور تجھ سے نفرت ہوئی ایسا کہ کسی آدمی نے تیری طرف گذر بھی نہ کیا میں تجھے شرافت
دائمی اور پشت در پشت لوگوں کا سرور بناؤں گا (۱۶) تو قوموں کا دودھ بھی چوس لے گی
ہاں بادشاہوں کی چھاتی چوسے گی اور تو جانے گی کہ میں خداوند تیرا بچانے والا اور میں یعقوب
کا قادر تیرا چھڑانے والا ہوں۔ ۱۷۔ میں پیتل کے بدلے سونا لاؤں گا اور لوہے کے بدلے
روپا اور لکڑی کے بدلے پیتل اور پتھروں کے بدلے لوہا اور میں تیرے حاکموں کو سلامتی
اور تیرے عاملوں کو صداقت بناؤں گا۔ (۱۸) آگے کو کبھی تیری سرزمین میں ظلم کی آواز نہیں
سنی جائے گی اور نہ کہ تیری سرحدوں میں خرابی یا بربادی کی تو اپنی دیواروں کا نام نجات
اور اپنے دروازوں کا نام ستودگی رکھے گی۔ (۱۹) آگے تیری روشنی دن کو سورج سے اور

رات کو تیری چاندنی چاند سے نہ ہوگی بلکہ خداوند تیرا ابدی نور اور تیرا خدا تیرا جلال ہوگا اور تیرا سورج پھر کبھی نہیں ڈھلے گا اور تیرے چاند کا زوال نہ ہوگا کیونکہ خداوند تیرا ابدی نور ہوگا اور تیرے ماتم کے دن آخر ہو جائیں گے۔ (۲۱) اور تیرے لوگ سب راستباز ہوں گے وہ ابد تک سرزمین کے وارث اور میری لگائی ہوئی شاخ اور میرے ہاتھ کی کاریگری ٹھہریں گے تاکہ میری بزرگی ظاہر ہو۔ (۲۲) ایک چھوٹے سے ایک ہزار ہوں گے اور ایک حقیر سے ایک قوی گروہ ہوگی میں خداوند اس کے وقت میں یہ سب کچھ جلد کروں گا۔ باب ۶۰ ختم ہوا۔

اس باب کی پہلی آیت میں مکہ معظمہ کو خطاب ہے اور اس کو روشن اور منور ہونے کی بشارت ہے اور نور اور روشنی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا نور یا قرآن کا نور مراد ہے قرآن کریم میں آپ کو اور قرآن کریم کو نور مبین کہا گیا ہے۔

(۲) صدہا سال سے جو زمین پر کفر اور شرک اور گمراہی کی ظلمت اور تاریکی چھائی ہوئی تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور نور قرآن سے زائل ہوگئی۔

(۳) اور امیر و فقیر اور بادشاہ اس نور کے طلوع کی تجلی میں چلنے لگے۔

(۴) اور رفتہ رفتہ وہ نور زمین کے چاروں طرف پھیلنے لگا اور مختلف قبائل اس نور کے گرد اکٹھے ہونے لگے اور تیس برس کے اندر وہ نور دیار روم اور دیار مغرب اور دیار مشرق فارس اور کاشغر اور چین اور ہند سندھ وغیرہ میں پہنچ گیا۔

(۵) اور لاکھوں مسلمان پیادہ اور سوار امیر اور غریب حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ میں جمع ہونے لگے اور بے شمار اونٹوں اور سانڈنیوں کی قطاریں مکہ معظمہ پہنچنے لگیں اور اونٹوں کی افراط جس قدر عرب اور مکہ مکرمہ کے اطراف اور نواحی میں ہے وہ زمین کے کسی خطہ میں نہیں۔

(۶) اور خداوند ذوالجلال کی حمد و ثناء اور تعریف کرنے والوں کے غول کے غول خانہ کعبہ کے گرد جمع ہونے لگے۔

(۷) اور روئے زمین کے سلاطین اہل اسلام خانہ کعبہ اور اہل مکہ کیلئے لاکھوں درہم و دینار کے

ہدایا بھیجنے لگے۔

(۸) اور مدیان حضرت ابراہیم کے بیٹے کا نام ہے جو بطن قطورہ سے ہے اور شہر مداین انہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ اور قیدار حضرت اسمٰعیل کے دوسرے بیٹے کا نام ہے جیسا کہ تورات کے کتاب پیدائش کے پچیسویں باب میں صراحتہً مذکور ہے اور اہل مداین اور نواحی سبا سب حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہیں جو مشرف باسلام ہوتے اور ہر سال اونٹوں اور سانڈنیوں پر سوار ہو کر حج بیت اللہ کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور جن کی حمد وثنا اور لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ کی آوازوں سے دشت وبیابان گونجنے لگتے ہیں اور قیدار کی ساری بھیڑیں وہاں جمع ہوجاتی ہیں اور نبیط[1] سے عرب مشرقی وشمالی کے قبائل مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ سبا یعنی یمن کے قبائل۔ اور قیدار کی بھیڑیں یعنی قریش کے وحشی لوگ اور نبیط کے مینڈھے یعنی موٹے اور فربہ آدمی۔ ہر طرف سے خدا کی تسبیح وتہلیل اور تحمید وتکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔

۹۔ اور کبوتروں کے مانند لوگ خانہ کعبہ کی طرف اڑکر پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔

۱۰۔ اور اس وقت جو فخر اور جلال لبنان کو حاصل ہے وہ اس وقت مکہ معظمہ کو حاصل ہوگا اور اس وقت مکہ مکرمہ کی طرف منتقل ہوجائے گا جو خاتم الانبیاء اور سید الاصفیاء کا مولد اور مسکن ہوگا اور اس کے اصحاب انبیاء بنی اسرائیل کا نمونہ ہوں گے۔

۱۱۔ اور جو غارتگر خانہ کعبہ کا رخ کرے گا وہ یک لخت ہلاک ہوگا جیسا کہ اصحاب فیل کا قصہ مشہور ہے۔

۱۲۔ اور خدا کا مقدس مکان یعنی خانہ کعبہ آراستہ اور پیراستہ ہوگا ہر سال اس پر زریں غلاف چڑھائے جائیں گے۔

---

[1] نبیط حضرت اسمٰعیل کے ایک فرزند کا نام ہے۔

(۱۳) اور اس بلدۂ مقدسہ کا نام صیہون ہو گا۔ اس لئے کہ صیہون جس طرح یروشلم کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اسی طرح صیہون مکہ مکرمہ کا بھی نام ہے جیسے شیخ عبدالحق دہلوی نے مدارج النبوۃ باب چہارم قسم اول میں لکھا ہے۔ دیکھو ازالۃ الاوہام ص۱۲۳ ج۵

(۱۴) اور آپ کے بعد جو خلیفہ اور حاکم ہوتے وہ عین سلامتی ہوتے اور آپ کی شریعت کے عالم عین صداقت بنے۔

(۱۵) اور سرزمین عالم صداقت اور عدالت اور سلامتی سے ایسی معمور ہوئی کہ کسی جگہ بھی ظلم کی آواز نہ سنی گئی۔

(۱۶) اور امت کو ایسی شریعت کا وارث بنا کر دنیا سے رخصت ہوتے کہ جس کا نور اور روشنی ابد تک چمکتا رہے گا۔

(۱۷) اور اس کا نور اور جلال ابدی ہو گا۔

(۱۸) جو نہ کبھی ڈھلے گا اور نہ زوال پذیر ہو گا۔

(۱۹) اور اس نبی کے تمام صحابہ راست باز ہوں گے۔

(۲۰) اور ایک چھوٹے سے ہزار اور ایک حقیر سے قوی گروہ ہو جائیں گے۔ وللہ الحمد والمنۃ۔

گذارش

حضرات اہل علم سے گذارش ہے کہ وہ کتاب یسعیاہ کا باب ۵۴ اور باب ۶۵ بھی ضرور ملاحظہ فرمالیں اس میں بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام کے اوصاف کا تذکرہ ہے۔

اور اس کی تشریح اور تطبیق کے لئے ازالۃ الاوہام ص۲۹۴ و ص۵۰۵ بزبان فارسی و اظہار الحق ص۱۴۵ ج ۲ بزبان عربی و ص۱۷۶ ج ۲۔

ہر دو مصنفہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی ؒ ملاحظہ فرمالیں تطویل کے اندیشہ سے

اس کو ترک کردیا ہے۔

بشارت ہشت دہم

از کتاب دانیال علیہ السلام باب دوم

کتاب دانیال کے باب دوم میں ایک طویل قصہ مذکور ہے جس کا خلاصہ ہم ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

بخت نصر شاہ بابل نے ایک پریشان کن خواب دیکھا اور خواب دیکھ کر بھول گیا اس سے اور بھی زیادہ پریشان ہوا۔ بادشاہ نے یہ ماجرا دانیال علیہ السلام سے ذکر کیا دانیال علیہ السلام نے وحی کے ذریعہ وہ خواب بھی بتلایا اور پھر اس کی تعبیر بھی بتلائی۔

۳۱۔ بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک مورت ہے جو نہایت خوبصورت بھی ہے اور ہیبت ناک بھی ہے اور بادشاہ کے سامنے کھڑی ہے۔

۳۲۔ جس کا سر خالص سونے کا ہے اور اس کا سینہ اور بازو چاندی کے ہیں اور اس کا شکم اور رانیں تانبے کے ہیں اور اس کی پنڈلیاں لوہے کی ہیں اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے ہیں۔ بادشاہ اس عجیب و غریب مورت کو دیکھ رہا ہے۔

۳۳۔ کہ یکایک ایک پتھر نکلا بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹ کر نکالے خود بخود نکلا اور اس مورت کے پاؤں پر لگا کر جو لوہے اور مٹی کے تھے اور ان کے ٹکڑے کر دیا۔

۳۴۔ اور لوہا اور مٹی اور تانبا چاندی اور سونا جس سے وہ مورت بنی ہوئی تھی ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور تابستانی کھلیان کے بھوسے کے مانند ہو گئے اور ہوا انہیں اڑا کر لے گئی یہاں تک ان کا پتہ نہ ملا اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو مارا ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین کو بھر دیا (خواب ختم ہوا)

بادشاہ نے یہ خواب دیکھا تھا مگر بھول گیا تھا دانیال علیہ السلام کو بذریعہ وحی بتلایا

گیا کہ بادشاہ نے یہ خواب دیکھا ہے دانیال علیہ السلام نے حسب وحی خداوندی خواب بیان کر کے بادشاہ کو اس کی تعبیر بتلائی کہ اس خواب میں یکے بعد دیگرے پانچ سلطنتوں کی طرف اشارہ ہے۔ سونے کے سر سے بابل کا بادشاہ مراد ہے اور تیری سلطنت سونے کی مانند ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت آئے گی جو چاندی کے مانند ہوگی اور تیری سلطنت سے کمتر ہوگی اس کے بعد ایک تیسری سلطنت آئے گی جو تانبے کی مانند ہوگی پھر ایک چوتھی سلطنت آئے گی جو لوہے کی مانند مضبوط ہوگی پھر ایک پانچویں سلطنت آئے گی جس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے ہوں گے یعنی اس سلطنت میں کچھ ضعف اور اضطراب ہوگا لوہا اور مٹی ملا جلا ہوگا یعنی وہ سلطنت قوت اور ضعف کا مجموعہ ہوگی کبھی اس میں قوت ہوگی اور کبھی ضعف اس پانچویں سلطنت کے زمانہ میں یکایک عالم غیب سے ایک پتھر نمودار ہوگا جو کسی کے ہاتھ سے کاٹ کر نکالا ہوا نہ ہوگا بلکہ من جانب اللہ خود بخود بلا سبب ظاہری کے آسمان سے اترے گا اور اس آخری سلطنت کے پاؤں پر گرے گا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا تا آنکہ اس کو بستانی کھلیان کے بھوسہ کے مانند بنا دے گا اور ہوا اس کو اڑا کر لے جائے گی یہاں تک اس کا نام و نشان نہ رہے گا اور رفتہ رفتہ وہ پتھر پہاڑ بن کر تمام زمین کو بھر دے گا جاننا چاہیئے کہ اس تعبیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی نبوت و رسالت اور آپ کی آسمانی بادشاہت کو ایک پتھر سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ پتھر بہت جلد پہاڑ کی شکل میں تبدیل ہو جائے گا یعنی اوّل اوّل وہ چھوٹی سی سلطنت ہوگی اور بعد میں تمام دنیا پر چھا جائے گی۔ چنانچہ عہد فاروقی میں قیصر و کسریٰ کی شوکت کا خاتمہ ہو گیا اور اس طرح هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۔ کا وعدہ پورا ہوا اور ہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ وہلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ کی تصدیق ہو گئی آسمانی بادشاہت کا پتھر زمین پر ایسا گرا کہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں

کو پیش کر رکھ دیا اور جو شریعت آپ پر آسمان سے نازل وہ قیامت تک باقی رہے گی تفصیل کے لئے اظہار الحق ص۱۴۰ ج ۲ بزبان عربی اور ازالۃ الاوہام ص۵ بزبان فارسی ہر دو مصنفہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی قدس اللہ سرہ کو دیکھئے ہدایۃ الحیاری ص۹۷ مصنفہ حافظ ابن قیم کو بھی دیکھئے۔

عاتکہ بنت عبد المطلب کا خواب

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عاتکہ بنت عبد المطلب کا ایک خواب ذکر کریں جو سیرت کے تمام صحیح اور معتبر کتابوں میں مذکور ہے تاکہ ناظرین کو اس بشارت دانیالیہ کے سمجھنے میں مدد دے وہ خواب حسب ذیل ہے۔

ابوجہل کی سرکردگی میں قریش کا ایک ہزار کا قافلہ سات سو اونٹ اور سو سواروں اور دیگر سامان حرب کے ساتھ جنگ بدر کے لئے روانہ ہونے لگا تو قبل از روانگی عاتکہ بنت عبد المطلب نے یہ خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار مکہ میں آیا اور مقام ابطح میں اونٹ بٹھلا کر بآواز بلند یہ کہہ رہا ہے۔

الا انفروا یا آل غدر لمصارعکم فی ثلاث۔ — اے غدر یعنی خدا کے غدارو تم بہت جلد اپنی مقتل اور پچھڑنے کی جگہ کی طرف تین دن میں نکل جاؤ۔

اور پھر وہ شتر سوار مسجد الحرام میں گیا اور خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر بھی اسی طرح اعلان کیا اس کے بعد وہ سوار جبل ابوقبیس پر چڑھا اور وہی آواز دی اور پھر اوپر سے ایک پتھر اٹھا کر نیچے پھینکا وہ پتھر نیچے پہنچ کر چور چور ہو گیا اور مکہ کا کوئی گھرانہ ایسا نہ رہا کہ جس میں اس کا کوئی ٹکڑا جا کر نہ گرا ہو۔ عاتکہ نے یہ خواب حضرت عباس سے بیان کیا جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے انہوں نے یہ خواب اپنے مخصوص دوستوں سے

بیان کر دیا اور سمجھ گئے کہ قوم پر کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ رفتہ رفتہ اس خواب کی اطلاع ابو جہل کو بھی ہو گئی ابو جہل نے جب حضرت عباس کو مسجد حرام میں آتے دیکھا تو کہنے لگا اے ابو الفضل (حضرت عباس کی کنیت ہے) تمہارے مرد تو مدعی نبوت تھے ہی اب تمہاری عورتیں بھی نبوت کا دعوٰے کرنے لگیں حضرت عباس رضی نے کہا کیا بات ہے ابو جہل نے عاتکہ کے خواب کا ذکر کیا۔ خواب بیان ہی کیا جا رہا تھا کہ یکایک ضمضم غفاری ابو سفیان کا پیام لے کر اس شان سے مکہ میں پہنچا کہ پیراہن چاک ہے اور اونٹ کی ناک کٹی ہوئی ہے اور یہ آوازہ لگا رہا۔ اے گروہ قریش اپنے کاروان تجارت کی خبر لو۔ اور جلد از جلد ابو سفیان کے قافلہ کی مدد کو پہنچو یہ خبر سنتے ہی قریش پورے ساز و سامان کے ساتھ مکہ سے نکل کھڑے ہوتے اور بدر کے میدان میں پہنچ کر اس خواب کی تعبیر بحالت بیداری اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔

اور اس واقعہ پر بھی غور کرو کہ جو احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ غزوۂ خندق میں۔ خندق کھودتے وقت جب ایک پتھر نکل آیا تو اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ کدال ماری جس سے وہ پتھر ٹوٹ گیا اور اس سے روشنی نمودار ہوئی اور اس میں شام اور فارس اور یمن کے شہر نظر آتے اشارہ اس طرف تھا کہ یہ تمام ممالک اسلام کے مفتوح ہوں گے۔

بشارت نوزدہم

از انجیل متی باب سوم آیت اوّل

ان دنوں میں یوحنا یہودیہ کے بیابان میں ظاہر ہو کے منادی کرنے اور یہ کہنے لگا کہ توبہ کرو آسمان کی بادشاہت نزدیک آ گئی ہے۔ انتہیٰ۔

اور اسی انجیل کے باب چہارم کے سترھویں آیت میں ہے۔ "اسی وقت سے یسوع

نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔ انتہیٰ۔

آسمانی بادشاہت سے یہ مراد ہے کہ کوئی کتاب آسمان سے نازل کی گئی اور اس میں ہر طرح کے احکام مذکور ہوں گے۔ اور نہایت شوکت اور حاکمانہ طور سے اس کی نشر و اشاعت کی جائے گی خدا کے سرکشوں اور نافرمانوں پر تعزیری احکام نافذ ہوں گے۔ غرض یہ کہ نہ تو فقط دنیوی بادشاہت ہو جیسا کہ سلاطین دنیا کو حاصل ہوتی ہے اور نہ یہ ہو کہ فقط احکام خداوندی کی اشاعت نہایت مسکنت سے مقہور اور مغلوب ہو کر بلا کسی شوکت اور حکومت کے کی جاتے۔ بلکہ احکام آسمانی بھی ہوں اور اس کے ساتھ شوکت اور حکومت زمینی بھی ہو۔ احکام خداوندی سے سرتابی کرنے والوں کو سزا بھی دی جاتی ہو۔ حکومت الٰہی کے باغیوں سے جہاد بھی کیا جاتا ہو اور یہ دونوں باتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کے عہد میں کما حقہ ظہور میں آئیں۔

احکام خداوندی اور شریعت آسمانی بھی نازل کی گئی اور نہایت شوکت اور قوت سے اس کو نافذ کیا گیا۔ قیصر و کسریٰ کے تخت کو الٹ کر رکھ دیا۔ خدا کے دشمنوں سے جہاد بھی کیا چور اور رہزنوں پر حد بھی قائم کی۔ زناکاروں کو رجم اور سنگسار کیا۔ شراب خواروں کے کوڑے لگوائے۔ آنکھ کھول کر دیکھئے کہ آسمانی بادشاہت اس کو کہتے ہیں اور خدارا یہ بھی آسمانی بادشاہت نہیں تو وہ بادشاہت تم بتلاؤ کہ جس کو آسمانی کہا جاسکے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَہِیْدٌ۔

بشارت بستم

از انجیل متی باب ۲۱، آیت ۴۲

یسوع نے انہیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راج گیروں

نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔

یہ خدا کی طرف سے ہوا اور ہماری نظروں میں عجیب۔ اس لیئے میں تمہیں کہتا ہوں کیا خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور ایک قوم کو جو اس کے میوہ لاوے دی جائے گی جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائے گا۔ پر جس پر وہ گرے اسے پیس ڈالے گا۔ انتہیٰ۔ راج گیر اور معماروں سے بنی اسرائیل مراد ہیں اور کونے کے پتھر سے ہمارے نبی اکرم خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آپ بنی اسرائیل کی نظر میں ایک ناپسند پتھر کے مشابہ تھے۔ بنی اسرائیل نے ہر چند آپ کو رد کرنا چاہا مگر آپ تائید الٰہی سے کونے کا سرا یعنی خاتم النبیین ہو کر رہے۔ اور پتھر کے سر زاویہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جو کونا عمارت کی بلندی کی طرف خالی تھا وہ اس سے بھر جائے گا اسی طرح قصر نبوت میں جو زاویہ خالی تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پر ہو گیا اس طرح قصر نبوت کی عمارت پوری ہو گئی۔

کما روی ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔ رواہ البخاری فی کتاب الانبیاء و فی روایۃ انا سددت موضع اللبنۃ وختم بی النبیان وختم بی الرسل۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور انبیاء سابقین کی ایسی مثال ہے کہ کسی نے ایک محل نہایت عمدہ تیار کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس محل کا چکر لگاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کیوں چھوڑ دی گئی میں ہی خاتم النبیین ہوں۔ یعنی میں نے ہی اس اینٹ کی جگہ کو پر کیا ہے اور میرے ہی سے یہ تعمیر ختم ہوئی اور مجھ ہی پر انبیاء و رسل کا سلسلہ ختم ہوا۔

پھر آپ پر جو گرا وہ بھی چور چور ہوا اور جس پر آپ گرے وہ چور اچورا ہوا۔ چنانچہ جنگ بدر میں قریش آپ پر گرے اور وہ خدا کے فضل سے چور چور ہوئے اور فتح مکہ کے وقت

آپ ان پر گرے تب بھی وہی چور چور ہوئے۔ اور آپ کے بعد صحابہ کرام ایران، شام وروم وغیرہ وغیرہ پر گرے اور سب کو چور کیا اور پھل اور میوہ لانے والی قوم بنی اسمٰعیل ہیں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے پھل لائی اور حکومت اور سلطنت کے مالک ہوئے اور یہ آسمانی بادشاہت ان کے حصہ میں آئی۔

لہٰذا اس بشارت کا مصداق بجز خاتم النبیین سید الاولین والآخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ رہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سو وہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے تھے، بنی اسرائیل میں بہت محترم تھے وہ ناپسند پتھر کے کیسے مشابہ ہو سکتے ہیں دوم یہ کہ وہ خاتم النبیین نہیں جیسا کہ ماسبق میں معلوم ہو چکا ہے کہ اہل کتاب علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کے ایک اور نبی کے منتظر تھے، نیز ماسبق میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ جب یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو یہودیوں نے ان سے دریافت کیا الخ۔

سوم یہ کہ حضرت مسیح خود تو کبھی کسی پر نہ گرے اور یہود جب ان پر گرے تو بقول نصاریٰ حضرت مسیح چور چور ہوئے۔ واللہ اعلم۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی یہ نہیں فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے آسمان پر چلے جانے کے بعد کوئی سچا نبی نہیں آئے گا۔

بشارت بست ویکم

از انجیل یوحنا باب چہاردہم آیت ۱۵

۱۵۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے ۱۶۔ اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ ۲۶ وہ تسلی دینے والا جو روح القدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں سکھائے گا ۔۔۔ الخ جو کچھ کہ میں نے تمہیں کہی ہیں تمہیں یاد دلائے گا۔

۲۹ - اور اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے سے پیشتر کہا تاکہ جب وہ وقوع میں آئے تو تم ایمان لاؤ۔ ۳۰ - بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔

اور باب ۱۵ - آیت ۲۶ میں ہے۔

جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کی روح تو وہ میری گواہی دے گا۔ انتہیٰ۔

اور باب ۱۶ - آیت ۷ میں ہے۔

(۷) میں تم سے سچ کہتا ہوں تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیجدوں گا

(۸) اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت سے قصوروار ٹھہرائے گا۔

(۹) گناہ کے بارہ میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔

(۱۰) راست بازی کے بارہ میں اس لئے کہ میں اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھوگے۔

(۱۱) عدالت کے بارہ میں اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔

(۱۲) میری اور بھی بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں اب کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔

(۱۳) لیکن جب وہ روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

(۱۴) وہ میری بزرگی اور جلال کو ظاہر کرے گا۔ انتہیٰ۔

اور انجیل متی باب ۳ آیت ۱۱ میں ہے۔ میں توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے۔ مجھ سے زور آور ہے کہ میں اس کے جوتے اٹھانے کے لائق نہیں۔ انتہیٰ۔

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے کہ جو آپ نے رفع الی السماء سے پہلے حواریین کی تسلی کے لئے فرمایا کہ تم یہود بے بہبود کی سازشوں اور قتل کے تدبیروں سے ہرگز نہ گھبراؤ اور میری تکلیف سے رنجیدہ اور غمگین نہ ہو میں عنقریب اس دنیا سے نکل کر ایسی جگہ پر چلا جاؤں گا کہ جہاں کسی کی رسائی نہیں ہوگی یعنی آسمان پر چلا جاؤں گا۔ خدا کے یہاں بہت مکان ہیں اور قیامت کے قریب پھر آسمان سے نازل ہوگا اور بعد ازاں ایک آنے والی فارقلیط کی بشارت دی کہ ایک زمانہ آئے گا کہ میرے علاوہ ایک دوسرا فارقلیط (رسول) ظاہر ہوگا اور وہ آکر میری بزرگی بیان کرے گا اور میرے نہ ماننے والوں یعنی یہود بے بہبود کو خوب سزا دے گا اور وہ دین و دنیا کا سردار ہوگا اور وہ اس قدر بلند مرتبہ ہوگا کہ مجھ میں اس کی کوئی بات نہیں حق جل شانہ نے قرآن کریم میں اس بشارت کا ذکر فرمایا ہے کما قال تعالیٰ۔

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۔	اس وقت کو یاد کرو کہ جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں ایک عظیم الشان رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اسکا نام احمد ہوگا۔

اصل بشارت میں لفظ احمد موجود تھا اور جیسا کہ انجیل برنباس میں اب بھی موجود ہے لیکن جب انجیل کا عبرانی زبان سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو یونانیوں نے اپنی عادت کی بنا پر کہ وہ ترجمہ کرتے وقت ناموں کا بھی ترجمہ کر دیا کرتے تھے آں حضرت کے نام مبارک (احمد) کا ترجمہ بھی پیرکلوطوس سے کر دیا اور پھر جب یونانی نسخہ کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا تو پیرکلوطوس کا معرب فارقلیط کر لیا گیا ایک عرصہ تک اردو اور فارسی اور عربی نسخوں میں فارقلیط کا لفظ رہا اس کے بعد اس کا ترجمہ روح القدس سے کیا گیا اور مسیحیین روح القدس کے لفظ کو بطور تفسیر خطوط وحدانی میں لکھتے رہے رفتہ رفتہ فارقلیط کے لفظ کو بالکل حذف

کر دیا پھر کسی نے فارقلیط کی جگہ روح القدس کا لفظ اور کسی نے روح حق کا لفظ اور کسی نے مددگار اور تسلی دینے والے کا لفظ رکھ دیا اور فارقلیط کے لفظ کو انجیل کے نسخوں سے بالکل حذف کر دیا۔

لفظ فارقلیط کی تحقیق

لفظ فارقلیط اصل میں یونانی زبان سے معرب کیا گیا ہے اور یہ لفظ یونانی زبان میں کئی معنی میں مشترک ہے اور وہ سب معنی احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتے ہیں علماء نصاریٰ نے فارقلیط کے مختلف معنی بیان کئے ہیں۔

۱۔ کسی نے کہا کہ فارقلیط کے معنی تسلی دینے والے کے ہیں جس کا عربی ترجمہ مُعَزّی ہے

۲۔ کسی نے کہا کہ اس کے معنی معین اور مددگار کے ہیں۔

۳۔ کسی نے کہا کہ اس کے معنی شافع یعنی شفاعت کرنے والے کے ہیں۔

۴۔ کسی نے کہا کہ اس کے معنی وکیل یعنی وکالت کرنے والے کے ہیں

۵۔ کسی نے کہا کہ اس کے معنی بڑا سراہنے والا۔ جس کا فارسی ترجمہ ستائندہ اور عربی ترجمہ حماد اور احمد بصیغہ اسم تفضیل بمعنی فاعل ہے۔

۶۔ اور کسی نے کہا کہ اس کے معنی بڑا سراہا گیا یعنی بڑا ستودہ کے ہیں جس کا عربی ترجمہ محمد ہے اور احمد اسم تفضیل بمعنی مفعول ہے۔ کیونکہ لفظ احمد صیغہ اسم تفضیل کا ہے جو کبھی بمعنی فاعل آتا ہے اور کبھی بمعنی مفعول پس اگر احمد اسم تفضیل بمعنی فاعل ہو تو اس کا ترجمہ یہ ہو گا بڑی حمد وثناء کرنا یعنی خدا تعالیٰ کا بڑا سراہنے والا اور اگر احمد اسم تفضیل بمعنی مفعول ہو تو اس کا ترجمہ یہ ہو گا بڑا ستودہ یعنی جو خدا اور بندوں میں بڑا ہی ستودہ ہے۔

۷۔ اور بعضوں نے فارقلیط کا ترجمہ امید گاہ عوام سے کیا ہے۔

۸۔ اور بعض نسخوں میں رسول کا لفظ ہے۔

۹ ۔ اور بعض نے کہا کہ اس کے معنی روح حق کے ہیں۔

۱۰ ۔ اور کسی نے کہا کہ اس کے معنی ثقہ اور معتبر کے ہیں۔

پس اگر فارقلیط کی اصل یونانی زبان میں پاراکلیطوس قرار دی جائے تو اس کے معنی معین اور مددگار اور وکیل کے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کی اصل پیریکلوطوس ہے تو اس کے معنی محمد یا احمد یا حماد کے قریب قریب ہیں۔

انجیل کے تمام قدیم نسخوں میں عربی اور فارسی اور اردو تمام نسخوں میں فارقلیط کا لفظ موجود تھا مگر اب موجودہ نسخوں میں لفظ فارقلیط کے بجائے زیادہ تر مددگار اور روح حق کا لفظ پایا جاتا ہے مگر باوجود ان تحریفات اور تغییرات و تبدلات کے پھر بھی مدعا حاصل ہے اس لئے کہ اس بشارت میں فارقلیط کے جو اوصاف ذکر کئے گئے ہیں وہ تمام کے تمام محمد مصطفیٰ اور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر علی وجہ الکمال والتمام صادق اور منطبق ہیں اور فارقلیط کے جو معنی بھی لئے جائیں وہ سب آپ پر صادق ہیں آپ خدا تعالیٰ کے وکیل اور سفیر بھی ہیں اور روح حق اور روح صدق اور روح راستی بھی ہیں یعنی روح خبیث نہیں جو جھوٹ بولے اور امت کے شافع بھی ہیں اور بشیر و نذیر بھی ہیں اور خدا کے ستودہ اور پسندیدہ بندہ بھی ہیں اور سب سے زیادہ خدا کی حمد و ثناء کرنے والے بھی ہیں بلکہ یہ تمام آپ کے اسماء ہیں یعنی آپ کے نام ہیں کوئی ان میں سے اسم صفت ہے جیسے وکیل اور شافع اور معین و مددگار اور روح الحق اور کوئی اسم علم ہے جیسے احمد اور محمد اور محمود اور حماد اور آپ کے ناموں میں ایک نام آپ کا حمد بھی ہے حمد اگرچہ مصدر ہے بمعنی ستودن مگر مبالغۃً آپ پر اطلاق کر دیا گیا گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کی مجسم حمد و ثنا ہیں۔

فارقلیط کا سب سے زیادہ صحیح ترجمہ لفظ احمد ہے اور اسی وجہ سے قرآن کریم میں اس بشارت کا ذکر بلفظ احمد آیا ہے کما قال تعالیٰ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔

یہ آیت قرآن مجید کی ہے اور قرآن مجید جس ملک میں نازل ہوا اس وقت اس ملک میں بے شمار علماء یہود اور علماء نصاریٰ موجود تھے اگر یہ بشارت اور یہ خبر غلط ہوتی تو ہزارہا علماء یہود و نصاریٰ اس غلطی کو فاش کرتے اور برملا اس خبر کی تردید کرتے اور جو علماء یہود اور نصاریٰ اسلام میں داخل ہو گئے تھے وہ اس غلط بیانی کو دیکھ کر فوراً اسلام سے برگشتہ ہو جاتے اور بغیر شور و غل مچائے خاموش نہ بیٹھتے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پیشین گوئی کو علی الاعلان ظاہر فرمانا اور بیان کرنا اور علماء نصاریٰ کا خاموش رہنا یہ ان کے اعتراف اور تسلیم کی روشن دلیل ہے اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگر یہ بات سچی تھی تو اس وقت کے تمام علماء یہود و نصاریٰ کیوں مسلمان نہ ہو گئے۔

جواب

یہ کہ علماء نصاریٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کی پیشین گوئیاں توریت میں موجود ہیں مگر باوجود ان پیشین گوئیوں کے اور باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے مشاہدہ کر لینے کے پھر بھی علماء یہود حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائے بلکہ ان کے دشمن ہو گئے اور بوجہ سنگدلی اور بوجہ دنیاوی اغراض یا بوجہ حسد کے حضرت مسیح کی دعوت کو قبول نہیں کیا بلکہ صاف طور پر علماء یہود یہ کہتے ہیں کہ توریت میں حضرت مسیح کی کوئی بشارت نہیں اور نہ ان کا کوئی ذکر ہے اسی طرح بہت سے علماء نصاریٰ نے بوجہ سنگدلی اور بوجہ دنیاوی اغراض آپ کا پیرو ہونا قبول نہ کیا۔ حالانکہ ان کو یقین تھا کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی مسیح بن مریم نے بشارت دی ہے جیسے ہرقل اور مقوقس نے صاف طور پر اس کا اقرار کیا کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی انجیل میں بشارت دی گئی مگر اپنی سلطنت کی خاطر اسلام میں داخل نہیں ہوئے اور علماء نصاریٰ میں جو منصف اور حق پرست تھے جیسے نجاشی شاہ حبشہ اور ضغاطر رومی اور ابن الناطور وغیرہم یہ لوگ ایمان لائے اور

بہت سے علماء نصاریٰ نے دیدہ و دانستہ علماء یہود کی طرح صاف طور پر یہ کہدیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توریت و انجیل میں کوئی بشارت نہیں۔ علماء نصاریٰ کی یہ تکذیب ایسی ہے جیسا کہ علماء یہود اور دیگر یہود حضرت مسیح کی بشارتوں کے منکر اور مکذب ہیں علماء نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ اس بشارت میں فارقلیط کی آمد سے روح القدس کا حواریین پر نازل ہونا مراد ہے چنانچہ حضرت عیسیٰ کے رفع الی السماء کے بعد جب حواریین ایک مکان میں جمع تھے تو وہ روح ان پر نازل ہوئی اور اس روح کے نزول سے حواریین تھوڑی دیر کے لئے مختلف زبانیں بولنے لگے۔

نصاریٰ کا یہ خیال سراسر خیال خام ہے یہ بشارت کسی مقدس اور برگزیدہ انسان کے حق میں ہے جو خدا کی طرف سے الہام پائے گا اور خدا کی طرف سے اس کو جو القاء ہو گا وہی کہے گا اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا اس بشارت کو روح القدس یعنی جبرائیل امین کے نزول سے کوئی واسطہ نہیں اور کسی فرشتہ سے اس بشارت کا کوئی تعلق نہیں۔ فارقلیط کی آمد سے ایک رسول عظیم کی بعثت مراد ہے جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرے گا۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب حقانی صاحب تفسیر حقانی عقائد الاسلام ص۱۶۵ میں لکھتے ہیں۔

ایک پادری صاحب ایک رسالہ میں جو لفظ فارقلیط کی تحقیق میں انہوں نے لکھا ہے اور ۱۲۶۸ھ میں کلکتہ میں چھپا تھا لکھتے ہیں کہ یہ لفظ فارقلیط یونانی زبان سے معرب کیا گیا ہے پس اگر اس کی یونانی میں پاراکلی طوس اصل قرار دی جاتے تو اس کے معنی معین اور وکیل کے ہیں اور اگر کہیں اصل پیر کلوطوس ہے تو اس کے معنی محمد یا احمد کے قریب ہیں پس جب عالم اہل اسلام نے اس بشارت سے استدلال کیا تو وہ اصل پیر کلوطوس سمجھا کیونکہ اس کے معنی محمد یا احمد کے قریب ہیں پس اس نے دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے محمد یا احمد کی خبر دی لیکن اصل پاراکلی طوس ہے فقط

ہم کہتے ہیں کہ اصل پیر کلوطوس ہے یونانی خط میں بہت تشابہ ہے اس کو پارا کلی طوس غلطی سے پڑھ لیا۔ انتہی کلامہ۔

اور دیکھو اظہار الحق صفحہ ۱۵۵ ج ۲ مصنفہ فاضل محقق مولانا محمد رحمۃ اللہ کیرانوی قدس اللہ سرہ یہ مضمون اظہار الحق ہی کی عبارت کا ترجمہ ہے جو عربی میں ہے۔

اور یونانی زبان میں پیر کلوطوس ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ سینٹ جیردم نے جب انجیل کا ترجمہ لاطینی زبان میں لکھنا شروع کیا تو پیر کلوطوس لکھ دیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کتاب سے نقل کیا تھا پیر کلوطوس تھا۔ تفسیر حقانی صفحہ ۱۰۹ تفسیر سورۃ الصف۔

اور اگر ہم اس تحقیق سے قطع نظر بھی کر لیں تو تب بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کیونکہ اس بشارت میں اس آنے والے فارقلیط کے بہت سے اوصاف بیان کئے ہیں جو بہ تمام وکمال سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ و احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق اور منطبق ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ جب تک میں نہ جاؤں گا وہ نہ آئے گا۔

دوئم۔ یہ کہ وہ میری گواہی دے گا۔

سوئم۔ یہ کہ وہ گناہ اور راستی اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائے گا۔

چہارم۔ یہ کہ مجھ پر نہ ایمان لانے والوں کو سزا دے گا۔

پنجم۔ وہ سچائی کی راہ بتلا دے گا۔

ششم۔ یہ کہ وہ آئندہ کی خبریں دے گا۔

ہفتم۔ یہ کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ جو اللہ سے سنے گا وہی کہے گا۔

ہشتم۔ یہ کہ وہ جہان کا سردار ہو گا۔

نہم۔ یہ کہ وہ میری تمام باتیں تم کو یاد دلائے گا۔

دہم۔ یہ کہ جو امور تم اس وقت برداشت نہیں کر سکتے وہ نبی اسوقت آکر تم کو بتلائے گا اور جو باتیں غیر مکمل ہیں ان کی تکمیل کرے گا اور یہ تمام باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

پر صادق آتی ہیں۔

(۱) آپؐ کا تشریف لانا حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانے پر اس لئے موقوف تھا کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے کہ کسی نبی کا آنا پہلے نبی کے جانے پر جب ہی موقوف ہو سکتا ہے جب دوسرا نبی خاتم الانبیاء ہو ورنہ اگر وہ نبی خاتم الانبیاء نہیں تو اس کے آنے سے پہلے نبی کا جانا شرط ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اس لئے کہ جب وہ نبی خاتم الانبیاء نہیں تو پہلے نبی کی موجودگی میں بھی وہ مبعوث ہو سکتا ہے۔

پہلے نبی کا جانا دوسرے کے آنے کیلئے جب ہی شرط ہو سکتا ہے کہ جب دوسرا نبی خاتم الانبیاء ہو۔ الحاصل حضرت مسیحؑ نے اس جملہ سے یہ ظاہر فرما دیا کہ وہ فارقلیط اور روح حق خاتم الانبیاء ہوگا۔ کما قال تعالیٰ۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور آخر النبیین ہیں۔

اور حضرت مسیح خاتم النبیین نہ تھے ورنہ علماء نصاریٰ و یہود حضرت مسیحؑ کے بعد ایک نبی کے کس لئے منتظر تھے اور روح کا آنا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے جانے پر موقوف نہ تھا روح کا نزول تو حضرت عیسٰیؑ کی موجودگی میں بھی ہوتا تھا۔

(۲) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی گواہی بھی دی۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔

اور انہوں نے نہ ان کو (عیسٰی علیہ السلام کو) قتل کیا اور نہ سولی دی لیکن اشتباہ میں ڈال دیئے گئے اور جن لوگوں نے عیسٰی علیہ السلام کے بارہ میں اختلاف کیا وہ یقیناً شک میں ہیں خود ان کو اس کا یقین نہیں محض گمان کی پیروی ہے یقیناً حضرت عیسٰی علیہ السلام کو قتل نہیں کیا

بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ وہی غالب اور حکیم ہے۔

(۳) اور راستی اور عدالت سے ملزم بھی کیا۔

(۴) اور حضرت مسیح کے نہ ماننے والوں کو پوری پوری سزا بھی دی کسی سے قتال اور جہاد کیا اور کسی کو جلا وطن کیا جیسا کہ یہود خیبر اور یہود بنو نضیر اور یہود بنو قینقاع کے واقعات سے ظاہر ہے اور روح نے نہ کسی کو ملزم ٹھہرایا اور نہ کسی کی سرزنش کی اور سرزنش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فارقلیط ظاہر ہونے کے بعد حکومت کے ساتھ لوگوں کو توبیخ اور سرزنش کرے گا اور ظاہر ہے کہ روح القدس کا ظاہر ہو کر عام لوگوں پر حکومت کرنا کہیں ثابت نہیں اور نہ حواریین کا یہ منصب تھا۔ حواریین نے حکومت کے طور پر کسی کی توبیخ نہیں کی بلکہ واعظانہ طور پر لوگوں کو سمجھاتے تھے جس میں حکومت کا زور نہ تھا غرض یہ کہ کسی طرح بھی روح القدس کو فارقلیط کا مصداق نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اور آیت دہم میں سرزنش کی یہ وجہ بیان فرمانا اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس فارقلیط اور مددگار اور وکیل و شفیع کا ظہور منکرین عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے ہوگا بخلاف روح کے کہ اس کا ظہور تو آپ کے نزدیک حواریین پر ہوا کہ جو منکرین عیسیٰ علیہ السلام نہ تھے۔ اور نہ حواریین نے کسی کو سزا دی وہ خود ہی مسکین اور عاجز تھے کسی منکر کو کیسے سزا دے سکتے تھے۔

(۵) اور آنحضرت نے صدق اور راستی کی وہ راہیں بتائیں کہ جو نہ کسی نے دیکھی اور نہ سنی آپ کی شریعت غراء اور ملت بیضاء اس کی شاہد ہے۔

(۶) اور آئندہ واقعات کے متعلق آپ نے اتنی خبریں دیں کہ جن کا کوئی شمار نہیں اور ایسی صحیح خبریں دیں کہ جو ہو بہو ظاہر ہوئیں اور ان کا ایک حرف بھی خلاف واقعہ نہ نکلا اور تا قیامت اسی طرح ظاہر ہوتی رہے گی۔

(۷) اس لیے کہ آپ نے اپنی طرف سے کچھ نہیں فرمایا کما قال تعالیٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (۸) اور باایں ہمہ جہان کے سردار اور بادشاہ بھی ہوئے اور جہاں اور دنیا کی سرداری سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی نبوت تمام عالم کے لئے ہوگی کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہ ہوگی۔

(۹) اور نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی صحیح تعلیمات کو محو کر دیا تھا ان کو بھی یاد دلایا جن میں توحید و تثلیث کا مسئلہ بھی ہے اس کو خوب یاد دلایا۔ اور حضرت مسیح کے قتل و صلب کی نفی اور رفع الی السماء کا اثبات فرمایا۔

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۔ وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰىہُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۔	آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب ایک ایسے امر کی طرف آؤ کہ جو ہم میں اور تم میں مسلم ہے وہ یہ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں اور فرمایا حضرت مسیح ابن مریم نے اے بنی اسرائیل بندگی کرو صرف ایک اللہ کی جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے تحقیق جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کیا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ۔

(۱۰) آپ نے مبعوث ہونے کے بعد وہ باتیں بھی بتلائیں کہ جو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے تحمل سے باہر تھیں یعنی ذات و صفات، شریعت و طریقت، حشر و نشر، جنت و جہنم کے متعلق وہ علوم و معارف کے دریا بہائے کہ جن سے تمام عالم دنگ ہے اور کسی کتاب میں ان علوم کا نام و نشان نہیں اور جو امور غیر تکمیل شدہ تھے آپ کی شریعت کاملہ نے ان سب کی تکمیل بھی کر دی۔ کما قال تعالیٰ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ	آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا

أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔	اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کیا دین بناکر۔

اور قیامت تک کے لئے دنیا کو ایک ایسا کامل اور مکمل دستور (یعنی شریعت) دے گئے جو ان کے دین اور دنیا کی صلاح اور فلاح کا کفیل ہے اور اس کے حقائق اور دقائق اور اسرار و حکم کو دیکھ کر دنیا حیران ہے قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا حکم شریعت محمدیہ سے معلوم ہو سکتا ہے علماء یہود و نصاریٰ کے پاس کوئی شریعت ہی نہیں جس کو سامنے رکھ کر علماءٔ امت اور فقہاء ملت کی طرح فتویٰ دے سکیں اس وقت کے نصاریٰ کے پاس شریعت کا کوئی علم نہیں کہ جس کی رو سے وہ فتویٰ دے سکیں ہاں نصاریٰ کے پاس صنعت و حرفت اور کاریگری کے علوم و فنون ہیں حکمرانی اور جہانبانی اور عدل عمرانی کے متعلق ان کے پاس کوئی آسمانی قانون نہیں کہ جس کے رو سے وہ دنیا میں عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کر سکیں مغربی اقوام کے پاس جو دستور ہے وہ چند اہل فکر کے افکار اور خیالات کا نتیجہ ہے شریعت اسلامیہ کی طرح آسمان سے نازل شدہ کوئی قانون ان کے پاس نہیں۔

علماء مسیحیین اس بشارت کو روح القدس کے حق میں قرار دیتے ہیں جس کا نزول حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفع السماء کے ۷۲ یوم بعد حواریین پر ہوا۔ لیکن یہ قول چند وجوہ سے باطل ہے۔

(۱) اس لئے کہ روح کا نازل ہونا حضرت مسیح کے جانے پر موقوف نہ تھا بلکہ وہ تو ہر وقت حضرت مسیح کے ساتھ رہتی تھی۔

(۲) اور نہ روح نے کسی کو راستی اور عدالت سے ملزم ٹھہرایا اور نہ کسی یہودی کو حضرت مسیح پر نہ ایمان لانے کی وجہ سے کبھی سزا دی البتہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین اور کافرین سے جہاد بھی کیا اور یہودیوں کو کافی سزا بھی دی۔ اور ان کو ملزم ٹھہرایا اسلئے کہ اہل دنیا کو الزام دینا اور ان کی سرزنش کرنا بغیر حکومت کے ممکن نہیں معلوم ہوا کہ آنے

والا فارقلیط اور دوسرا مددگار دنیا کا حاکم اور بادشاہ ہوگا جو مجرموں کی سرزنش کرے گا اور چودھویں باب کے درس ۳۰ میں جو دنیا کے سردار آنے کا ذکر ہے اس سے یہی دنیا کا حاکم مراد ہے کہ جس کی حکومت اور توبیخ اور سرزنش کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۳) نیز حضرت مسیح ع کا اس پر ایمان لانے کی تاکید فرمانا۔ بالکل بے محل ہے اس لئے کہ حواریین پیشتر ہی سے روح القدس پر ایمان رکھتے تھے اس کے فرمانے کی کیا حاجت تھی کہ "جب وہ آئے تب تم ایمان لاؤ" حضرت مسیح ع کا اس قدر اہتمام فرمانا اور اس پر ایمان لانے کی وصیت کرنا خود اس کو بتلا رہا ہے کہ وہ آنے والی شے کچھ ایسی ہوگی جس کا انکار تم سے بعید نہ ہوگا۔

پس اگر فارقلیط سے روح مراد ہوتی تو اس کے لئے چنداں اہتمام اور تاکید کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ جس کے قلب پر روح کا نزول ہوگا اس سے روح کا انکار ہونا بالکل ناممکن ہے۔

روح القدس کا نزول بالبداہت مفید یقین ہے جس طرح روح القدس کے نزول سے بالبداہت پیغمبر کو اپنی نبوت کا یقین آجاتا ہے۔ پیش آنے والی چیز سے انسان کو ایسا یقین کامل ہو جاتا ہے کہ قوت خیالیہ بھی اس کو دفع نہیں کر سکتی انسان پر جب کوئی حالت طاری ہو تی ہے تو اس کا انکار ممکن نہیں ہوتا۔

(۴) نیز اس بشارت کا سیاق اس بات کو بتلا رہا ہے کہ وہ آنے والا فارقلیط حضرت عیسیٰ سے مغایر ہے جیسا کہ سولھویں آیت کا یہ لفظ دوسرا مددگار بخشے گا۔ صاف مغایرت پر دلالت کرتا ہے کہ وہ علیحدہ صورت میں ظاہر اور نمودار ہوگا۔

پس اگر فارقلیط سے روح القدس مراد لی جاتے تو وہ حضرت عیسیٰ ع کے کسی طرح مغائر نہیں کیونکہ نصاریٰ کے نزدیک ابن اور روح القدس میں حقیقی اتحاد ہے۔ اور روح القدس جو حواریین پر ظاہر ہوئی وہ کسی علیحدہ صورت میں ظاہر نہیں ہوئی جس طرح کسی شخص پر

جن پر مسلط ہو جاتا ہے سو جن کی باتیں وہی ہوتی ہیں جو اس شخص کے منہ سے نکلتی ہیں علیحدہ صورت میں اس کا ظہور نہیں ہوتا۔

(۵) نیز اس بشارت میں یہ بھی مذکور ہے کہ "جو کچھ میں نے تمہیں کہا، یاد دلائے گا" حالانکہ کسی کتاب سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات فراموش کر چکے تھے روح القدس نے ان کو علیحدہ صورت میں ظاہر ہو کر یاد دلائے ہوں۔

(۶) نیز اس بشارت میں یہ بھی مذکور ہے کہ "وہ میرے لئے گواہی دے گا" سو یہ وصف صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آسکتا ہے کہ آپؐ ہی نے آکر مشرکین اور یہود کے سامنے حضرت مسیح علیہ السلام کی گواہی دی اور ان لوگوں کے سامنے کہ جو حضرت مسیحؑ سے منکر یا بے خبر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے حضرت مسیح علیہ السلام کی رسالت کا اعلان کیا۔

بخلاف روح القدس کے وہ حضرت عیسیٰ عؑ کے حوارئین پر نازل ہوئی اور حوارئین پہلے ہی سے حضرت مسیح علیہ السلام کو رسول جانتے تھے۔ ان کے سامنے گواہی دینے کی کوئی حاجت نہ تھی۔

گواہی کی ضرورت تو منکرین کے سامنے تھی نہ کہ مؤمنین کے سامنے بخلاف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپؐ نے یہود کے سامنے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منکر اور دشمن تھے علی الاعلان حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی گواہی دی۔ اور ان کے دعوائے قتل و صلب کی تردید کی اور رفع الی السماء کو ثابت کیا۔

(۷) نیز حضرت مسیح عؑ اس فارقلیط کی نسبت یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں" سو یہ جملہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق آسکتا ہے کہ مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔ روح القدس اور مسیح تو ایک ہی چیز ہیں۔

(۸) نیز یہ بھی قابل غور ہے کہ اس روح نے کون سی آئندہ کی خبریں بتلائیں کہ جس سے اس

روح کو اس بشارت کا مصداق کہا جائے۔

(۹) نیز اس بشارت کا تمام سیاق وسباق دلالت کرتا ہے کہ آنے والا دوسرا فارقلیط اور دوسرا امدادگار لباس بشری اور پیکر انسانی میں ظہور کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح لباس بشری میں دعوت حق اور لوگوں کی تسلی کے لئے آوے گا پس فارقلیط کا مصداق اس روح کو سمجھنا کہ جو آدمیوں پر جن کی طرح نازل ہو اور ان میں حلول کرے بالکل غلط ہے

(۱۰) نیز حضرت عیسیٰ کے رفع الی السماء کے بعد سے عامۂ نصاریٰ فارقلیط کے منتظر رہے اور یہ سمجھتے تھے کہ کوئی عظیم الشان نبی مبعوث ہو گا۔ چنانچہ منتس عیسائی نے دوسری صدی عیسوی میں یہ دعوے کیا کہ میں وہی فارقلیط ہوں کہ جس کی حضرت مسیح ؑ نے خبر دی ہے۔ بہت سے لوگ اس پر ایمان لے آئے جس کا مفصل تذکرہ ولیم میور مسیحی نے اپنی تاریخ کے تیسرے باب میں لکھا ہے۔ اور یہ کتاب ۱۸۴۸ء میں طبع ہوئی۔ معلوم ہوا کہ علماء یہود اور نصاریٰ یہی سمجھتے تھے کہ فارقلیط سے کوئی انسان مراد ہے نہ کہ روح القدس۔

اور لب التواریخ کا مصنف جو کہ ایک مسیحی عالم ہے لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل یہود ونصاریٰ ایک نبی کے منتظر تھے۔ اور اسی وجہ سے شاہ حبشہ جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا حال سن کر ایمان لایا اور کہا کہ بلاشک یہی وہ نبی ہیں کہ جن کی حضرت مسیح ؑ نے انجیل میں خبر دی ہے حالانکہ نجاشی انجیل کا عالم ہونے کے علاوہ بادشاہ بھی تھا۔ کسی قسم کا اس کو خوف وخطر بھی نہ تھا۔

اور مقوقس شاہ قبط نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والانامہ کے جواب میں یہ لکھا

سلام علیک اما بعد فقد قرأت کتابک وفہمت ما ذکرت فیہ وما تدعوا الیہ وقد علمت ان نبیاً قد بقی وقد کنت اظن انہ یخرج	سلام ہو آپ پر۔ اما بعد میں نے آپ کے والا نامہ کو پڑھا۔ اور جو کچھ آپ نے اس میں ذکر فرمایا ہے اور جس کی طرف دعوت دی ہے اس کو سمجھا۔ مجھ کو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ

بالشام وقد اکرمت رسولک۔ اب صرف ایک نبی باقی رہ گیا ہے میرا گمان یہ تھا کہ وہ نبی شام میں ظاہر ہوگا۔ اور میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا۔

مقوقس اگرچہ اسلام نہ لایا مگر اتنا اقرار ضرور کیا کہ ایک نبی کا آنا باقی رہ گیا ہے۔

اور جارود بن علاء جو اپنی قوم میں بہت بڑے عالم تھے جب اپنی قوم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے تو یہ کہا۔

واللہ لقد جئت بالحق ونطقت بالصدق لقد وجدت وصفک والانجیل وبشر بک ابن البتول فطول التحیۃ لک والشکر لمن اکرمک لا اثر بعد عین ولا شک بعد یقین مد یدک اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و انک محمد رسول اللہ۔

خدا کی قسم آپ حق لے کر آئے ہیں اور آپ نے سچ فرمایا البتہ تحقیق میں نے آپ کی صفت انجیل میں پائی ہے اور مسیح بن مریم نے آپ کی بشارت دی ہے۔ آپ کے لئے طویل و عریض تحیہ تکریم پیش کرتا ہوں۔ اور شکر ہے اس کے لئے جو آپ کا اکرام کرے ذات کے بعد نشان کی اور یقین کے بعد شک کی ضرورت نہیں۔ اپنا دست مبارک بڑھائیے میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً آپ محمد رسول اللہ ہیں۔

اور علی ہذا ہرقل شاہ روم اور دوسرے ذی شوکت علماء توراۃ وانجیل نے آپ کی نبوت ورسالت کا اقرار کیا پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور آپ کا نام انجیل میں لکھا ہوا تھا جس کو دیکھ کر لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی آمد سے پہلے وہ آپ کے منتظر تھے جن کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی اور کسی دنیوی طمع نے ان کو نہ گھیرا وہ اس دولت سے متمتع ہوئے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ۔

(۱۱) اور سولھویں آیت کا یہ جملہ "اور کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا" اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فارقلیط خود بذاتہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا اس لئے کہ فارقلیط یعنی روح جس کے نصاریٰ قائل ہیں وہ بھی ہمیشہ ان کے ساتھ نہ رہا۔

بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کی شریعت اور دین ابد تک رہے گا اور اس کے بعد کوئی دین نہ آئے گا جو اس کے لئے ناسخ ہو۔

(۱۲) اور باب چہاردہم کی سترھویں آیت کا یہ جملہ یعنی سچائی کی روح جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے اور نہ جانتی ہے۔ الخ۔

اس کا یہ مطلب ہے کہ دنیا اس کے مرتبہ کو نہیں جانتی۔ وہ تمام کائنات میں سب سے بہتر اور برتر ہو گا۔

نصاریٰ کے چند شبہات و اوہام اور ان کا ازالہ

شبہ اوّل روح الحق اور روح القدس سے اقنوم ثالث مراد ہے۔ لہٰذا روح القدس اور روح الحق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

جواب: عہد قدیم اور عہد جدید میں روح کا لفظ اقنوم ثالث کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ صالح اور طالح، ہادی اور مضل کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

چنانچہ یوحنا کے پہلے خط کے باب چہارم میں ہے:۔

(۱) اے عزیزو! ہر ایک روح کا یقین نہ کرو بلکہ روح کو آزماؤ کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں یا نہیں۔

(۲) خدا کی روح کو تم اس طرح پہچان سکتے ہو کہ جو کوئی روح اقرار کرے کہ یسوع مسیح مجسم

ہو کر آیا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے۔

(۳) اور جو کوئی روح یسوع کا اقرار نہ کرے وہ خدا کی طرف سے نہیں۔

اور آیت ششم میں ہے "اسی سے ہم حق کی روح اور گمراہی کی روح کو پہچان لیتے ہیں" اھ

اس مقام پر روح سے واعظ صادق اور واعظ مضل مراد ہے۔ اقنوم ثالث کسی کے

نزدیک مراد نہیں۔

شبہ ثانیہ اس بشارت میں خطاب حواریین کو ہے لہذا روح کا نزول و ظہور

حواریین کی موجودگی اور حیات میں ہونا چاہیئے۔ اور آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کا ظہور حواریین کے صدہا سال کے بعد ہوا۔

جواب۔ حواریین کو خطاب اس لئے کیا گیا کہ اس وقت وہی حاضر تھے باقی وہ مقصود

بالخطاب نہیں چنانچہ انجیل متی کے باب ۲۶ آیت ۶۴ میں ہے :-

"میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے" اھ

اب ان مخاطبین کو مرے ہوئے ۱۹ سو سال ہو گئے اور مخاطبین میں سے کسی نے بھی

حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان سے آتے نہیں دیکھا۔

پس جس طرح اس مقام پر مقصود بالخطاب وہ لوگ ہیں کہ جو نزول من السماء کے وقت

موجود ہوں گے۔

اسی طرح اس بشارت میں وہ لوگ مقصود بالخطاب ہیں کہ جو روح حق اور فارقلیط

کے ظہور کے وقت موجود ہوں گے۔

شبہ ثالثہ انجیل یوحنا کے باب چہاردہم آیت تیسویں میں جو سردار کا لفظ

آیا ہے اس پر بعض شدید التعصب نصاریٰ نے مضحکہ کرتے

ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ سردار سے اس جگہ شیطان مراد ہے۔

جواب:۔ سردار سے شیطان مراد لینا سراسر جہالت ہے اور محض تعصب اور حسد پر

بنتی ہے اس لئے کہ سردار عالم بول کر شیطان مراد لینا نہ کسی لغت سے ثابت ہے اور نہ کسی عرف سے اور سراسر سیاق وسباق کے بالکل خلاف ہے اس لئے کہ از اوّل تا آخر روح حق یعنی فارقلیط کا اور اس کے اوصاف کا تذکرہ ہے۔ جس وقت اس فارقلیط کا ظہور ہو اس وقت اس پر ایمان لانے کی تاکید اکید ہے۔ اور پھر اس کی علت بایں الفاظ ذکر فرمانا۔

"کیوں کہ دنیا کا سردار آتا ہے"

یہ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ سردار جہاں سے سید العالمین اور سردار انبیاء والمرسلین مراد ہوں۔ ورنہ معاذ اللہ اگر اس مقام پر سردار سے شیطان مراد ہو تو شیطان کا آنا امور متذکرہ بالا کی علت کیسے ہو سکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ دنیا کے سردار سے وہی فارقلیط اور روح حق مراد ہے کہ جس کے ہاتھوں سے گناہ اور جرم پر دنیا میں شاہانہ اور حاکمانہ سزائیں دی جائیں گی۔ اور انجیل یوحنا کے سولھویں باب ورس ۱۱ میں جو یہ آیا ہے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا یہ قطعاً غلط ہے اور بلاشبہ تحریف ہے جو سیاق وسباق کے بالکل خلاف ہے ایک طرف تو فارقلیط کی صفات فاضلہ کا بیان ہو اور ایک طرف اس سے شیطان مراد ہو یہ کیسے ممکن ہے اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ علماء نصاریٰ کے نزدیک کبھی اس سے روح القدس مراد ہو گیا یہ صریح نادانی اور وسوسۂ شیطانی نہیں دوم یہ کہ حضرت مسیح کا یہ فرمانا کہ وہ سردار جہان آنے والا ہے اس امر کی صریح دلیل ہے کہ وہ شخص ابھی تک دنیا میں نہیں آیا اور شیطان باتفاق یہود ونصاریٰ واہل اسلام ابتداء آفرینش افراد بشری سے دنیا میں موجود ہے اور لوگوں ہی مختلط ہے شیطان مردود لوگوں کے ساتھ ہے۔

وہ شیطان کہاں چلا گیا تھا کہ جن کی نسبت یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ اب آتا ہے۔ کیا وہ پہلے سے موجود نہ تھا؟

سوم یہ کہ سردار کا اطلاق انجیل متی کے باب دوم کی آیت ششم میں حضرت مسیح بن مریم

علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیا گیا۔

عبارت انجیل حسب ذیل ہے۔

"اے بیت لحم یہوداہ کے علاقے تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں کیونکہ ان میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری اُمت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا۔" اھ

اس عبارت میں سردار سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں جیسا کہ آیت ہفتم سے آیت دوازدہم تک پڑھنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے بلکہ کتب سماویہ میں سردار اور حاکم کا اطلاق حق تعالیٰ پر بھی آیا ہے معلوم ہوا کہ سردار سے شیطان مراد لینا بالکل غلط ہے۔

بشارت بست و دوم

از انجیل متی باب ۱۳، آیت ۳۱

"اس نے ایک اور تمثیل ان کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آسمان کی بادشاہت اس رائی کے دانہ کے مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بو دیا۔ ۳۲۔ وہ سب بیجوں سے چھوٹا تو ہے مگر جب بڑھ جاتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آکر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں۔" انتہیٰ۔

آسمانی بادشاہت سے شریعت اسلامیہ مراد ہے کہ جو ابتدا میں رائی کے دانے کے برابر تھی لیکن چند ہی روز میں اس قدر بڑھی کہ شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک پہنچ گئی اور قرآن کریم کی اس آیت شریفہ میں اسی بشارت کی طرف اشارہ ہے۔

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ

اور ان کی صفت انجیل میں ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنا پٹھا زمین سے نکالا پس اس کو قوی کیا تو وہ موٹا ہو گیا اور اپنی نال پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور اپنی روز افزوں ترقی سے کسانوں

کو خوش کرنے لگا۔ اللہ نے مسلمانوں کو ایسی ترقی اس لئے دی کہ کافروں کو اس وجہ سے غصہ میں لائے۔

اور عجب نہیں کہ اسی مناسبت سے کلمہ طیبہ کو شجرہ طیبہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو۔ کما قال تعالیٰ۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔

اے نبی کریم آپ نے کیا دیکھا نہیں کہ اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ کلمہ طیبہ مثل ایک پاکیزہ درخت کے ہے کہ جس کی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان میں ہیں۔ ہر وقت اپنے میوے اللہ کے حکم سے دیتا رہتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتے رہتے ہیں

کیا عجب ہے کہ نصیحت قبول کریں۔

بشارت بست وسوئم

از انجیل متی باب بستم آیت اوّل

آسمان کی بادشاہت اس گھر کے مالک کے مانند ہے جو سویرے نکلا تاکہ اپنے انگوری باغ میں مزدور لگائے ۲۔ اور اس نے مزدوروں سے ایک دینار روز ٹھہرا کر انہیں باغ میں بھیج دیا۔ پھر دن چڑھنے کے قریب نکل کر اس نے اوروں کو بازار میں بے کار کھڑے دیکھا اور ان سے کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ جو واجب ہے تمہیں دوں گا۔ پس وہ چلے گئے پھر اس نے دوپہر اور تیسرے پہر کے قریب نکل کر ویسا ہی کیا اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر نکل کر اوروں کو کھڑے پایا اور ان سے کہا تم کیوں یہاں تمام دن بے کار کھڑے رہے۔ انہوں نے اس سے کہا اس لئے کہ کسی نے ہم کو مزدوری پر نہیں لگایا اس نے ان

سے کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ۔ جب شام ہوئی تو باغ کے مالک نے اپنے کارندے
سے کہا کہ مزدوروں کو بلا اور پچھلوں سے لے کر پہلوں تک انہیں مزدوری دے۔ جب
وہ آئے جو گھنٹہ بھر دن رہے لگائے گئے تھے تو انہیں ایک دینار ملا تو گھر کے مالک سے
یہ کہہ کر شکایت کرنے لگے کہ ان پچھلوں نے ایک گھنٹہ کام کیا ہے اور تو نے انہیں ہمارے
برابر کر دیا جنہوں نے دن بھر کا بوجھ اٹھایا اور سخت دھوپ سہی۔ ان سے جواب دے
کر ان میں سے ایک سے کہا میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا۔ کیا تیرا مجھ سے
ایک دینار نہیں ٹھہرا تھا جو تیرا ہے اٹھالے چلا جا۔ میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتا
ہوں اس پچھلے کو بھی اتنا ہی دوں۔ کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال کو جو چاہوں سو
کروں یا تو اس لئے کہ میں نیک ہوں بری نظر سے دیکھتا ہے۔ اسی طرح آخر اول ہو
جائیں گے اور اول آخر۔ انتہیٰ۔

گھر کے مالک سے رب العزت مراد ہیں اور انگور کے باغ سے دین الٰہی مراد ہے اور
مزدوروں سے امتیں مراد ہیں۔ اور مزدوں کی وہ جماعت کہ جس نے سب سے آخر میں
ایک گھنٹہ کام کیا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے جو سب سے اخیر میں
تھی اور سب سے اول ہو گئی۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔

عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللّٰہ
عن ابیہ انہ اخبرہ انہ سمع رسول اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول انما بقاؤکم
فیما سلف قبلکم من الامم کما
بین صلوٰۃ العصر الی غروب الشمس
اوتی اہل التوراۃ التوراۃ فعملوا

ابن شہاب نے سالم سے اور سالم نے عبد اللہ
بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد
فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارا دنیا میں رہنا بمقابلہ
امم گذشتہ ایسا ہے جیسا نماز عصر سے غروب
شمس تک۔ توراۃ والوں کو توراۃ دی گئی

حتی اذا انتصف النهار عجزوا فاعطوا قیراطا قیراطا ثم اوتی اهل الانجیل الانجیل فعملوا الی صلوٰة العصر ثم عجزوا فاعطوا قیراطا قیراطا ثم اوتینا القرآن فعملنا الی غروب الشمس فاعطینا قیراطین قیراطین فقال اهل الکتابین ای ربنا اعطیت هؤلاء قیراطین قیراطین واعطیتنا قیراطا قیراطا ونحن اکثر عملاً قال الله عزوجل هل ظلمتکم من اجرکم من شیء قالوا لا قال فهو فضلی اوتیه من یشاء۔

(صحیح بخاری باب المواقیت صہ ۷۹ ج ۱)

کام کرنا شروع کیا۔ جب دوپہر ہوئی تو تھک گئے اور کام پورا نہ کر سکے۔ ایک ایک قیراط ان کو دیا گیا پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی۔ نماز عصر تک کام کیا۔ پھر تھک گئے۔ ان کو بھی ایک ایک قیراط دے دیا گیا۔ پھر ہم کو قرآن کریم دیا گیا۔ ہم نے غروب آفتاب تک کام کیا ہم کو دو دو قیراط دیئے گئے۔ تو توریت اور انجیل والوں نے یہ کہا کہ اے پروردگار آپ نے ان کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک حالانکہ ہمارا عمل زیادہ ہے۔ اللہ عزوجل نے یہ ارشاد فرمایا کہ کیا میں نے تمہاری اجرت میں کچھ کمی کی ہے؟ کہا نہیں۔ پس فرمایا رب العزت نے یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں دوں۔

اور انجیل متی کی سولھویں آیت کا یہ بلکہ ''اسی طرح آخر اول ہوجائیں اور اول آخر'' بعینہٖ صحیح بخاری کی اس حدیث کے مطابق ہے:۔

حدثنا ابوهریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نحن الآخرون السابقون۔

(بخاری شریف صہ ۱۲۲ ج ۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ نحن الآخرون السابقون۔

یعنی زمانہ کے لحاظ سے ہم سب سے اخیر میں ہیں۔ مگر دخول جنت میں حق تعالیٰ شانہ کے فضل سے سب سے مقدم ہیں۔

بشارت بست و چہارم و بست و پنجم

از انجیل برنابا

نقل القسيس سيل فى مقدمة ترجمة للقرآن العظيم من انجيل برنابا وطبعت ١٨٥٧ء وانتشرت ثم طبعوا الكتاب مرة ثانية فاخرجوها ومحوها وهى مانصها اعلم يا برنابا ان الذنب وان كان صغيراً يجزى الله عليه لان الله تعالى غير راض عن الذنب ولما اجتنى امتى وتلاميذى لاجل الدنيا سخط الله لاجل هذا الامر واراد باقتضاء عدله ان يجزيهم فى هذا العالم على هذه العقيدة الغير اللائقة ليحصل لهم النجاة من عذاب جهنم ولا يكون لهم اذية هناك وانى ان كنت بريئاً لكن بعض الناس لما قالوا فى حقى انه الله وابن الله كره الله هذا القول واقتضت مشيئته بان

پادری سیل نے اپنے ترجمۂ قرآن عظیم کے مقدمہ میں انجیل برنابا سے نقل کیا اور یہ انجیل ۱۸۵۷ء میں طبع ہو کر شائع ہوئی۔ لیکن دوسری طباعت میں اس بشارت کو حذف کر دیا۔ اور وہ بشارت کو حذف کر دیا۔ اور وہ بشارت جس کو پادری سیل نے نقل کیا ہے یہ ہے کہ اے برنابا گناہ اگرچہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کی جزا دیتے ہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ گناہ سے راضی نہیں میری امت اور میرے شاگردوں نے جب دنیا کے لئے گناہ کیا تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو گئے اور باقتضاء عدل و انصاف یہ ارادہ فرمایا کہ ان کو اسی دنیا میں اسی غیر مناسب عقیدے کی بناء پر سزا دے تاکہ عذاب جہنم سے نجات پائیں۔ اور وہاں ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور میں اگرچہ اس عقیدۂ فاسدہ سے بالکل بری ہوں۔ لیکن چونکہ بعض لوگوں نے مجھ کو اللہ اور ابن اللہ کہا تو اللہ تعالیٰ کو یہ کہنا ناگوار ہوا اور اس کی مشیت اس کی

لا تضحك الشياطين يوم القيامة
علی و لا يستهزؤن بي فاستحسن
بمقتضى لطفه و رحمته ان يكون
الضحك والاستهزاء في الدنيا
بسبب يهودا و يظن كل شخص
اني صلبت لكن هذه الاهانة و
الاستهزاء يبقيان الى ان يجئ
محمد رسول الله فاذا جاء في
الدنيا ينبه كل مومن على هذا
الغلط و ترتفع هذه الشبهة من
قلوب الناس۔ انتهت ترجمته
بحروفها قال في اظهار الحق
فان اعترضوا ان هذا الانجيل
رده مجالس علمائهم فنقول
لا اعتبار لردهم وهذا من
الاناجيل القديمة ويوجد ذكره
في كتب القرن الثاني والثالث
فعلى هذا كتب قبل ظهور نبينا
صلى الله عليه وسلم بمائتي
سنة ولا يقدر احد ان يخبر
بمثل هذا الامر من غير الهام لما لا

مقتضی ہوئی کہ قیامت کے دن شیاطین مجھ
پر نہ ہنسیں اور نہ میرا مذاق اڑائیں۔ پس اللہ
نے اپنی مہربانی اور رحمت سے یہ پسند کیا
کہ یہودا کی وجہ یہ ہنسی دنیا ہی میں ہو۔ اور
ہر شخص یہ گمان کرتا رہا ہے کہ میں سولی دے
دیا گیا۔ لیکن یہ اہانت و استہزاء فقط محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے آنے تک
رہے گا۔ پس جب آپ دنیا میں تشریف لائیں
گے تو ہر مومن کو اس غلطی پر متنبہ فرمائیں گے
اور یہ شبہ لوگوں کے دلوں سے مرتفع ہو
جائے گا۔ ترجمہ بلفظہا ختم ہوا۔

اظہار الحق میں ہے کہ اگر لوگ یہ اعتراض
کریں کہ اس انجیل کو علماء نصاریٰ نے رد کیا
ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ اس رد کا کوئی اعتبار
نہیں اس لئے کہ یہ انجیل قدیم انجیلوں میں
سے ہے اس کا تذکرہ دوسری اور تیسری
صدی عیسوی کی کتابوں میں ہے۔ پس اس بنا
پر کہ یہ انجیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور
سے دو سو سال قبل لکھی گئی ہے اور اس جیسے
عظیم الشان امر کی بدون الہام کے خبر دینا
اہل فہم کے نزدیک ناممکن ہے۔ دوسری

یخفی علی ذوی الافہام قال والبشارۃ الثانیۃ قال الفاضل الحید رعلی القرشی فی کتابہ المسمی خلاصۃ سیف المسلمین الذی ھو فی لسان الاردوای الھندی فی الصحیفۃ الثالثۃ والیستن ان القسیس اوسکان الارمنی ترجم کتاب اشعیا علیہ السلام باللسان الارمنی فی ۱۶۶۶ء الف وستمائۃ وست وستین وطبعت ۱۷۳۳ء وفیہ فی الباب الثانی والاربعین ھذہ الفقرۃ ونصہا. وسبحوا اللہ تسبیحا جدیدا واثر سلطنتہ علی ظہرہ واسمہ احمد انتہیٰ وھذہ الترجمۃ موجودۃ عند الارامن فانظروا فیہا. انتھی کلامہ کذا فی الجواب الفسیح لما لفقہ عبد المسیح ص۹۷ ج۱

بشارت) فاضل حیدر علی قرشی اپنی کتاب خلاصۂ سیف المسلمین جو اردو زبان میں ہے کہ پادری اوسکان ارمنی نے صحیفۂ یسعیاہ علیہ الصلوۃ والسلام کا ارمنی زبان میں ۱۶۶۶ء عیسوی میں ترجمہ کیا جو ۱۷۳۳ء میں طبع ہوا اس میں صحیفۂ یسعیاہ علیہ السلام کے بیالیسویں باب میں یہ فقرہ موجود ہے "اللہ کی تسبیح پڑھو۔ اس آنے والے پیغمبر کی سلطنت کا نشان اس کی پشت پر ہوگا (یعنی مہر نبوت) اور اس کا نام احمد ہوگا۔ انتہیٰ۔

اور یہ ترجمہ ارمینیوں کے پاس موجود ہے۔ اس میں دیکھ لیا جائے

انتہیٰ کلامہ

از جواب فسیح ص۹۷ ج ۱۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

بیراع العبد الضعیف المدعو بمحمد ادریس الکاندھلوی غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولاولادہ امین. برحمتک یا ارحم الراحمین یا ذا الجلال والاکرام

گذارش مؤلف

حق جل شانہ کی توفیق سے اس ناچیز نے یہ رسالہ پہلی بار ۱۳۴۷ھ میں لکھا اور ۲۴ جمادی الثانیہ یوم جمعہ بعد نماز عصر اس کی تالیف سے فراغت ہوئی اور بلدۂ حیدر آباد دکن میں طبع ہوا۔

بعد ازاں بلا کسی تغیر اور بلا کسی اضافہ کے "ماہنامہ انوار العلوم" جامعہ اشرفیہ میں قسط وار شائع ہوا۔ اب پھر حق تعالیٰ شانہ کی توفیق اور تائید سے مفید اضافات اور نافع زیادات کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہے۔ واللہ ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

این دعا از تو اجابت ہم ز تو ٭ لطف تو بر ما نوشتہ صد نکو

بندۂ ناچیز محمد ادریس کان اللہ لہ
مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور
ذی الحجہ الحرام ۱۳۹۱ھ

تقریظ از حضرت قدوۃ العلماء الراسخین بقیۃ السلف و حجۃ الخلف حضرت الشاہ سید محمد انور کشمیری قدس اللہ سرہٗ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد سید ولد آدم وخاتم النبیین ۔ امابعد احقر محمد انور کشمیری عفا اللہ عنہ اہل اسلام کی عالی خدمت میں عرض گزار ہے کہ عاجز نے یہ رسالہ بشائر النبیین بظہور خاتم الانبیاء والمرسلین مؤلفہ جناب فضائل مآب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی دام اللہ ظلہ مطالعہ کیا مؤلف ممدوح نے اخلاص اور نیت سے اس رسالہ کو تیار کیا ہے اور دعائے خلیل اللہ علیہ السلام اور بشارت روح اللہ علیہ السلام کو یاد دلایا ہے حق تعالیٰ تالیف ہذا مؤلف کے لئے موجب رضاء خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کرے آمین۔ امید ہے کہ ایسا رسالہ باقتباس آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ اور صاف وروشن مفید خاص و عام اور موجب انشراح صدور ہوگا۔ واللہ الموفق۔

تقریظ از امام المتکلمین و عمدة المفسرین مولانا الحاج شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی قدس اللہ سرہ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامداً و مصلیاً و مسلماً

بشارات کے باب میں علمائے اسلام نے بہت کچھ لکھا ہے۔ عربی اور اردو میں مستقل رسائل بھی تصنیف کیے گئے لیکن حال میں بشارات کے متعلق اپنے جس رسالہ کا مسودہ برادر مکرم مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی فاضل دیوبند نے احقر کو دکھلایا اس میں کئی خصوصیات ایسی ہیں جن کا اس قدر التزام واہتمام شاید دوسری تصانیف میں مرعی نہ تھا مولوی صاحب ممدوح نے اوّل موجودہ بائبل سے کوئی بشارت (پیشین گوئی) مفصل حوالہ کے ساتھ نقل کی پھر نہایت صاف و سلیس مگر مؤثر عبارت میں اس کی توضیح کرکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا بلا تکلف منطبق ہونا ثابت کیا اسی کے ساتھ پیشین گوئی کے مناسب قرآن کریم یا احادیث صحیحہ میں جو مضمون وارد ہوا تھا اس کو نقل فرما کر مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ کی شان نمایاں کرتے گئے۔ اس طرح پوری کتاب اکیس بشارات پر مشتمل ہے حق تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مومنوں کا ایمان بڑھائے اور منکروں کی آنکھیں کھول دے اور مؤلف ممدوح کے ذخیرۂ حسنات میں اضافہ کرے آمین۔ العبد

شبیر احمد عثمانی دیوبندی عفا اللہ عنہ

وارد حال حیدرآباد دکن ۳۰ ربیع الثانی [illegible]ھ

كلمۃُ اللہ

فی حیاتِ رُوح اللہ

تقریظ

از آیۃ السلف وحجۃ الخلف حضرت مولانا سید محمد انور شاہؒ سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحٰبہ اجمعین۔

امابعد! رسالہ کلمۃ اللہ فی حیاۃ روح اللہ مصنفہ علامۂ فہامہ جناب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دار العلوم دیوبند کا احقر نے کہیں سے دیکھا اور بعض مضامین کو جناب مؤلف ممدوح کی زبان سے سنا۔ رسالہ مذکورہ حیات عیسیٰ علیہ السلام میں کافی وشافی اور مباحث متعلقہ کا حاوی اور جامع ہے نقول معتمد اور مستند کتابوں سے لی گئی ہیں اور عمدہ سے عمدہ قول سامنے رکھ دیا ہے علماء اور طلباء کو تلاش اور تتبع سے بے نیاز کر دیا ہے۔ امید ہے کہ طلباء اس کی قدر کریں گے اور مخلوق کو جو دجال کے فتنہ میں مبتلا ہے ہدایت اور ارشاد کا ذریعہ ہوگا۔ حق تعالیٰ جناب مؤلف کی سعی مشکور اور عمل مبرور فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مدرس دار العلوم دیوبند

تقریظ

از فخر المتکلمین حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

تقریباً دو سال ہوئے ہیں کہ بمقام فیروز پور (پنجاب) قادیانی مرزائیوں سے متنازع فیہ مسائل میں علماء دیوبند کی گفتگو ہوئی تھی۔ سب سے پہلی بحث حضرت مسیح بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور رفع الی السماء اور دوبارہ تشریف آوری کے متعلق تھی جس میں دیوبند کی طرف سے برادر مکرم جناب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دار العلوم وکیل تھے مولوی صاحب نے جو عالمانہ اور محققانہ تقریر فرمائی بحمد اللہ تعالیٰ نہ صرف عام پبلک ہی اس سے محفوظ اور مطمئن ہوئی بلکہ بندہ کے روبرو بعض ممتاز مرزائیوں نے بھی اس کی معقولیت اور سنجیدہ روش کی داد دی اور اس طرح مولوی صاحب کے عالمانہ طرز استدلال نے منکرین سے بھی خراج تحسین وصول کیا۔ ع

والفضل ما شہدت بہ الاعداء

میں نے اسی وقت مولانا موصوف سے درخواست کی تھی کہ آپ اس مسئلہ کے تمام اطراف وجوانب کی توضیح وتحقیق ایک کتاب کے ذریعہ سے اس طرح کر دیجئے کہ غائب و حاضر کے لئے اس میں بصیرت ہو اور مسئلہ کا تمام مادہ بیک نظر سامنے آجائے اور کسی باطل پرست کو گنجائش نہ رہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد وہ ایک حق پرست کے قدم ڈگمگا سکے۔ حق تعالیٰ شانہ مولوی صاحب موصوف کے علم وعمل میں ترقی عطا فرمائے کہ انہوں نے میری اس ناچیز گذارش کو رائیگاں نہیں جانے دیا اور بڑی محنت وعرق ریزی کے بعد ایک

ایسی تالیف برادران اسلام کے سامنے پیش کر دی جس میں اس اہم مسئلہ کا، کافی وشافی حل موجود ہے اور شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس باب میں اس وقت تک کوئی کتاب اس قدر جامع اور حاوی ایسے سادہ اور بے تکلف طرز میں نہیں لکھی گئی۔ ناظرین مطالعہ کے بعد خود اندازہ لگا سکیں گے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ از سرتاپا واقعہ ہے اور ان کو ممنون ہونا چاہیئے مؤلف محترم کا اور ان اکابر دار العلوم کا جن کی وجہ اور سعی سے یہ بیش بہا رسالہ نور افزائے دیدۂ شائقین ہوا۔

شبیر احمد عثمانی

دیوبندی۔ ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۴۲ھ

تمہید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

بندہ گنہ گار امیدوار رحمت پروردگار محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لہٗ وکان ہو للہ (آمین) اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اس امت مرحومہ پر قوم عاد اور ثمود کی طرح عذاب تو نہیں لیکن فتنے ہیں جن سے نکلنے کا راستہ سوائے کتاب وسنت کے کچھ نہیں اور کتاب وسنت تک رسائی بدون حضرات صحابہ وتابعین کے ناممکن ہے۔ اس لئے کہ صحابہ اور تابعین ہی کے ذریعہ ہم تک کتاب وسنت پہنچی۔ نبی اور امت کے درمیان میں صحابہ واسطہ ہیں اور ایسا واسطہ ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے لہٰذا قرآن وحدیث کا وہی مطلب معتبر ہوگا جو حضرات صحابہ اور تابعین نے سمجھا۔ سوائے حضرات انبیاء ومرسلین کے دنیا میں صحابہؓ کرام جیسا نور علم اور نور فہم اور نور تقویٰ نہ اولین میں سے کسی کو میسر آیا اور نہ آخرین میں سے کسی کو حاصل ہوا۔ پس اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفسیر اور شرح معتبر نہیں تو پھر کسی کی بھی معتبر نہیں۔ خدا کی قسم اگر ایک صحابی کے نور علم اور نور فہم اور نور تقویٰ کی زکوٰۃ نکالی جائے اور کل عالم پر تقسیم کی جائے تو عالم کا ہر فرد علم وفہم کا امیر اور دولت مند بن جائے۔

اس دور پر فتن میں ہر طرف سے دین پر فتنوں کا ہجوم ہے جس میں ایک بہت بڑا فتنہ مرزائیت کا ہے۔ اس فتنہ کا بانی منشی غلام احمد قادیانی ہے اولاً اس نے اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر مثیل مسیح ہونے کا۔ پھر مسیح اور عیسیٰ ہونے کا۔ اور اپنی مسیحیت کی دھن میں حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مدعی بنا اور ان کے رفع الی السماء کو محال قرار دیا اور صدہا اوراق اس بارے میں سیاہ کیے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پاکر مدفون ہو چکے اور جو شخص مر کر دفن ہو گیا، وہ قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس نہیں آسکتا اور پھر اس زعم فاسد اور خیال کاسد کی بناء پر ان احادیث میں تحریف کی کہ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دنیا میں دوبارہ تشریف لانا صراحۃً مذکور ہے۔ ان احادیث صریحہ اور صحیحہ میں یہ تحریف کی کہ نزول مسیح سے مثیل مسیح کا پیدا ہونا مراد ہے اور خود اس مثیل مسیح کا مصداق خود اپنی ذات کو قرار دیا جس کا حاصل یہ نکلا کہ تمام احادیث میں مسیح بن مریم سے وہ مسیح مراد نہیں جن کا قرآن میں ذکر ہے بلکہ ان کا مثیل اور شبیہ مراد ہے اور نزول سے آسمان سے اترنا مراد نہیں بلکہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا مراد ہے اور پھر ولادت سے یہ مراد ہے کہ وہ مثیل مسیح قادیان کے ایک دہقان کی پنجابن عورت کے پیٹ سے پیدا ہو اور بڑا ہو کر عیسائیوں کے اسکول میں تعلیم پائے اور جوان ہو کر عیسائیوں کی دفتری ملازمت کرے اور پھر چند روز بعد مریم بنے اور پھر خود اپنے سے عیسیٰ پیدا ہو جائے۔ خود ہی والد خود ہی والدہ اور خود ہی مولود۔ خدا کی قسم! اب تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ لوگ کس طرح اس جنون اور دیوانگی پر ایمان لے آتے ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ.

علماء اہل سنت والجماعت نے رد مرزائیت پر عموماً اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر خصوصاً مفصل اور مختصر اور متوسط کتابیں تالیف فرمائیں۔ اور بارگاہ خداوندی سے اجر حاصل کیا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔ آمین۔

۱۳۲۲ھ میں اس ناچیز اور بے بضاعت نے بھی ایک رسالہ "کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ" کے نام سے لکھا تھا جس کو حضرت مخدومنا الحبیب ومطاعنا اللبیب حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تغمدہ اللہ تعالیٰ بالرحمۃ والغفران نے اپنے اہتمام سے شائع فرمایا تھا۔ پھر ۱۳۵۱ھ میں دوبارہ نظر ثانی اور اضافات کے ساتھ یہ رسالہ شائع ہوا۔ اب تیسری مرتبہ ۱۳۷۰ھ

میں بہت سے جدید اضافات اور ترمیمات کے ساتھ اہل اسلام کی خدمت میں پیش کیا جارہا

ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

حضرت الاستاذ و شیخنا الاکبر مولانا الشاہ السید محمد انور نور اللہ وجہہ یوم القیمۃ و نضرہ ایمن

صدر المدرسین دار العلوم دیوبند جس طرح اپنے زمانہ میں بے مثال تھے اسی طرح انہوں نے اس

موضوع پر ایک بے مثال اور لاجواب کتاب عربی زبان میں تالیف فرمائی جس کا نام "عقیدۃ

الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام" تجویز فرمایا جو علماء اور فضلاء کے لیے مشعل راہ اور شمع ہدایت

بنی۔ اس ناچیز نے بھی اس کتاب مستطاب کے لطیف مضامین کے وہ اقتباسات جن کو

عام اور متوسط الاستعداد طبقہ سمجھ سکے اپنے اس رسالہ میں اضافہ کر دیئے ہیں۔

تحدیث بالنعمۃ

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

ناچیز کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم

دیوبند نے مطبع قاسمی میں طبع کرایا جس شب میں اس رسالہ کی لوح کا ورق تیار ہو رہا تھا۔

اس شب میں اس ناچیز نے یہ خواب دیکھا کہ یہ ناچیز دار العلوم دیوبند کی مسجد میں داخل

ہوا دیکھتا کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر کے قریب اور محراب امام

کے سامنے تشریف فرما ہیں، چہرۂ مبارک پر عجیب و غریب انوار ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک

فرشتہ بیٹھا ہوا ہے اور حضرت کے ساتھ کوئی خادم بھی ہے۔ یہ ناچیز نہایت ادب کے ساتھ

دو زانو سامنے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک قادیانی پکڑ کر لایا گیا۔ اور سامنے کھڑا کر دیا گیا۔

بعد ازاں دو عبا لائے گئے۔ ایک نہایت سفید اور خوبصورت ہے اور دوسرا نہایت سیاہ

اور بدبودار ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنایا

اور سیاہ عبا اس قادیانی کو پہنایا جائے۔ چنانچہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنایا گیا۔ وللہ الحمد

والمنۃ۔ اور سیاہ عبا اس قادیانی کو۔ اور یہ ناچیز خاموش کھڑا ہے اور قادیانی کو دیکھ کر دل میں یہ آیت پڑھ رہا ہے۔ سَرَابِیۡلُہُمۡ مِّنۡ قَطِرَانٍ وَّ تَغۡشٰی وُجُوۡہَہُمُ النَّارُ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

اب میں حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے پروردگار علمائے ربانیین کی جوتیوں کے صدقہ اور طفیل میں اس ناچیز کی اس ناچیز خدمت کو بھی قبول فرما اور اس تالیف کو اہل اسلام کے لئے موجب سکینت و طمانینت اور قادیانیوں کے لئے موجب ہدایت و سعادت اور اس نابکار گنہگار کے لئے ذخیرۂ آخرت اور موجب نجات و مغفرت فرما۔ آمین یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ وَتُبۡ عَلَیۡنَا اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ

بضاعت نیاوردم الا امید
خدایا ز عفوم مکن نا امید
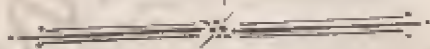
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدّمہ

دربیان امکان رفع جسمانی

مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا دعویٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ وفات پاکر مدفون ہو چکے اور دلیل یہ ہے کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے جیسا کہ ازالۃ الاوہام ص۴۷ ج ۱ تقطیع خورد اور ص۲۴ ج ۱ یہ تقطیع کلاں پر ہے۔

جواب

یہ ہے کہ جس طرح نبی اکرم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر کے ساتھ لیلۃ المعراج میں جانا اور پھر وہاں سے واپس آنا حق ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت کے قریب ان کا آسمان سے نازل ہونا بھی بلاشبہ حق اور ثابت ہے۔ جس طرح آدم علیہ السلام کا آسمان سے زمین کی طرف ہبوط ممکن ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین کی طرف نزول بھی ممکن ہے

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑنا صحیح اور قوی حدیثوں سے ثابت ہے۔ اسی وجہ سے ان کو جعفر طیار کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اخرج الطبرانی باسناد حسن عن عبد اللہ ابن جعفر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھنیئا لک ابوک یطیر مع الملائکۃ

امام طبرانی نے باسناد حسن عبد اللہ بیٹے جعفر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک بار یہ ارشاد فرمایا کہ اے جعفر کے

فی السماء۔   کے بیٹے عبداللہ تجھ کو مبارک ہو تیرا باپ

فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑتا پھرتا ہے (اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جعفر جبرائیل و میکائیل کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے۔ ان ہاتھوں کے عوض میں جو غزوہ موتہ میں کٹ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملائکہ کی طرح دو بازو عطا فرما دیئے ہیں اور اس روایت کی سند نہایت جید اور عمدہ ہے۔ (زرقانی صفحہ ۱۰ ج ۲ و فتح الباری ص ۳۲ ج)

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس بارے میں ایک شعر ہے:۔

وجعفر الذی یضحی ویمسی   یطیر مع الملائکۃ ابن امی

(ترجمہ) وہ جعفر کو جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہے وہ میری ہی ماں کا بیٹا ہے۔

اور علی ہذا عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غزوہ بیر معونہ میں شہید ہونا اور پھر ان کے جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا روایات میں مذکور ہے جیسا کہ حافظ عسقلانی نے اصابہ میں اور حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب ص ۷۸ ج ۲ میں ذکر کیا ہے۔ جبار بن سلمی جو عامر بن فہیرہ کے قاتل تھے وہ اسی واقعہ کو دیکھ کر ضحاک بن سفیان کلابی کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور یہ کہا:۔

دعانی الی الاسلام ما رایت من مقتل عامر بن فہیرۃ و رفعہ الی السماء   عامر بن فہیرہ کا شہید ہونا اور ان کا آسمان پر اٹھایا جانا میرے اسلام لانے کا باعث بنا۔

ضحاک نے یہ تمام واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں لکھ کر بھیجا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

فان الملائکۃ وارت جثتہ وانزل فی علیین۔   فرشتوں نے اس کے جثہ کو چھپا لیا اور وہ علیین میں اتارے گئے۔

ضحاک ابن سفیان کے اس تمام واقعہ کو امام بیہقی اور ابو نعیم اصفہانی دونوں نے

نے اپنی دلائل النبوت میں بیان کیا (شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور للعلامۃ السیوطی صـ۱۱۲)۔

اور حافظ عسقلانی نے اصابہ میں جبار بن سلمیٰ کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اجمالاً اشارہ فرمایا ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ رضؓ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے واقعہ کو ابن سعد اور حاکم اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی روایت کیا ہے۔

غرض یہ کہ یہ واقعہ متعدد اسانید اور مختلف روایات سے ثابت اور محقق ہے۔

واقعہ رجیع میں جب قریش نے خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی پر لٹکایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو خبیبؓ کی نعش اتار لانے کے لئے روانہ فرمایا عمرو بن امیہ وہاں پہنچے اور خبیبؓ کی نعش کو اتارا دفعۃً ایک دھما کا سنائی دیا۔ پیچھے پھر کر دیکھا اتنی دیر میں نعش غائب ہوگئی عمرو بن امیہ فرماتے ہیں گویا زمین نے ان کو نگل لیا۔ اب تک اس کا کوئی نشان نہیں ملا۔ اس روایت کو امام احمد بن حنبل رح نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

(زرقانی شرح مواہب صـ۷۲ ج ۲)

شیخ جلال الدین سیوطی رح فرماتے ہیں کہ خبیبؓ کو زمین نے نگلا اسی وجہ سے ان کا لقب بلیع الارض ہوگیا۔ اور ابونعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ عامر بن فہیرہ رضؓ کی طرح خبیبؓ کو بھی فرشتے آسمان پر اٹھا لے گئے۔ ابونعیم کہتے ہیں کہ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے عامر بن فہیرہ رضؓ اور خبیبؓ بن عدی اور علاء بن حضرمی رضؓ کو آسمان پر اٹھایا۔ انتہیٰ۔

علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اولیاء کا الہام وکرامت انبیاء کرام کی وحی اور معجزات کی وراثت ہے۔

ومما یقوی قصۃ الرفع الی السماء   شیخ جلال الدین سیوطی شرح الصدور صـ۱۱۲

ما اخرجه النسائی والبیهقی والطبرانی وغیرهم من حدیث جابر بن طلحہ۔ اصیبت انامله یوم احد فقال حس، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو قلت بسم الله لرفعتك الملائكة والناس ینظرون الیك حتی تلج بك فی جو السماء۔

میں فرماتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ اور خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واقعہ رفع الی السماء کی وہ واقعہ بھی تائید کرتا ہے جس کو نسائی اور بیہقی اور طبرانی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد میں حضرت طلحہ رضہ کی انگلیاں زخمی ہو گئیں تو اس تکلیف کی حالت میں زبان سے حس کا لفظ نکلا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بجائے حس کے بسم اللہ کہتا تو لوگ دیکھتے ہوئے ہوتے اور فرشتے تجھ کو اٹھا کر لے جاتے یہاں تک کہ تجھ کو آسمان میں لے کر گھس جاتے۔

واخرج ابن ابی الدنیا فی ذکر الموتی عن زید بن اسلم قال کان فی بنی اسرائیل رجل قد اعتزل الناس فی کهف جبل وکان اهل زمانه اذا قحطوا استغاثوا به فدعی الله فسقاهم فمات فاخذوا فی جهازه فبیناهم کذلك اذا هم بسریر یرفرف فی عنان السماء حتی انتهی الیه فقام رجل فاخذه فوضعه علی السریر والناس ینظرون الیه فی الهواء حتی غاب عنهم۔

(شرح الصدور ۱۴۲)

ابن ابی الدنیا نے ذکر الموتی میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا کہ جو پہاڑ میں رہتا تھا جب قحط ہوتا تو لوگ اس سے بارش کی دعا کراتے وہ دعا کرتا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کی برکت سے باران رحمت نازل فرماتا اس عابد کا انتقال ہو گیا۔ لوگ اس کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے اچانک ایک تخت آسمان سے اترتا ہوا نظر آیا یہاں تک کہ اس عابد کے قریب آ کر رکھا گیا۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر اس عابد کو اس تخت پر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ تخت اوپر اٹھا گیا۔ لوگ دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ غائب ہو گیا۔

اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر حضرت

موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان سے زمین پر اتر آنا مستدرک حاکم میں مفصل مذکور ہے
(مستدرک صفحہ ۵۷۹ ج ۲)

مقصد ان واقعات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ منکرین اور ملحدین خوب سمجھ لیں کہ حق جل شانہٗ نے اپنے محبین اور مخلصین کی اس خاص طریقہ سے بارہا تائید فرمائی کہ ان کو صحیح وسالم فرشتوں سے آسمانوں پر اٹھوالیا اور دشمن دیکھتے ہی رہ گئے۔ تاکہ اس کی قدرت کاملہ کا ایک نشان اور کرشمہ ظاہر ہو اور اس کے نیک بندوں کی کرامت اور منکرین معجزات وکرامات کی رسوائی وذلت آشکارا ہو۔ اور اس قسم کے خوارق کا ظہور مومنین اور مصدقین کے لئے موجب طمانیت اور مکذبین کے لئے اتمام حجت کا کام دے۔

ان واقعات سے یہ امر بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا نہ قانون فطرت کے خلاف ہے نہ سنت اللہ کے متصادم ہے۔ بلکہ ایسی حالت میں سنت اللہ یہی ہے کہ اپنے خاص بندوں کو آسمان پر اٹھالیا جائے تاکہ اس ملیک مقتدر کا کرشمہ ظاہر ہو اور لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ کی اپنے خاص الخاص بندوں کے ساتھ یہی سنت ہے کہ ایسے وقت میں ان کو آسمان پر اٹھالیتا ہے۔ غرض یہ کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا قطعاً محال نہیں بلکہ ممکن اور واقع ہے۔ اور اسی طرح کسی جسم عنصری کا بغیر کھائے اور پئے زندگی بسر کرنا بھی محال نہیں۔ اصحاب کہف کا تین سو سال تک بغیر کھائے پئے زندہ رہنا قرآن کریم میں مذکور ہے وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا۔
اس سے مرزا صاحب کا یہ وسوسہ بھی زائل ہو گیا کہ جو شخص اسّی یا نوّے سال کو پہنچ جاتا ہے وہ محض نادان ہو جاتا ہے کما قال تعالیٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا اس لئے کہ ارذل العمر کی تفسیر میں اسّی یا نوّے سال کی قید مرزا صاحب نے اپنی طرف سے لگائی ہے، قرآن وحدیث میں کہیں قید نہیں۔ اصحاب کہف تین سو سال تک کہیں نادان نہیں ہو گئے اور علیٰ ہذا حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام صدہا سال زندہ رہے

اور ظاہر ہے کہ نبی کے علم اور عقل کا زائل ہونا ناممکن اور محال ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن کا صوم وصال رکھتے اور یہ فرماتے ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی تم میں کون شخص میری مثل ہے کہ جو صوم وصال میں میری برابری کرے۔ میرا پروردگار مجھے غیب سے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ یہ غیبی طعام میری غذا ہے۔ معلوم ہوا کہ طعام وشراب عام ہے خواہ حسی ہو یا غیبی ہو۔ لہٰذا وما جعلنٰہم جسدا لا یاکلون الطعام سے یہ استدلال کرنا کہ جسم عنصری کا بغیر طعام وشراب کے زندہ رہنا ناممکن ہے غلط ہے۔ اس لئے کہ طعام وشراب عام ہے کہ خواہ حسی ہو یا معنوی۔ حضرت آدم علیہ السلام اکل شجرہ سے پہلے جنت میں ملائکہ کی طرح زندگی بسر فرماتے تھے۔ تسبیح وتہلیل ہی ان کا ذکر تھا۔ پس کیا حضرت مسیح نفخۂ جبرئیل سے پیدا ہونے کی وجہ سے جبرئیل امین کی طرح تسبیح و تہلیل سے زندگی بسر نہیں فرما سکتے کما قال اللہ تعالیٰ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ کیا اصحاب کہف کا تین سو سال تک بغیر کھائے اور پئے زندہ رہنا اور حضرت یونس علیہ السلام کا شکم ماہی میں بغیر کھائے پئے زندہ رہنا قرآن کریم میں صراحۃً مذکور نہیں؟ اور حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون اس پر صاف دلالت کرتا ہے کہ یونس علیہ السلام اگر مسبحین میں سے نہ ہوتے تو اسی طرح قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرے رہتے اور بغیر کھائے اور پئے زندہ رہتے۔

رہا ملحدین کا یہ سوال کہ زمین سے لے کر آسمان تک کی طویل مسافت کا چند لمحوں میں طے کر لینا کیسے ممکن ہے؟

سو جواب یہ ہے کہ حکمائے جدید لکھتے ہیں کہ نور ایک منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل کی مسافت طے کرتا ہے۔ بجلی ایک منٹ میں پانچ سو مرتبہ زمین کے گرد گھوم سکتی ہے اور بعض ستارے ایک ساعت میں آٹھ لاکھ اسی ہزار میل حرکت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں انسان جس وقت نظر اٹھا کر دیکھتا ہے تو حرکت شعاعی اس قدر سریع ہوتی ہے کہ ایک ہی آن

میں آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ آسمان حائل نہ ہوتا تو اور دور تک وصول ممکن تھا نیز جس وقت آفتاب طلوع کرتا ہے تو نور شمس ایک ہی آن میں تمام کرۂ ارض پر پھیل جاتا ہے حالانکہ سطح ارضی ۲۰۳۶۳۶۳۶ فرسخ ہے جیسا کہ سبع شداد صفہ پر مذکور ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ لہذا مجموعہ ۶۱۰۹۰۹۰۸ کروڑ میل ہوا۔ حکمائے قدیم کہتے ہیں کہ جتنی دیر میں جرم شمس بتمامہ طلوع کرتا ہے اتنی دیر میں فلک اعظم کی حرکت ۵۱۹۶۰۰ لاکھ فرسخ ہوتی ہے اور ہر فرسخ چونکہ تین میل کا ہوتا ہے لہذا مجموعہ مسافت ۱۵۵۸۸۰۰ لاکھ میل ہوئی۔ نیز شیاطین اور جنات کا شرق سے لے کر غرب تک آن واحد میں اس قدر طویل مسافت کا طے کر لینا ممکن ہے تو کیا خداوند عالم اور قادر مطلق کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی خاص بندے کو چند لمحوں میں اس قدر طویل مسافت طے کرادے۔ آصف بن برخیا کا مہینوں کی مسافت سے بلقیس کا تخت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پلک جھپکنے سے پہلے پہلے حاضر کر دینا قرآن کریم میں مصرح ہے کما قال تعالیٰ وَقَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُ قَالَ هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي۔ اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کا مسخر ہونا بھی قرآن کریم میں مذکور ہے کہ وہ ہوا سلیمان علیہ السلام کے تخت کو جہاں چاہے اڑا کر لے جاتی اور مہینوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کرتی کما قال تعالیٰ وَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ۔

آج کل کے ملحدین فی گھنٹہ تین سو میل کی مسافت طے کرنے والے ہوائی جہاز پر تو ایمان لے آئے ہیں مگر نہ معلوم سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بھی ایمان لاتے ہیں یا نہیں۔ ہوائی جہاز بندہ کی بنائی ہوئی مشین سے اڑتا ہے اور سلیمان علیہ السلام کے تخت کو ہوا بحکم خداوندی اڑا کر لے جاتی تھی کسی بندہ کے عمل اور صنعت کو اس میں دخل نہ تھا اس لئے وہ معجزہ تھا اور ہوائی جہاز معجزہ نہیں۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفہ ج تقطیع خورد اور صفہ ج تقطیع کلاں پر لکھتے

ہیں کہ کسی جسد عنصری کا آسمان پر جانا سراسر محال ہے۔ اس لئے کہ ایک جسم عنصری طبقہ ناریہ اور کرہ زمہریریہ سے کس طرح صحیح وسالم گزر سکتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا لیلۃ المعراج میں اور ملائکۃ اللہ کا لیل ونہار طبقہ ناریہ اور کرہ زمہریریہ سے مرور وعبور ممکن ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی عبور ومرور ممکن ہے اور جس راہ سے حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط اور نزول ہوا ہے اسی راہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے مائدہ کا نازل ہونا قرآن کریم میں صراحتہً مذکور ہے کما قال تعالیٰ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (الی قولہ تعالیٰ) قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ قال اللہ تعالیٰ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ پس اس مائدہ کا نزول بھی طبقہ ناریہ میں ہو کر ہوا ہے۔ مرزا صاحب کے زعم فاسد اور خیال باطل کی بناء پر وہ اگر نازل ہوا ہوگا تو طبقہ ناریہ کی حرارت اور گرمی سے جل کر خاکستر ہو گیا ہو گا۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ یہ سب شیاطین الانس کے وسوسے ہیں اور انبیاء ومرسلین کی آیات نبوت اور کرامات رسالت پر ایمان نہ لانے کے بہانے ہیں۔ کیا خداوند ذوالجلال عیسیٰ علیہ السلام کے لئے طبقہ ناریہ کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح برد اور سلام نہیں بنا سکتا؟ جب کہ اس کی شان یہ ہے:۔ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔

فسبحان ذی الملک والملکوت والعزۃ والجبروت اٰمنت باللہ و

کفرت بالطاغوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

پہلی دلیل

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

(ربط) حق جل شانہٗ نے ان آیات شریفہ میں یہود بے بہبود کے ملعون اور مغضوب اور مطرود و مردود ہونے کی کچھ وجوہ و اسباب ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ پس ہم نے یہود کو متعدد وجوہ کی بناء پر مورد لعنت و غضب بنایا۔

(۱) نقض عہد اور میثاق کی وجہ سے۔

(۲) اور آیات الٰہیہ اور احکام خداوندیہ کی تکذیب اور انکار کی وجہ سے۔

(۳) اور خدا کے پیغمبروں کو بے وجہ محض عناد اور دشمنی کی بناء پر قتل کرنے کی وجہ سے۔

(۴) اور اس قسم کے متکبرانہ کلمات کی وجہ سے کہ مثلاً ہمارے قلوب علم اور حکمت کے ظرف ہیں۔ ہمیں تمہاری ہدایت اور ارشاد کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ ان کے قلوب علم اور حکمت اور رشد و ہدایت سے بالکل خالی ہیں بلکہ اللہ نے ان کے عناد اور تکبر کی وجہ سے ان کے

دلوں پر مہر لگادی ہے جس کی وجہ سے قلوب میں جہالت اور ضلالت بند ہے۔ اوپر سے مہر لگی ہوئی ہے اندر کا کفر باہر نہیں آسکتا اور باہر سے کوئی رشد اور ہدایت کا اثر اندر نہیں داخل ہو سکتا۔ پس اس گروہ میں سے کوئی ایمان لانے والا نہیں مگر کوئی شاذ ونادر جیسے عبداللہ بن سلام رضؓ اور ان کے رفقاء۔

(۵) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر وعداوت کی وجہ سے۔

(۶) اور حضرت مریم پر عظیم بہتان لگانے کی وجہ سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت اور تکذیب کو بھی مستلزم ہے۔ اہانت تو اس لئے کہ کسی کی ماں کو زانیہ اور بدکار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص ولد الزنا ہے اور العیاذ باللہ نبی کے حق میں ایسا تصور بھی بدترین کفر ہے۔ اور تکذیب اس طرح لازم آتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے حضرت مریم کی برائت اور نزاہت ظاہر ہو چکی ہے اور تہمت لگانا برائت اور نزاہت کا صاف انکار کرنا ہے۔

(۷) اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ جو بطور تفاخر کہتے تھے کہ ہم نے مسیح بن مریم جو رسول اللہ ہونے کے مدعی تھے ان کو قتل کر ڈالا۔ نبی کا قتل کرنا بھی کفر ہے بلکہ ارادۂ قتل بھی کفر ہے اور پھر اس قتل پر فخر کرنا یہ اس سے بڑھ کر کفر ہے اور حالانکہ ان کا یہ قول کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کر ڈالا بالکل غلط ہے ان لوگوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ حضرت مسیح کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ سب شک اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کسی قسم کا کوئی صحیح علم اور صحیح معرفت نہیں سوائے گمان کی پیروی کے کچھ بھی نہیں۔ خوب سمجھ لیں کہ یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ حضرت مسیح کو کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھا لیا اور ایک اور شخص کو حضرت عیسیٰ کا شبیہ اور ہم شکل بنا دیا انہوں نے حضرت عیسیٰ سمجھ کر اسی کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا اور اسی وجہ سے یہود کو اشتباہ ہوا اور پھر اس

اشتباہ کی وجہ سے اختلاف ہوا اور یہ سب اللہ کی قدرت اور حکمت سے بعید نہیں۔ بیشک اللہ تعالےٰ بڑے غالب اور حکمت والے ہیں کہ اپنی قدرت اور حکمت سے اپنے نبی کو دشمنوں سے بچالیا اور وہ زندہ آسمان پر اٹھالیا اور ان کی جگہ ایک شخص کو ان کے ہمشکل بنا کر قتل کرایا اور تمام قاتلین کو قیامت تک اشتباہ اور اختلاف میں ڈال دیا

تفصیل

امید واثق ہے کہ ناظرین اس اجمالی تفسیر سے سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ آیات شریفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمی میں نص صریح ہیں۔ اب ہم کسی قدر تفصیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ طالبان حق کی بفضل خدا پوری تشفی اور تسلی ہو جاوے ورنہ ہم کیا اور ہماری مجال کیا اور ہماری تحریر کیا کہ جس سے تسلی اور تشفی کر سکیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ قلوب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں جس طرح اور جدھر چاہے دلوں کو پلٹتا اور پھیرتا ہے۔ اسی کی توفیق سے لکھ رہا ہوں اور اسی کی توفیق سے اپنے لئے اور ناظرین کرام کے لئے اسی کی توفیق اور دست گیری کی امید رکھتا ہوں اور اسی کی اعانت اور تائید سے ناظرین اور قارئین کی تعلیم و تفہیم کے لئے چند امور ذکر کرتا ہوں۔

(۱)

ان آیات میں یہود بے بہبود پر لعنت کے اسباب کو ذکر فرمایا ہے۔ ان میں ایک سبب یہ ہے وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا یعنی حضرت مریم پر طوفان اور بہتان لگانا۔ اس طوفان اور بہتان عظیم میں مرزا صاحب کا قدم یہود سے کہیں آگے ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں حضرت مریم پر جو بہتان کا طوفان برپا کیا ہے۔ یہود کی کتابوں میں اس کا چالیسواں حصہ بھی نہ ملے گا۔ مرزا صاحب کی عبارتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں عیاں را چہ بیاں۔ ہم سے تو مرزا صاحب کی وہ عبارتیں پڑھی بھی نہیں جاتیں اور مرزائی

کو تو قرآن کی طرح یاد ہیں بلکہ کچھ اس سے بھی بڑھ کر اس لئے ان کے نقل کی ضرورت نہیں۔

(۲)

آیات کا سیاق و سباق بلکہ سارا قرآن روز روشن کی طرح اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ یہود بے بہبود کی ملعونیت اور مغضوبیت کا اصل سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عداوت اور دشمنی ہے۔ مرزا صاحب اور مرزائی جماعت کی زبان اور قلم سے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بغض اور عداوت کا جو منظر دنیا نے دیکھا ہے وہ یہود کے وہم و گمان سے بالا اور برتر ہے۔ مرزا صاحب کے لفظ لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی ٹپکتی ہے قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ انتہائی بغض اور عداوت خود بخود ان کے منہ سے ظاہر ہو رہی ہے اور جو عداوت ان کے سینوں میں مخفی اور پوشیدہ ہے وہ تمہارے خواب و خیال سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

مرزا صاحب نے نصاریٰ کے الزام کے بہانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں اپنے دل کی عداوت دل کھول کر نکالی جس کے تصور سے بھی کلیجہ شق ہوتا ہے۔

(۳)

پہلی آیت میں وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ فرمایا۔ یعنی انبیاء کو قتل کرنے کی وجہ سے ملعون اور مغضوب ہوتے اور اس آیت میں وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ فرمایا۔ یعنی اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ محض قول ہی قول ہے اور قتل کا محض زبانی دعویٰ ہے۔ اگر دیگر انبیاء کی طرح حضرت مسیح واقع میں مقتول ہوئے ہوتے تو جس طرح پہلی آیت میں وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ فرمایا تھا اسی طرح اس آیت میں وقتلہم وصلبہم المسیح بن مریم رسول اللہ فرماتے پہلی آیت میں لعنت کا سبب قتل انبیاء ذکر فرمایا اور دوسری آیت میں لعنت کا سبب ان کا ایک قول بتلایا۔ یعنی ان کا یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل

کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ جو شخص یہ کہے کہ مسیح بن مریم مقتول اور مصلوب ہوئے وہ شخص بلا شبہ ملعون اور مغضوب ہے۔ نیز اس آیت میں حضرت مسیح کے دعویٰ قتل کو بیان کر کے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ فرمایا اور انبیاء سابقین کے قتل کو بیان کر کے بَلْ رَّفَعَهُمُ اللّٰهُ نہیں فرمایا۔ حالانکہ قتل کے بعد ان کی ارواح طیبہ آسمان پر اٹھالی گئیں۔

(۴)

اس مقام پر حق جل شانہ نے دو لفظ استعمال فرمائے۔ ایک مَا قَتَلُوْهُ جس میں قتل کی نفی فرمائی۔ دوسرا وَمَا صَلَبُوْهُ جس میں صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی فرمائی۔ اس لئے کہ اگر فقط وَمَا قَتَلُوْهُ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے قتل نہ کئے گئے ہوں لیکن صلیب پر چڑھائے گئے ہوں۔ اور علیٰ ہذا اگر فقط وَمَا صَلَبُوْهُ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے صلیب تو نہ دیئے گئے ہوں لیکن قتل کر دیئے گئے ہوں علاوہ ازیں بعض مرتبہ یہود ایسا بھی کرتے تھے کہ اول قتل کرتے اور پھر صلیب پر چڑھاتے۔ اسلئے حق تعالیٰ شانہ نے قتل اور صلیب کو علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر ایک حرف نفی پر اکتفا نہ فرمایا یعنی وَمَا قَتَلُوْهُ وَصَلَبُوْهُ نہیں فرمایا ہے بلکہ حرف نفی یعنی کلمہ ما کو قتلوا اور صلبوا کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور ماقتلوہ اور پھر ماصلبوہ فرمایا تاکہ ہر ایک کی نفی اور ہر ایک کا جداگانہ مستقلاً رد ہو جائے اور خوب واضح ہو جائے کہ ہلاکت کی کوئی صورت ہی پیش نہیں آئی نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوتے اور نہ قتل کر کے صلیب پر لٹکائے گئے دشمنوں نے ایڑی چوٹی کا سارا زور ختم کر دیا مگر سب بیکار گیا قادر توانا جس کو بچانا چاہے اسے کون ہلاک کر سکتا ہے ؎

کہ زور آور دگر تو یاری دہی
کہ گیرد چو تو رستگاری دہی

مرزائی جماعت کا یہ خیال ہے کہ اس آیت میں مطلق قتل اور صلب کی نفی مراد

نہیں بلکہ ذلت اور لعنت کی موت کی نفی مراد ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ محض وسوسہ شیطانی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ یہود کے خیال کی تردید ہے تو تب بھی آیت میں یہود کا پورا رد ہے۔ اس لئے کہ یہود کا گمان یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام العیاذ باللہ جھوٹے نبی ہیں اور جھوٹا نبی ضرور قتل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ وہ قتل ہی نہیں کئے گئے اور نہ صلیب پر چڑھائے گئے اس لئے کہ وہ خدا کے سچے نبی تھے علاوہ ازیں اگر یہود کے اس عزم کی رعایت کی جائے تو وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ اور يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ کے یہ معنی ہونے چاہئیں کہ معاذ اللہ وہ انبیاء ذلت اور لعنت کی موت مرے۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا

(۵)

وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ

یعنی ان کے لئے اشتباہ پیدا کر دیا گیا یا شُبِّہَ کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف راجع کرو اور اس طرح ترجمہ کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ایک شبیہ اور ہمشکل ان کے سامنے کر دیا گیا تاکہ عیسیٰ سمجھ کر اس کو قتل کریں اور ہمیشہ کے لئے اشتباہ اور التباس میں پڑ جائیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر اس طرح ترجمہ فرماتے ہیں "لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے" یہ ترجمہ اسی اشتباہ کی تفسیر ہے یعنی اس صورت سے وہ اشتباہ اور التباس میں پڑ گئے۔

ابن عباس رضہ سے باسناد صحیح منقول ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو مکان کے ایک دریچہ سے آسمان پر اٹھا لیا اور ان ہی میں سے ایک شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل اور مشابہ بنا دیا یہودیوں نے اس کو عیسیٰ سمجھ کر قتل کر دیا اور بہت خوش ہوئے کہ ہم اپنے مدعا میں کامیاب ہو گئے چنانچہ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد
ابن سنان حدثنا ابو معٰویۃ عن
الاعمش عن المنهال بن عمرو
عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ
قال لما اراد اللہ ان یرفع عیسی الی
السماء خرج علی اصحابہ و فی
البیت اثناء عشر رجلا من
الحواریین یعنی فخرج علیهم
من عین فی البیت وراسہ
یقطر ماء فقال ان منکم من
یکفر بی اثنی عشر مرۃ بعد ان
امن بی قال ایکم یلقی علیہ
شبھی فیقتل مکانی ویکون
معی فی درجتی فقام شاب من
احدثھم سنا فقال لہ اجلس
ثم اعاد علیھم فقام ذلک
الشاب فقال انا فقال ھو انت ذاک
فالقی علیہ شبہ عیسی ورفع
عیسی من روزنۃ فی البیت
الی السماء قال وجاء الطلب من
الیھود فاخذوا الشبہ فقتلوہ

ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ جب حق
تعالیٰ نے عیسٰی علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے
کا ارادہ فرمایا۔ تو عیسٰی علیہ السلام اس چشمہ سے
کہ جو مکان میں تھا غسل فرما کر باہر تشریف لائے
اور سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے
تھے (بظاہر یہ غسل آسمان پر جانے کے لئے
تھا جیسے مسجد میں آنے سے پہلے وضو کرتے
ہیں) باہر مجلس میں بارہ حواریین موجود تھے
ان کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا کہ بے شک تم میں
سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ
مرتبہ کفر کرے گا بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص
تم میں سے اس پر راضی ہے کہ اس پر میری
شباہت ڈال دی جائے اور وہ میری جگہ
قتل کیا جائے اور میرے درجہ میں میرے ساتھ
رہے یہ سنتے ہی ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اپنے
کو اس جاں نثاری کے لئے پیش کیا عیسٰی ع
نے فرمایا بیٹھ جا۔ اور پھر عیسٰی علیہ السلام نے
اسی سابق کلام کا اعادہ فرمایا، پھر وہی نوجوان
کھڑا ہوا اور عرض کیا میں حاضر ہوں ؎
نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ثم صلبوه الی اخر القصة وهذا
اسناد صحیح الی ابن عباس
ورواه النسائی عن ابی کریب عن
ابی معٰویة وکذا ذکر غیر واحد
من السلف انه قال لهم ایکم
یلقی شبهی فیقتل مکانی وهو
رفیقی فی الجنة

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو ہی وہ شخص
ہے! اس کے فوراً ہی بعد اس نوجوان پر
عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی
اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے
آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ بعد ازاں یہود کے
پیادے عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے لئے
گھر میں داخل ہوئے اور اس شبیہ کو عیسیٰ سمجھ
کر گرفتار کیا اور قتل کرکے صلیب پر لٹکایا۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سند اس کی صحیح ہے اور بہت سے سلف سے اسی طرح مروی ہے۔
(تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۸ جلد ۳)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے رفع الی السماء کا بذریعہ وحی پہلے ہی علم ہو چکا تھا اور یہ علم تھا کہ اب آسمان پر جانے کا تھوڑا ہی وقت باقی رہ گیا ہے اور بظاہر یہ غسل آسمان پر جانے کے لئے تھا جیسا کہ عید میں جانے کے لئے غسل ہوتا ہے میرا گمان ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت ذرہ برابر مضطرب اور پریشان نہ تھے بلکہ غایت درجہ سکون اور اطمینان میں تھے بلکہ نہایت درجہ شاداں و فرحاں تھے ؎

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم
راحت جاں طلبم وز پئے جاناں بروم

بعض روایات میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے رفع الی السماء سے پہلے حواریین کی دعوت فرمائی اور خود اپنے دست مبارک سے ان کے ہاتھ دھلاتے اور جاتے رومال کے اپنے جسم کے کپڑوں سے ان کے ہاتھ پونچھے۔ یہ روایت تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۹ ج ۳ پر ہے۔
گویا کہ یہ دعوت رفع الی السماء کا ولیمہ اور رخصتانہ تھا اور احباب و اصحاب کی الوداعی

دعوت تھی۔ الغرض غسل فرما کر برآمد ہونا اور احباب کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانا یہ سب آسمان پر جانے کی تیاری تھی جب فارغ ہو گئے تو اپنے ایک عاشق جاں نثار پر اپنی شباہت ڈال کر روح القدس کی معیت میں معراج کے لئے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ رفع الی السماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معراج جسمانی تھی جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل امین کی معیت میں آسمانوں کی معراج کے لئے روانہ ہوئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت جبرئیل کی معیت میں معراج کے لئے آسمان پر روانہ ہوئے۔

فائدہ

صحیح مسلم میں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب دمشق کے منارۂ شرقیہ پر اتریں گے تو سر مبارک سے پانی ٹپکتا ہو گا۔ سبحان اللہ جس وقت آسمان پر تشریف لے گئے اس وقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور جس وقت قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے اس وقت سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوئے ہوں گے جس شان سے تشریف لے گئے تھے اسی شان سے تشریف آوری ہو گی۔

تنبیہ

سلف میں اس کا اختلاف ہے کہ جس شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈالی گئی وہ یہودی تھا یا منافق عیسائی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخلص حواری گذشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص مومن مخلص تھا اس لئے کہ اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس پر میری شباہت ڈالی جائے گی۔ وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

ایک شبہ کا ازالہ

جس طرح فرشتوں کا بشکل بشر متمثل ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدہا بن جانا قرآن کریم میں منصوص ہے اور انبیاء کرام کے لئے پانی کا شراب اور زیتون بن جانا نصاریٰ کے نزدیک مسلم ہے۔ پس اسی طرح اگر کسی شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ اور ہمشکل بنا دیا جائے، تو کیا استبعاد ہے؟ احیاء موتیٰ کا معجزہ القاء شبیہ کے معجزہ سے کہیں زیادہ بلند تھا لہذا احیاء موتیٰ کی طرح القاء شبیہ کے معجزہ کو بھی بلا شبہ اور بلا تردد تسلیم کرنا چاہیئے۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ

یعنی یہودی حضرت مسیح کو نہ قتل کر سکے اور نہ صلیب دے سکے بلکہ اللہ تعالےٰ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھا لیا جیسا کہ امام رازی نے وَاٰیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرت جبرئیل کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص خصوصیت تھی کہ انہیں کے نفخہ سے پیدا ہوئے، انہیں کی تربیت میں رہے اور وہی ان کو آسمان پر چڑھا کر لے گئے۔ تفسیر کبیر صہ ۴۳۶ ج ا۔ جیسا کہ شب معراج میں حضرت جبرئیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے گئے۔ صحیح بخاری میں ہے ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السماء یہ آیت رفع جسمی کے بارے میں نص صریح ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ اور صحیح اور سالم آسمان پر اٹھا لیا۔ اب ہم اس کے دلائل اور براہین ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں، غور سے پڑھیں۔

(۱)

یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ کی ضمیر اس طرف راجع ہے کہ جس طرف قتلوہ اور صلبوہ کی ضمیریں راجع ہیں اور ظاہر ہے کہ قتلوہ اور صلبوہ کی ضمیریں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے جسم مبارک اور جسد مطہر کی طرف راجع ہیں۔ روح بلا جسم کی طرف راجع نہیں۔ اس لئے کہ قتل کرنا اور صلیب پر چڑھانا جسم ہی کا ممکن ہے۔ روح کا قتل اور صلیب قطعیٰ ناممکن ہے۔ لہذا بل رفعہ کی ضمیر اسی جسم کی طرف راجع ہو گی جس جسم کی طرف قتلوہ اور صلبوہ کی ضمیریں راجع ہیں۔

(۲)

دوم یہ کہ یہود روح کے قتل کے مدعی نہ تھے بلکہ جسم کے قتل کے مدعی تھے اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ سے اس کی تردید کی گئی ہے۔ لہذا بل رفعہ میں رفع جسم ہی مراد ہو گا اس لئے کہ کلمۂ بل کلام عرب میں ماقبل کے ابطال کے لئے آتا ہے۔ لہذا بل کے ماقبل اور مابعد میں منافات اور تضاد کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ولدیت اور عبودیت میں منافات ہے دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مجنونیت اور اتیان بالحق (من جانب اللہ حق کو لے کر آنا) یہ دونوں متضاد اور متنافی ہیں یک جا جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ ناممکن ہے کہ شریعت حقہ کا لانے والا مجنون ہو۔ اسی طرح اس آیت میں یہ ضروری ہے کہ مقتولیت اور مصلوبیت جو بل کا ماقبل ہے وہ مرفوعیت الی اللہ کے منافی ہو جو بل کا مابعد ہے اور ان دونوں کا وجود اور تحقق میں جمع ہونا ناممکن ہے اور ظاہر ہے کہ مقتولیت اور روحانی رفع بمعنی موت میں کوئی منافات نہیں محض روح کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا قتل جسمانی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ شہدا کا جسم تو قتل ہو سکتا ہے۔ اور روح آسمان پر اٹھائی جاتی ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ بل رفعہ اللہ میں رفع جسمانی مراد ہو کہ

جو قتل اور صلیب کے منافی ہے اس لئے کہ رفع روحانی اور رفع عزت اور رفعت شان قتل اور صلیب کے منافی نہیں بلکہ جس قدر قتل اور صلیب ظلماً ہوگا اسی قدر عزت اور رفعت شان میں اضافہ ہوگا اور درجات اور زیادہ بلند ہوں گے۔ رفع درجات کیلئے تو موت اور قتل کچھ بھی شرط نہیں۔ رفع درجات زندہ کو بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اور يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔

یہود حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم کے قتل اور صلب کے مدعی تھے اللہ تعالیٰ نے اس کے ابطال کے لئے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ فرمایا۔ یعنی تم غلط کہتے ہو کہ تم نے اس کے جسم کو قتل کیا۔ یا صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو صحیح وسالم آسمان پر اٹھالیا۔ نیز اگر رفع سے رفع روح بمعنی موت مراد ہے تو قتل اور صلب کی نفی سے کیا فائدہ؛ قتل اور صلب سے غرض موت ہی ہوتی ہے اور بل اضرابیہ کے بعد رفعہ کو بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الی السماء باعتبار ماقبل کے امر ماضی ہے۔ یعنی تمہارے قتل اور صلب سے پہلے ہی ہم نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ جیسا کہ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ میں صیغہ ماضی اس لئے لایا گیا کہ یہ بتلا دیا جائے کہ آپ کا حق کو لے کر آنا کفار کے مجنون کہنے سے پہلے واقع ہو چکا ہے۔ اسی طرح بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الی السماء۔ ان کے مزعوم اور خیالی قتل اور صلب سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔

(۳)

جس جگہ لفظ رفع کا مفعول یا متعلق جسمانی شے ہوگی، تو اس جگہ یقیناً جسم کا رفع مراد ہوگا۔ اور اگر رفع کا مفعول اور متعلق درجہ یا منزلہ یا مرتبہ یا امر معنوی ہو تو اس وقت رفع مرتبت اور بلندی رتبہ کے معنی مراد ہوں گے کما قال تعالیٰ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ۔ اٹھایا ہم نے تم پر کوہ طور اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا اللہ ہی نے بلند

کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ یاد کرو اس وقت کو کہ جب ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسمٰعیل ان کے ساتھ تھے وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا۔ ان تمام مواقع میں لفظ رفع اجسام میں مستعمل ہوا ہے اور ہر جگہ رفع جسمانی مراد ہے اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا اور وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ہم نے بعض کو بعض پر درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے بلند کیا۔ اس قسم کے مواقع میں رفعت شان اور بلندی رتبہ مراد ہے۔ اس لئے کہ رفع کے ساتھ خود ذکر اور درجہ کی قید مذکور ہے۔

ایک حدیث میں ہے اذا تواضع العبد رفعه الله الى السماء السابعة۔ رواه الخرائطی فی مکارم الاخلاق۔ جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان پر اٹھا لیتے ہیں۔ اس حدیث کو خرائطی نے اپنی کتاب مکارم الاخلاق میں ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے۔ کنز العمال ص۱۲۵ ج ۲۔

اس روایت کو مرزائی بہت خوش ہو کر بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں کہ رفع کا مفعول جسمانی شے ہے اور الی السماء کی بھی تصریح ہے مگر باوجود اس کے رفع سے رفع جسمی مراد نہیں بلکہ رفع معنوی مراد ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہاں مجاز کے لئے قرینہ عقلیہ قطعیہ موجود ہے کہ یہ زندگی کے حق میں ہے یعنی جو بندہ لوگوں کے سامنے زمین پر چلتا ہے اور تواضع کرتا ہے تو اس کا مرتبہ اور درجہ اللہ کے یہاں ساتویں آسمان کے برابر بلند اور اونچا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں رفع جسم مراد نہیں بلکہ رفع درجات مراد ہے۔ غرض یہ کہ رفع کے معنی بلندی رتبہ مجازاً بوجہ قرینہ لفظیہ بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ کنز العمال میں روایت مذکورہ کے بعد ہی علی الاتصال یہ روایت مذکور ہے من تواضع لله درجة يرفعه الله درجة حتى يجعله فى عليين

یعنی جس درجہ کی تواضع کرے گا اسی کے مناسب اللہ اس کا درجہ بلند فرمائیں گے یہاں تک کہ جب وہ تواضع کے آخری درجہ پر پہنچ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو علیین میں جگہ دیں گے جو علو اور رفعت کا آخری مقام ہے۔ اس حدیث میں صراحۃً لفظ درجہ کا مذکور ہے اور قاعدہ مسلم ہے الحدیث یفسر بعضہ بعضًا ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر اور شرح کرتی ہے۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ رفع کے معنی اٹھانے اور اوپر لے جانے کے ہیں، لیکن وہ رفع کبھی اجسام کا ہوتا ہے اور کبھی معانی اور اعراض کا ہوتا ہے اور کبھی اقوال اور افعال کا۔ اور کبھی مرتبہ اور درجہ کا۔ جہاں رفع اجسام کا ذکر ہو گا وہاں رفع جسمی مراد ہو گا۔ اور مثلاً جہاں رفع اعمال اور رفع درجات کا ذکر ہو گا وہاں رفع معنوی مراد ہو گا رفع کے یہ معنی کو اٹھانے اور بلند کرنے ہی کے ہیں۔ باقی جیسی شے ہو گی اس کا رفع اسی کے مناسب ہو گا۔

(۴) یہ کہ

اس آیت کا صریح مفہوم اور مدلول یہ ہے کہ جس وقت یہود نے حضرت مسیح کے قتل اور صلب کا ارادہ کیا تو اس وقت قتل اور صلب نہ ہو سکا بلکہ اس وقت حضرت مسیح کا اللہ کی طرف رفع ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ رفع جس کا بل رفعہ اللہ میں ذکر ہے حضرت عیسیٰ کو پہلے سے حاصل نہ تھا بلکہ یہ رفع اس وقت ظہور میں آیا کہ جس وقت یہود ان کے قتل کا ارادہ کر رہے تھے اور وہ رفع جو ان کو اس وقت حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ اس وقت بجسدہ العنصری صحیح و سالم آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ رفعت شان اور بلندی مرتبہ تو ان کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ کے لقب سے پہلے ہی سرفراز ہو چکے تھے۔ لہذا اس آیت میں وہی رفع مراد ہو سکتا ہے کہ جو ان کو یہود کے ارادۂ قتل کے وقت

حاصل ہوا یعنی رفع جسمی۔ اور رفع عزت و منزلت اس سے پہلے ہی ان کو حاصل ہوا یعنی جسمی۔ اور رفع عزت و منزلت اس سے پہلے ہی ان کو حاصل تھا، اس مقام پر اس کا ذکر بالکل بے محل ہے۔

(۵)

یہ کہ رفع کا لفظ قرآن کریم میں صرف دو پیغمبروں کے لئے آیا ہے ایک عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے ادریس علیہ السلام کے لئے۔ کما قال تعالیٰ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ اور ادریس علیہ السلام کے رفع جسمانی کا مفصل تذکرہ کتب تفاسیر[1] میں مذکور ہے۔ لہٰذا تمام انبیاء کرام میں انہیں دو پیغمبروں کو رفع کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا؟ رفع درجات میں تمام انبیاء شریک ہیں اسی رکوع میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء کے قتل کو اس طرح بیان فرمایا وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ مگر ان کے ساتھ بَلْ رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ نہیں فرمایا کیا معاذ اللہ ان انبیاء کے درجات بلند نہیں کئے گئے اور کیا ان حضرات کی ارواح طیبہ آسمان پر نہیں اٹھائی گئیں، اور کیا معاذ اللہ یہ سب نبی ذلت کی موت مرے؟

---

[1] حضرت ادریس علیہ السلام کے رفع الی السماء کا مفصل تذکرہ ذیل کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں تفسیر روح المعانی ص ۱۸۷ ج ۵ و خصائص کبریٰ ص ۱۶۷ ج ۱ ص ۱۶۸ ج ۱ ص ۱۷۴ ج ۱ و تفسیر کبیر ص ۵۴۵ ج ۵ و ارشاد الساری ص ۳۷۰ ج ۵ و فتح الباری ص ۲۲۵ ج ۱۳ و مرقات ص ۲۲۴ ج ۵ و معالم التنزیل ص ۷ ج ۳ و فی عمدۃ القاری ص ۲۲۷ ج ۷۔ القول الصحیح بانہ رفع وہو حی و در منثور ص ۲۴۶ ج ۴ و فی التفسیر ابن جریر ص ۶۳ ج ۱۶۔ ان اللہ رفعہ وہو حی الی السماء الرابعۃ و فی الفتوحات الملکیۃ ص ۳۴۱ ج ۳ و الیواقیت والجواہر ص ۲۴ ج ۲ علی ذا انا بادریس بجسمہ فانہ ما مات الی الآن بل رفعہ اللہ مکانا علیا و فی الفتوحات ص ۵ ج ۲۔ ادریس علیہ السلام بقی حیا بجسدہ و اسکنہ اللہ الی السماء الرابعۃ ۱۲۔

(۶ یہ کہ)

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ اور وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا اور بَلْ رَّفَعَهُ ــــــــ میں

تمام ضمائر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔ جن کو مسیح اور ابن مریم اور رسول اللہ

کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ اور مسیح اور ابن مریم اور رسول یہ جسم معین اور جسد خاص

کے نام اور لقب ہیں روح کے اسماء اور القاب نہیں۔ اس لئے کہ جب تک روح کا تعلق

کسی بدن اور جسم کے ساتھ نہ ہو اس وقت تک وہ روح کسی اسم کے ساتھ موسوم اور

کسی لقب کے ساتھ ملقب نہیں ہوتی وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ

ذُرِّيَّتَهُمْ ۔ وقوله صلی الله علیه وسلم الارواح جنود مجندة ۔ الحدیث

(۷)

یہ کہ یہود کی ذلت ورسوائی اور حسرت اور ناکامی اور عیسیٰ علیہ السلام کی کمال عزت

ورفعت بجسدہ العنصری صحیح وسالم آسمان پر اٹھائے جانے ہی میں زیادہ ظاہر ہوتی ہے

(۸)

یہ کہ رفعت شان اور علو مرتبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں

زندہ اہل ایمان اور زندہ اہل علم کو بھی حاصل ہے کما قال تعالیٰ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۔ بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل علم کو باعتبار

درجات کے۔

(۹)

یہ کہ اگر آیت میں رفع روحانی بمعنی موت مراد ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ رفع روحانی

بمعنی موت یہود کے قتل اور صلب سے پہلے واقع ہوا جیسا کہ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ

جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ ۔ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ؕ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا حق کو لے کر آنا ان کے شاعر اور مجنون کہنے سے پہلے واقع ہوا اسی

طرح رفع روحانی بمعنی موت کو ان کے قتل اور صلب سے مقدم ماننا پڑے گا۔ حالانکہ مرزا صاحب اس کے قائل نہیں۔ مرزا صاحب تو (العیاذ باللہ) یہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یہود سے خلاص ہو کر فلسطین سے کشمیر پہنچے اور عرصۂ دراز تک بقید حیات رہے اور اسی عرصہ میں اپنے زخموں کا علاج کرایا اور پھر طویل مدت کے بعد یعنی ستاسی سال زندہ رہ کر وفات پائی اور سری نگر کے محلہ خان یار میں مدفون ہوئے اور وہیں آپ کا مزار ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب کے زعم کے مطابق عبارت اس طرح ہونی چاہیئے تھی۔ وما قتلوہ بالصلیب بل تخلص منہم وذھب الی کشمیر واقام فیہم مدۃ طویلۃ ثم اماتہ اللہ ورفع الیہ۔

(۱۰)

یہ کہ رفع روحانی بمعنی موت لینے سے وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا کے ساتھ مناسبت نہیں رہتی۔ اس لئے کہ عزیزا اور حکیم اور اس قسم کی ترکیب اس موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے کہ جہاں کوئی عجیب وغریب اور خارق العادات امر پیش آیا ہو اور وہ عجیب وغریب امر جو اس مقام پر پیش آیا وہ رفع جسمانی ہے۔ اس مقام پر عزیزاً حکیماً کو خاص طور پر اسلئے ذکر فرمایا کہ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے۔ وہ عزت والا اور غلبہ والا اور قدرت والا ہے اور نہ یہ خیال کرے کہ جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا خلاف حکمت اور خلاف مصلحت ہے۔ وہ حکیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں دشمنوں نے جب حضرت مسیح پر ہجوم کیا تو اس نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھلا دیا کہ اپنے نبی کو آسمان پر اٹھا لیا اور جو دشمن قتل کے ارادہ سے آئے تھے انہی میں سے ایک کو اپنے نبی کا ہم شکل اور شبیہ بنا کر انہیں کے ہاتھ سے اس کو قتل کرا دیا اور پھر اس شبیہ کے قتل کے بعد ان سب کو شبہ اور اشتباہ میں ڈال دیا۔ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام میں فرماتے ہیں۔

"جاننا چاہیئے کہ اس رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا

کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا۔ پھر تحریر فرماتے ہیں۔

لہذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت کے انکی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ انتہٰی

رفع کے معنی عزت کی موت نہ کسی لغت سے ثابت ہیں اور نہ کسی محاورہ سے اور نہ کسی فن کی اصطلاح ہے محض مرزا صاحب کی اختراع اور گھڑت ہے۔ البتہ رفع کا لفظ محض اعزاز کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے مگر اعزاز رفع جسمانی کے منافی نہیں اعزاز اور رفع جسمانی دونوں جمع ہو سکتے ہیں نیز اگر رفع سے عزت کی موت مراد ہو تو نزول سے ذلت کی پیدائش مراد ہونی چاہیے اس لئے کہ حدیث میں نزول کو رفع کا مقابل قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نزول کے یہ معنی مرزا صاحب کے ہی مناسب ہیں۔

رہا یہ امر کہ آیت میں آسمان میں جانے کی کوئی تصریح نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیۡهِ۔ (اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا) اس کلام کے معنی ہی یہ ہیں کہ اللہ نے آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَیۡهِ۔ کے معنی یہ ہیں کہ فرشتے اور روح الامین اللہ کی طرف چڑھتے ہیں یعنی آسمان پر۔ وقال اللہ تعالیٰ اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ اللہ ہی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عمل صالح کو اوپر اٹھاتا ہے۔ یعنی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ اسی طرح بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیۡهِ، میں آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہوگا۔ اور جس کو خدا تعالیٰ نے ذرا بھی عقل دی ہے وہ سمجھ سکتا ہے بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیۡهِ کے یہ معنی کہ خدا نے ان کو عزت کی موت دی، جس طرح لغت کے خلاف ہیں اسی طرح سیاق و سباق کے بھی خلاف ہیں۔

دوم یہ کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے باسناد صحیح یہ منقول

ہے لما اراد اللہ ان یرفع عیسیٰ الی السماء تفسیر ابن کثیر صد ج ۳ (جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھانے کا ارادہ فرمایا۔ الی آخر القصہ) اس کے علاوہ متعدد احادیث میں آسمان پر جانے کی تصریح موجود ہے وہ احادیث عنقریب ہم نقل کریں گے۔

سوم یہ کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ رفع سے ایسی موت مراد ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسے مقربین کی موت ہوتی ہے کہ ان کی روحیں مرنے کے بعد علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔ اس عبارت سے خود واضح ہے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ سے آسمان پر جانا مراد ہے اس لئے کہ "علیین" اور "مقعد صدق" تو آسمان ہی میں ہیں۔ بہر حال آسمان پر جانا تو مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ آسمان پر حضرت مسیح بن مریم کی فقط روح گئی یا روح اور جسد دونوں گئے۔ سو یہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ آیت میں بجسدہ العنصری رفع مراد ہے۔

حیات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

دوسری دلیل

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝

ربط، یہ آیت گزشتہ آیت ہی کے سلسلہ کی ہے گذشتہ آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کا ذکر تھا جس سے طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اب رفع الی السماء کے بعد کیا ہوگا؟ اس آیت میں اس کا جواب مذکور ہے کہ وہ اس وقت تو آسمان پر زندہ ہیں

مگر قیامت کے نزدیک آسمان سے نازل ہوں گے اور اس وقت تمام اہل کتاب ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے اور چند روز دنیا میں رہ کر انتقال فرمائیں گے اور روضۂ اقدس میں مدفون ہوں گے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے اور یہود بے بہبود جوان کے قتل کے مدعی ہیں ان کو اپنی آنکھوں سے زندہ دیکھ کر اپنی غلطی پر ذلیل اور نادم ہوں گے۔

بیان ربط بعنوان دیگر

گزشتہ آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ یہود کے کفر اور عداوت کا ذکر تھا۔اس آیت میں ان کے ایمان کا ذکر ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے اگرچہ یہود حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت سے منکر تھے۔مگر نزول من السماء کے بعد تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اور ان کی نبوت کی تصدیق کریں گے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آئندہ زمانے میں کوئی شخص اہل کتاب میں سے باقی نہ رہے گا مگر عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ان کی نبوت ورسالت پر ضرور[1] بالضرور ایمان لے آئے گا۔رفع الی السماء سے پہلے تکذیب اور عداوت تھی۔نزول کے بعد تصدیق اور محبت ہوگی اور پھر اس سب کے بعد قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان کی تصدیق و تکذیب اور محبت اور عداوت کی شہادت دیں گے۔تاکہ شہادت کے بعد فیصلہ سنا دیا جائے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور ان کی وفات سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان

---

[1] لیؤمنن بہ میں دو حرف تاکید ہیں۔ایک لام تاکید اور دوسرا نون تاکید مثقلہ۔ایک ضرور لام تاکید کا ترجمہ ہے اور دوسرا ضرور نون تاکید کا ترجمہ ہے۔فافہم ذلک واستقم ۱۲

لے آئیں گے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔

تفسیر آیت

اس آیت کی تفسیر میں صحابہ وتابعین وعلماء مفسرین کے دو قول ہیں:۔

قول اوّل

مشہور اور جمہور کے نزدیک مقبول اور راجح یہ ہے کہ لیؤمننّ کی ضمیر کتابی کیطرف راجع ہے اور بہٖ اور قبل موتہٖ کی دونوں ضمیریں عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ نہیں رہے گا کوئی شخص اہل کتاب میں مگر البتہ ضرور ایمان لے آئے گا زمانہ آئندہ یعنی زمانہ نزول میں عیسٰی علیہ السلام پر عیسٰی علیہ السلام کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسٰی علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں۔

"ونباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آرد بعیسٰی پیش از مردن وروز قیامت عیسٰی گواہ باشد بر ایشان"۔

(ف) مترجم می گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسٰی را البتہ ایمان آرند۔ انتہٰی۔

شاہ ولی اللہ رحمہ کے اس ترجمہ اور فائدہ تفسیریہ سے صاف ظاہر ہے کہ بہٖ اور موتہٖ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔ جیساکہ آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ وَمَا قَتَلُوْهُ اور وَمَا صَلَبُوْهُ اور وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا اور بَلْ رَّفَعَهُ تمام ضمائر مفعول حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف راجع ہیں اور پھر آئندہ آیت وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۔ میں یکون کی ضمیر میں

بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف راجع ہوں گی تاکہ سیاق اور سباق کے خلاف نہ ہو۔
اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی باسناد صحیح یہی منقول ہے کہ بِہٖ
اور مَوْتِہٖ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔ چنانچہ حافظ عسقلانی
رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔

وبهذا جزم ابن عباس فيما رواه ابن جرير من طريق سعيد بن جبير عنه باسناد صحيح ومن طريق ابى رجاء عن الحسن قال قبل موت عيسى والله انه الآن لحى ولكن اذا نزل امنوا به اجمعون ونقله اكثر اهل العلم ورجحه ابن جرير وغيره۔ (فتح الباری ص۳۲۳ ج۶)

اسی کا ابن عباس نے جزم اور یقین کیا جیسا کہ ابن جریر نے بروایت سعید بن جبیر ابن عباس سے باسناد صحیح روایت کیا ہے اور بطریق ابی رجاء حسن بصری سے اس آیت کی تفسیر قبل موت عیسیٰ کے ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں واللہ حضرت عیسیٰ اس وقت بھی زندہ ہیں۔ جب نازل ہوں گے اس وقت ان پر سب ایمان لے
آئیں گے اور یہی اکثر اہل علم سے منقول ہے اور اسی کو ابن جریر وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے۔

اور قتادہ اور ابومالک سے بھی یہی منقول ہے کہ قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے۔ (تفسیر ابن جریر ص۱۸ ج۶)

اور حضرت ابوہریرہ رضؓ کی ایک روایت میں ہے جس کو امام بخاری رحؒ اور امام مسلم نے روایت کیا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہ اور موتہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔

عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير

ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک عنقریب تم میں عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے در آں حالیکہ

ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر لہ من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابو ھریرۃ واقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیھم شھیدا۔

کہ وہ فیصلہ کرنے والے اور انصاف کرنے والے ہوں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور لڑائی کو ختم کر دیں گے، مال کو بہا دیں گے۔ یہاں تک کہ مال کو قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا اور ایک سجدہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا پھر ابوہریرہؓ یہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو اس کی تصدیق کیلئے یہ آیت پڑھو۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۔

حافظ عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :۔

وھذا مصیر من ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ الی ان الضمیر فی قولہ بہ وموتہ یعود علی عیسٰی علیہ السلام ای الا لیؤمنن بعیسٰی قبل موت عیسٰی۔

(فتح الباری ص ج ۶)

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اس طرح آیت کا پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ بہ اور موتہ کی ضمیریں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع ہیں یعنی ہر شخص زمانہ آئندہ میں حضرت عیسٰی کی موت سے پہلے حضرت عیسٰی پر ضرور ایمان لے آئے گا۔

ایک وہم کا ازالہ

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اقرؤا ان شئتم الی آخرہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں بلکہ ابوہریرہ رضؓ کا استنباط ہے جو حجت نہیں۔ خلاصہ یہ کہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ صحابی کا اثر ہے۔

جواب

یہ ہے کہ حدیث کتاب اللہ کی شرح ہے۔ قرآن کریم میں جو چیز اجمالاً مذکور ہے حدیث

اس کی تفصیل ہے۔ اس لئے فقہاء صحابہ اس تتبع اور تلاش میں رہتے تھے کہ احادیث نبویہ اور کلمات طیبہ کے منشا اور ماخذ کا پتہ کتاب اللہ سے چلائیں اور ارشادات نبویہ کا کلمات الٰہیہ سے استنباط کریں۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں تطبیق اور توفیق دینا اور حدیث کی تصدیق اور مزید توثیق کے لئے کتاب اللہ کی کسی آیت سے استشہاد کرنا یہ ہر شخص کا کام نہیں۔ جس کو خدائے تعالیٰ نے تفقہ اور استنباط کی نعمت اور دولت سے سرفراز فرمایا ہو وہی کر سکتا ہے اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ اکثر حدیث کی روایت کر کے استشہاداً کوئی آیت تلاوت فرمایا کرتے ہیں اور وہ اکثر اپنی رائے سے نہیں ہوتی، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے منقول ہوتی ہے لیکن بعض مرتبہ اس کی تصریح فرما دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور بعض مرتبہ اختصاراً فقط آیت کی تلاوت پر ہی اکتفاء فرماتے ہیں۔ لیکن تتبع اور استقراء جب کیا جاتا ہے تو دوسری سند سے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح مل جاتی ہے۔ چنانچہ یہ آیت بھی اسی قبیل سے ہے اور اس کی چند نظائر ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں۔

نظیر اوّل

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تفضل صلوٰۃ الجمیع صلوٰۃ احدکم وحدہ بخمس وعشرین جزءا وتجتمع ملائکۃ اللیل والنہار فی صلوٰۃ الفجر ثم یقول ابوھریرۃ اقرؤا ان شئتم ان قراٰن الفجر

ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ جماعت کی نماز تنہا نماز سے پچیس درجہ بڑھ کر ہے اور صبح کی جماعت میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں، پھر ابوہریرہ رض نے کہا کہ اگر قرآن سے اس کی تصدیق و تائید چاہو تو یہ آیت پڑھ لو اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ○

فان شهدوا

(بخاری شریف ومسند احمد)

(اخرجه البخاری ص۹ واحمد بن حنبل فی مسنده ص۲۳۳ وص۳۱۲ ج۲)

نظیر دوم

عن ابی هریرة یقول قال النبی صلی الله علیه وسلم لیس المسکین الذی لا واقوا ان شئتم یعنی قوله تعالی لا یسئلون الناس الحافا (اخرجه البخاری ص۹ واحمد بن حنبل فی مسنده ص۳۹۵ ج۲)

ابوہریرہ رض روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں کہ جس کو ایک دو لقمہ دے کر واپس کر دیا جائے۔ اصل مسکین وہ ہے جو سوال ہی سے بچتا ہو اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط (بخاری ومسند احمد)

نظیر سوئم

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من مولود الا یولد علی الفطرة فابواه یهودانه او ینصرانه او یمجسانه کما تنتج البهیمة البهیمة جمعاء هل تحسون فیها من جدعاء ثم یقول فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذلک الدین القیم اه۔ (بخاری شریف)

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ بعد میں اس کے ماں باپ یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا الآیة

نظیر چہارم

عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال خلق الله الخلق فلما فرغ منه قامت الرحم فاخذت بحقو الرحمن فقال لها مه قالت هذا مقام العائذ بك من القطیعة قال الا ترضین ان اصل من وصلك واقطع من قطعك قالت بلی یارب قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فاقرأوا ان شئتم فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اخرجه البخاری ص [illegible] وفی روایة قال ابو هریرة اقرأوا ان شئتم فکان رسول الله صلی الله علیه وسلم (اخرجه البخاری ص [illegible])

ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو تمثالی طور پر قرابتوں نے دست بستہ عرض کیا کہ ہم قرابت قطع کرنے والوں سے پناہ مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ جو تم کو وصل کرے اس کو میں اپنے سے ملاؤں اور جو تم کو قطع کرے اس سے میں بھی قطع تعلق کروں؟ قرابتوں نے عرض کیا کیوں نہیں اے پروردگار اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس تمہارے لئے یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ (بخاری شریف ص [illegible])

نظیر پنجم

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الله تبارك وتعالی اعددت لعبادی الصالحین ما لا

ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ

عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر
علی قلب بشر واقرأوا ان شئتم فلا
تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة
اعین الخ

(اخرجه البخاری ص۲۳۷ واحمد بن حنبل)

نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ جو نہ آنکھوں نے دیکھیں
اور نہ کانوں نے سنیں اور نہ کسی دل میں ان کا
خطرہ گذرا۔ اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۔
(بخاری شریف و مسند احمد)

نظیر ششم

عن ابی هریرة یبلغ به النبی صلی
الله علیه وسلم قال ان فی الجنة
شجرة یسیر الراکب فی ظلها مائة عام
لا یقطعها واقرأوا ان شئتم وَظِلٍّ
مَّمْدُوْدٍ۔

اخرجه البخاری ص۴۲۳ واحمد بن
حنبل فی مسنده ص۴۴۲ ج۲۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے
جس کے سایہ میں سوار سو برس بھی چلے تو قطع
نہیں کر سکے گا۔ اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو
وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ
بخاری شریف و
مسند احمد

نظیر ہفتم

عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه
وسلم قال ما من مومن الا وانا
اولی به فی الدنیا والاخرة واقرأوا ان
شئتم النبی اولی بالمومنین من
انفسهم الخ۔ اخرجه البخاری ص۳۲۳ و

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ ہر مومن کے ساتھ میں اس کی
جان سے زیادہ اس کے ساتھ دنیا اور آخرت
میں قریب ہوں اور اگر چاہو تو آیت پڑھ لو اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی
بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ بخاری شریف و

احمد بن حنبل فی مسندہ صفحہ ۲۳۲ وصفحہ ۲۳۳ ج ۲ - مسند واحمد

نظیر ہشتم

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تقوم الساعۃ حتی تطلع الشمس من مغربھا فاذا طلعت ورآھا الناس امن من علیھا فذلک حین لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا ۔

اخرجہ الامام الاحمد فی مسندہ صفحہ ۲۳۱ ج ۲ وصفحہ ۳۱۳ ج ۲ وصفحہ ۳۹۸ ج ۲ وصفحہ ۵۳۰ ج ۲

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی کہ جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ کرے اور جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا اور لوگ اس کو دیکھ لیں گے تو اس وقت سب ایمان لے آئیں گے۔ مگر اس وقت یہ ایمان نفع نہیں دے گا اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو لَا یَنفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا ۔

مسند احمد

نظیر نہم

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مولود الا نخسہ الشیطان الا ابن مریم وامہ ثم قال ابوھریرۃ اقرؤا ان شئتم انی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطان الرجیم ۔

آہ مسند احمد صفحہ ۲۳۳ ج ۲

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ کو شیطان ولادت کے وقت کوچہ دیتا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کہ وہ اس سے محفوظ رہے پھر ابوہریرہؓ نے کہا اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔
اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔

نظیر دہم

عن ابی ہریرۃ فی حدیث طویل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ سئل عن الحمر الاھلیۃ فقال ما انزل اللہ علی فیھا الا ھذہ الآیۃ الجامعۃ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔
(بخاری ومسلم ومسند امام احمد صـ۲۶۲ ج۲)

ابوہریرہ رض راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ اس بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ مگر یہ آیت جامعہ فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ۔
(بخاری ومسلم ومسند احمد)

حضرات اہل انصاف کو ان نظائر سے غالباً یہ اچھی طرح منکشف ہو گیا ہو گا کہ حضرت ابوہریرہ رض جب کسی حدیث کے بعد کوئی آیت استشہاداً ذکر فرماتے ہیں تو وہ مرفوع بھی ہوتی ہے چنانچہ اس حدیث کے بعض رواۃ کو اس کے مرفوع ہونے کا گمان ہے جیسا کہ مسند امام احمد بن حنبل کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

حدثنا عبد اللہ قال حدثنی یزید انا سفیان عن الزہری عن حنظلۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسی ابن مریم فیقتل الخنزیر ویمحوا الصلیب الی ان قال ثم تلا ابو ہریرۃ وان من اھل الکتب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیھم شھیدا فزعم حنظلۃ ان ابا ہریرۃ قال یومن بہ قبل موت عیسی فلا ادری ھذا کلہ حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم او شیء قالہ ابو ہریرۃ انتھی۔

مسند صـ۲۹۰ ج۲ واخرجہ ابن کثیر صـ۲۳۵ ج۲

یعنی حنظلہ کہتے ہیں کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ یہ روایت از اوّل تا آخر سب حدیث

مرفوع ہے یا آخری حصہ ابوہریرہ رضہ کا قول ہے۔ واللہ اعلم۔

اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالٰی سے منقول کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضہ کی کل روایتیں مرفوع ہیں۔ گو بظاہر وہ موقوف ہوں

عن محمد بن سیرین انہ کان اذا حدث عن ابی ھریرۃ فقیل لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کل حدیث ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ انتھی۔ شرح معانی الآثار صلا ج ۱ باب سورۃ المرتی۔

اور جلال الدین سیوطی رح نے تفسیر درمنثور کے ص۲۴۲ ج ۲ پر اس روایت کو مرفوعاً نقل فرمایا ہے وہ یہ ہے:۔

اخرج ابن مردویہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان ینزل فیکم ابن مریم عدلاً یقتل الدجال ویقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی یکون السجدۃ واحدۃ للہ رب العلمین واقرأوا ان شئتم وان من اھل الکتب الا لیومنن بہ قبل موتہ ط موت عیسی بن مریم ثم یعیدھا ابوھریرۃ ثلث مرات۔ انتھی۔

اور ثُمَّ یُعِیْدُھَا کا لفظ نہایت صاف طور سے اس کو ظاہر کر رہا ہے کہ اس سے ماقبل کا سب حصہ مرفوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ ابوہریرہ ہی کا قول ہے تب بھی حجت ہے۔ ایک صحابی کا صحابہ کرام کے مجمع میں کسی بات کو علی الاعلان کہنا اور صحابہ کرام کا اس پر سکوت فرمانا یہ اجماع سکوتی کہلاتا ہے اور صحابہ کرام کا اجماع بہ اتفاق علمائے امت حجت قاطعہ ہے۔ اور خصوصاً وہ بات کہ جو بار بار اور مختلف مجامع میں کہی گئی ہو اور صحابہ نے اس پر کوئی اعتراض نہ فرمایا ہو اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ امر صحابہ کے نزدیک بالکل مسلم

ہے اگر قابل انکار ہوتا تو ضرور صحابہ اس پر انکار فرماتے۔ صحابہ کرام سے یہ ناممکن ہے کہ ان کے سامنے کوئی قول منکر کہا جاتے اور وہ اس پر انکار نہ فرمائیں۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رض کا قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع کرنا اور صحابہ کرام رض سے مجامع اور مجالس میں اس کو بار بار بیان فرمانا اور کسی صحابی کا اس میں انکار نہ کرنا اس امر کی قطعی اور صریح دلیل ہے کہ یہ امر تمام صحابہ کے نزدیک مسلم تھا۔ حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

وقد اختار کون الضمیر بعیسٰی ابن جریر وبہ قال جماعۃ من السلف وھو الظاھر لانہ تقدم ذکر عیسٰی وذھب کثیر من التابعین فمن بعدھم الی ان المراد قبل موت عیسٰی کما روی عن ابن عباس قبل ھذا - فتح الباری

دونوں ضمیروں کا یعنی بہ اور موتہ کی ضمیروں کا حضرت عیسٰی کی طرف راجع ہونا اس کو امام ابن جریر اور سلف کی ایک جماعت نے راجح قرار دیا ہے اور قرآن کریم کا سیاق بھی اس کو مقتضی ہے کیونکہ گذشتہ کلام میں حضرت عیسٰی ہی کا ذکر ہے اور تابعین اور تبع تابعین کثرت سے اسی طرف ہیں کہ آیت کی مراد یہ ہے کہ قبل موت عیسٰی یعنی عیسٰی علیہ السلام کے مرنے سے پہلے جیسا کہ ابن عباس رض سے مروی ہے۔

قول ثانی

آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ بہٖ کی ضمیر تو عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسٰی کی نبوت و رسالت اور ان کی عبدیت پر ایمان لے آتا ہے جیسا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِھِمْ اسی معنی کی صریح مؤید ہے یعنی نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے

مگر وہ ضرور ایمان لے آئیں گے اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت و رسالت پر یعنی اس بات پر کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ خدا اور خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ مگر یہ ایمان چونکہ خروج روح کے وقت ہوتا ہے۔ اس لئے شرعًا معتبر نہیں اور نہ آخرت میں نجات کے لئے کافی ہے۔ اس قرأت میں بجائے قَبْلَ مَوْتِہٖ کے قَبْلَ مَوْتِھِمْ بصیغہ جمع آیا ہے جو صراحتًہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قَبْلَ مَوْتِھِمْ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ لہٰذا اسی طرح دوسری قرأت میں بھی قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہونی چاہیئے تاکہ دونوں قرأتیں متفق ہو جائیں۔ حافظ عسقلانی فتح الباری ص۳۵۵ ج ۶ میں فرماتے ہیں۔

ورجح جماعة هذا المذهب بقراءة ابي ابن كعب الا ليؤمنن بالضم به قبل موتهم اى اهل الكتاب قال النووى معنى الاية على هذا ليس من اهل الكتاب احد يحضره الموت الا آمن عند المعاينة قبل خروج روحه بعيسى عليه السلام و انه عبد الله ولكن لا ينفعه هذا الايمان فى تلك الحالة كما قال الله عز وجل وليست التوبة للذين يعملون السيئات حتى اذا حضر احدهم الموت قال انى تبت الآن۔

(فتح الباری ص۳۵۵ ج ۶)

علماء کی ایک جماعت نے ابی بن کعب کی قرأت کی بناء پر اس قول کو راجح قرار دیا ہے کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور اس قول کی بناء پر آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر کتابی اپنی روح نکلنے سے پہلے اس بات پر ایمان لے آتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ مگر ایسی حالت میں ایمان اس کو نافع اور مفید نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولیست التوبۃ الایۃ یعنی جب موت آجائے تو اس وقت توبہ مقبول نہیں۔

فتح الباری

ترجیح ارجح وتصحیح اصح

جمہور سلف اور خلف کے نزدیک آیت کی تفسیر میں راجح اور مختار قول اول ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ اس لئے کہ اس قول کا دارومدار ابی بن کعبؓ کی قرأت پر ہے اور یہ قرأت شاذ ہے۔ کسی صحیح یا سند سے بھی ثابت نہیں۔ سند کے راوی ضعیف اور مجروح ہیں۔ تفسیر ابن جریر میں اس قرأت کی اسانید مذکور ہیں اور علیٰ ہذا اس باب میں جس قدر روایتیں ابن عباس رضؓ سے مروی ہیں وہ بھی ضعیف ہیں امام جلیل وکبیر حافظ عماد الدینؒ بن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں...

واولی ھذہ الاقوال بالصحۃ القول الاول وھو انہ لا یبقی احد من اھل الکتاب بعد نزول عیسی علیہ السلام الا اٰمن بہ قبل موتہ ای قبل موت عیسٰی علیہ السلام ولا شک ان ھذا الذی قالہ ابن جریر ھو الصحیح لانہ مقصود من سیاق الاٰی و ھذا القول ھو الحق کما سنبینہ بالدلیل القاطع ان شاء اللہ تعالیٰ وبہ الثقۃ وعلیہ التکلان۔

۱؎ تفسیر ابن کثیر ص۲۳۳ ج ۲

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ صحیح قول فقط یہی ہے کہ دونوں ضمیریں عیسٰی علیہ السلام کیطرف راجع ہیں اور آیت کی تفسیر اس طرح کی جائے کہ آئندہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں تمام اہل کتاب عیسٰی علیہ السلام کے نزول کے بعد ایمان لے آئیں گے کہ عیسٰی علیہ السلام بے شک رسول ہیں اور یہی ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی صحیح اور درست ہے کیونکہ سیاق آیت سے عیسٰیؑ علیہ السلام ہی کا ذکر مقصود ہے اور یہی قول حق ہے جیسا کہ ہم اس کو دلیل قطعی سے ثابت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد ہے اور اسی پر

بھروسہ ہے۔ تفسیر ابن کثیر

اور دلیل قطعی سے وہ احادیث متواترہ مراد ہیں کہ جن میں صراحۃً یہ مروی ہے کہ قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس وقت کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے۔

تطبیق وتوفیق

جاننا چاہیے کہ دو قراءتیں دو مستقل آیتوں کا حکم رکھتی ہیں۔ ابی بن کعبؓ کی قرأت سے ہر کتابی کا اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی نبوت پر ایمان لانا معلوم ہوتا ہے اور قرأت متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ آئندہ میں تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔ ان دونوں قراءتوں میں کوئی تعارض نہیں دونوں حق ہیں۔ ہر ایک قرأت بمنزلہ مستقل آیت کے ہے جو حجت ہے ہر کتابی اپنے مرنے کے وقت بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لاتا ہے اور جب قیامت کے قریب حضرت مسیح آسمان سے نازل ہوں گے اس وقت بھی ہر کتابی حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئے گا۔ قرأت متواترہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور نزول کا ذکر ہے اور اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے۔ جو نزول کے بعد لائیں گے۔

اور ابی بن کعبؓ کی قرأت شاذہ میں حضرت مسیح کی حیات اور نزول کا ذکر نہیں۔ نہ حیات کا ذکر ہے نہ وفات کا۔ فقط اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے کہ جو اہل کتاب اپنی روح نکلتے وقت لاتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر قرأت میں ایک جدا واقعہ کا ذکر ہے جیسا کہ اَلٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ میں دو قرأتیں ہیں ایک معروف اور ایک مجہول۔ اور ہر قرأت میں علیحدہ علیحدہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے یہی وجہ ہے کہ جن حضرات صحابہ اور تابعین سے یہ قرأت

شاذہ منقول ہے وہ سب کے سب بالاتفاق حضرت مسیح علیہ السلام کے بجسدہٖ العنصری آسمان پر اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب آسمان سے اترنے کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ تفسیر در منثور میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور محمد بن الحنفیہ سے مروی[1] ہے کہ لوگ حضرت مسیح سے پہلے مریں گے وہ اپنی موت کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ نزول کو پائیں گے وہ تمام حضرت مسیح پر حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ لہٰذا ابی بن کعبؓ کی قرأت نزول عیسیٰ سے پہلے مرنے والوں کے حق میں ہے اور قرأت متواترہ ان لوگوں کے حق میں ہے کہ جو نزول کے بعد حضرت مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے

---

[1] وہ روایت یہ ہے۔ اخرج ابن المنذر عن شہر بن حوشب قال قال لی الحجاج یا شہر آیۃ من کتاب اللہ ما قرأتہا الا اعترض فی نفسی منہا شئ قال اللہ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ وانی اوتی بالاساری فاضرب اعناقہم ولا اسمعہم یقولون شیئا فقلت رفعت الیک علی غیر وجہہا ان النصرانی اذا خرجت روحہ ضربتہ الملائکۃ من قبلہ ومن دبرہ وقالوا ای خبیث ان المسیح الذی زعمت انہ اللہ وابن اللہ او ثالث ثلثۃ۔ عبد اللہ وروحہ وکلمتہ فیؤمن حین لا ینفعہ ایمانہ وان الیہودی اذا خرجت نفسہ ضربتہ الملائکۃ من قبلہ ودبرہ وقالوا ای خبیث ان المسیح الذی زعمت انک قتلتہ عبد اللہ وروحہ فیؤمن بہ حین لا ینفعہ الایمان فاذا کان عند نزول عیسیٰ آمنت بہ احیاؤہم کما آمنت بہ موتاہم فقال من این اخذتہا فقلت من محمد بن علی قال لقد اخذتہا من معدنہا قال شہر وایم اللہ ما حدثنیہ الا ام سلمۃ ولکنی احببت ان اغیظہ ۱۲ تفسیر در منثور ص۲۴۱ ج ۲۔

پھر یہ کہ اہل کتاب جو اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں، وہ بھی یہی ایمان لاتے ہیں کہ عیسیٰ ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ صحیح وسالم آسمان پر اٹھا لئے گئے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

اخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن شہر بن حوشب فی قولہ تعالیٰ وان من اہل الکتٰب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ عن محمد بن علی ابن ابی طالب وھو ابن الحنفیۃ قال لیس من اہل الکتٰب احد الا اتتہ الملٰئکۃ یضربون وجھہ ودبرہ ثم یقال یا عدو اللہ ان عیسٰی روح اللہ وکلمتہ کذبت علی اللہ وزعمت انہ اللہ ان عیسٰی لم یمت وانہ رفع الی السماء وھو نازل قبل ان تقوم الساعۃ فلا یبقی یھودی ولا نصرانی الا اٰمن بہ انتھٰی۔ تفسیر درمنثور ص۲۴۱ ج۲

(ترجمہ) عبد بن حمید اور ابن منذر نے بروایت شہر بن حوشب محمد بن علی بن الحنفیہ سے آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ الخ کی تفسیر اس طرح روایت کی ہے کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر آتے ہیں فرشتے اس کی موت کے وقت اور خوب مارتے ہیں اس کے چہرے اور سرین پر اور کہتے ہیں کہ اے اللہ کے دشمن! بے شک عیسیٰ اللہ کے خاص روح ہیں۔ تحقیق عیسیٰ ابھی نہیں مرے اور تحقیق آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے اور وہ قیامت سے پہلے نازل ہوں گے پس اس وقت کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ رہے گا۔ مگر حضرت مسیح پر ضرور ایمان لائے گا۔

عجب نہیں کہ جس طرح مشرکین کو مرنے کے وقت عقیدۂ فاسدہ پر توبیخ اور سرزنش کی جاتی ہے۔ اسی طرح اہل کتاب کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط عقیدہ کی بناء پر توبیخ کی جاتی ہو۔ کما قال اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ

امام ابن جریر اور ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جب موت کا نزول ہوتا ہے تو حق اور باطل کا فرق واضح ہو جاتا ہے جب تک دین حق اور دین باطل کا امتیاز نہ ہو جائے اس وقت تک روح نہیں نکلتی۔ اسی طرح ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آتا ہے اور حضرت عیسٰی کے بارے میں اس پر حق واضح ہو جاتا ہے۔

حیات عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

تیسری دلیل

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝ إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

ترجمہ و تفسیر

یہودیوں نے عیسٰی علیہ السلام کے پکڑنے اور قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت اور عصمت کی ایسی تدبیر فرمائی، جو ان کے وہم و گمان سے بھی بالا اور برتر تھی۔ وہ یہ کہ ایک شخص کو عیسٰی علیہ السلام کی ہم شکل بنا دیا اور عیسٰی علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور یہودی جب گھر میں داخل ہوئے تو اس ہم شکل کو پکڑ کر لے گئے اور اور عیسٰی سمجھ کر اس کو قتل کیا اور سولی پر چڑھایا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر فرمانے

والے ہیں۔ کوئی تدبیر اللہ کی تدبیر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی پریشانی دور کرنے کے لئے یہ فرمایا کہ اے عیسیٰ تم گھبراؤ نہیں تحقیق میں تم کو تمہارے ان دشمنوں سے بلکہ اس جہان ہی سے پورا پورا لے لوں گا اور بجائے اس کے کہ یہ ناہنجار تجھ کو پکڑ کر لے جائیں اور صلیب پر چڑھائیں میں تجھ کو اپنی پناہ میں لے لوں گا اور آسمان پر اٹھاؤں گا کہ جہاں کوئی پکڑنے والا پہنچ ہی نہ سکے اور تجھ کو ان ناپاک اور گندوں سے نکال کر پاک اور صاف اور مطہر اور معطر جگہ میں پہنچا دوں گا کہ تجھ کو کفر اور عداوت کا رائحہ بھی محسوس نہ ہو اور یہ ناہنجار تجھ کو بے عزت کر کے تیرے اور تیرے دین کے اتباع سے لوگوں کو روکنا چاہتے ہیں۔ اور میں اس کے بالمقابل تیرے پیروؤں کو تیرے کفر کرنے والوں پر قیامت تک غالب اور فائق رکھوں گا تیرے خدام اور غلام ان پر حکمران ہوں گے اور یہ ان کے محکوم اور باج گزار ہوں گے۔ قیامت کے قریب تک یوں ہی سلسلہ رہے گا کہ نصاریٰ ہر جگہ یہود پر غالب اور حکمران رہیں گے اور یہود اپنی ذلت و مسکنت کا اور حضرت مسیح بن مریم کے نام لیواؤں کی عزت و رفعت کا مشاہدہ کرتے رہیں گے اور اندر سے تلملاتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ جب قیامت قریب آجائے گی اور دجال کو جیل خانہ سے چھوڑ دیا جائے گا تاکہ یہود بے بہبود اپنی عزت اور حکومت قائم کرنے کے لئے اس کے اردگرد جمع ہو جائیں تو یکایک عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بصد جاہ و جلال آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو جو یہود کا بادشاہ بنا ہوا ہوگا اس کو تو خود اپنے دست مبارک سے قتل فرمائیں گے اور باقی یہود کا قتل و قتال اور اس جماعت کا بالکلیہ استیصال امام مہدی اور مسلمانوں کے سپرد ہوگا۔ دجال کے متبعین کو چن چن کر قتل کیا جائے گا نزول سے پہلے یہود اگرچہ حضرت مسیح کے غلام اور محکوم تھے مگر زندہ رہنے کی تو اجازت

لہ اشارۃ الی الاتباع فَلَمَّا اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْکُفْرَ ۱۲

تھی مگر حضرت مسیح کے نزول کے بعد زندہ رہنے کی بھی اجازت نہ رہے گی ایمان لے آؤ یا اپنے وجود سے بھی دست بردار ہو جاؤ اور نصاریٰ کو حکم ہو گا کہ میرے الوہیت ابنیت کے عقیدہ سے تائب ہو جاؤ اور مسلمانوں کی طرح مجھ کو اللہ کا بندہ اور رسول سمجھو اور صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کریں گے اور سوائے دین اسلام کے کوئی دین قبول نہ فرمائیں گے۔

الغرض نزول کے بعد اس طرح تمام اختلافات کا فیصلہ فرمائیں گے جیسا کہ آئندہ آیت میں اس طرف اشارہ فرماتے ہیں ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ پھر تم سب کو میری طرف لوٹنا ہے پس اس وقت میں تمہارے اختلافات کا فیصلہ کردوں گا۔ وہ فیصلہ یہ ہو گا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہود کا یہ زعم باطل ہو جائے گا کہ ہم نے حضرت مسیح کو قتل کر دیا۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ اور نصاریٰ کا یہ زعم باطل ہو گا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں اور حیات مسیح کے مسئلہ کا فیصلہ ہو جائے گا اور روز روشن کی طرح تمام عالم پر یہ واضح ہو جائے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور اسی جسم کے ساتھ آسمان سے اترے ہیں۔

لفظ توفی کی تحقیق

قبل اس کے کہ ہم آیات کی مفصل تفسیر کریں لفظ توفی کی تحقیق ضروری سمجھتے ہیں۔

توفی وفا سے مشتق ہے جس کے معنی پورا کرنے کے ہیں، یہ مادہ خواہ کسی شکل اور کسی ہیئت میں ظاہر ہو مگر کمال اور تمام کے معنی کو ضرور لئے ہوئے ہو گا کما قال تعالیٰ أَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا وقال تعالیٰ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ ناپ کو پورا کرو جب تم ناپو يُوفُونَ بِالنَّذْرِ اپنی

نذروں کو پورا کرتے ہیں وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ جز ایں نیست کہ تم پورا پورا اجر قیامت کے دن دیئے جاؤ گے۔ یعنی کچھ تھوڑا بہت اجر تو دنیا میں بھی مل جائے گا مگر پورا پورا اجر قیامت کے دن ہی ملے گا۔

اور لفظ توفی جو اسی مادہ یعنی وفا سے مشتق ہے اس کے اصلی اور حقیقی معنی اخذ الشئی وافیا کے ہیں یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا کہ باقی کچھ نہ رہے قرآن اور حدیث اور کلام عرب میں جس جگہ بھی یہ لفظ مستعمل ہوا ہے سب جگہ توفی سے استیفاء اور اکمال اور اتمام ہی کے معنی مراد لئے گئے ہیں۔ توفی سے اگر کسی جگہ موت کے معنی مراد لئے گئے ہیں تو وہ کنایۃً اور لزوماً مراد لئے گئے ہیں اس لئے کہ استیفاء عمر اور اتمام عمر کے لئے موت لازم ہے۔ توفی عین موت نہیں بلکہ موت تو توفی بمعنی اکمال عمر اور اتمام زندگی کا ایک ثمرہ اور نتیجہ ہے چنانچہ لسان العرب صفحہ ۳۹۰ ج ۲۰ میں ہے:۔

توفی المیت استیفاء مدتہ التی وفیت لہ وعدد ایامہ وشہورہ واعوامہ فی الدنیا۔

یعنی میت کے توفی کے معنی یہ ہیں کہ اس کی مدت حیات کو پورا کرنا اور اس کی دنیاوی زندگی کے دنوں اور مہینوں اور سالوں کو پورا کر دینا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کا وصال یا انتقال ہوگیا۔ وصال کے اصلی معنی ملنے کے ہیں اور انتقال کے اصلی معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانے کے ہیں۔ بزرگوں کی موت کو موت کے لفظ سے تعبیر کرنا عرف میں خلاف ادب سمجھا جاتا ہے اس لئے بجائے موت کے لفظ وصال اور انتقال مستعمل ہوتا ہے یعنی اپنے رب سے جا ملے اور دار فانی سے دار جاودانی کی طرف انتقال فرمایا اور کبھی اس طرح کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ رحلت فرماتے عالم آخرت ہوئے یا یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس عالم سے رخصت ہوا یا فلاں شخص گزر گیا۔ تو کیا اس استعمال سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وصال اور انتقال اور رحلت اور رخصت وغیرہ ان الفاظ کے حقیقی اور اصلی معنی موت کے ہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ اصلی اور

حقیقی معنی تو اور ہیں۔ تشریف اور تکریم کی غرض سے بزرگوں کی موت کو وصال اور انتقال کے لفظ سے تعبیر کر دیا۔ اسی طرح توفی کے لفظ کو سمجھئے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو استیفاء اور اکمال کے ہیں۔ مگر بعض مرتبہ بغرض تشریف و تکریم کسی کی موت کو توفی کے لفظ سے کنایۃً تعبیر کر دیا جاتا ہے جس سے قادیان اور ربوہ کے احمق اور نادان یہ سمجھ گئے کہ توفی کے حقیقی معنی ہی موت کے ہیں۔

علامہ زمخشری اساس البلاغہ ص ۳۰۲ ج ۲ میں تصریح فرماتے ہیں کہ توفی کے حقیقی اور اصلی معنی استیفاء اور استکمال کے ہیں اور موت کے معنی مجازی ہیں۔

وفی بالعہد واوفی بہ وھو وفی من قوم وفیاً اوفاہ واستوفاہ وتوفاہ استکملہ ومن المجاز توفی وتوفاہ اللہ ادرکتہ الوفاۃ۔ اھ

اور علیٰ ہذا علامہ زبیدی تاج العروس شرح قاموس ص ۳۹۴ ج ۱۰ میں فرماتے ہیں۔

وفی الشیء وفیاً تم وکثر فھو وفی ووافٍ بمعنی واحد وکل شیء بلغ الکمال فقد وفی وتم ومنہ اوفی فلاناً حقہ اذا اعطاہ وافیاً واوفاہ فاستوفی وتوفاہ ای لم یدع شیئاً منہ اعطاہ وعان الاوفاہ ووفاہ ومن المجاز ادرکتہ الوفاۃ ای المنیۃ والموت وتوفی فلان اذا مات وتوفاہ اللہ عزوجل اذا قبض نفسہ اھ۔

اب ہم چند آیتیں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جس سے صاف طور پر یہ معلوم ہو جائے گا کہ توفی کی حقیقت موت نہیں بلکہ توفی موت کے علاوہ کوئی اور شے ہے۔

آیت اوّل

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔

یعنی اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے، روحوں کو جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مرے ان کو قبض کرتا ہے وقت نیند کے پس روک لیتا ہے ان کو جن پر مقدر کی ہے اور واپس بھیج دیتا ہے انکو وقت مقرر تک۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ توفی بعینہ موت کا نام نہیں بلکہ توفی موت کے علاوہ کوئی اور شے ہے کہ جو کبھی موت کے ساتھ جمع ہوتی ہے اور کبھی نیند کے ساتھ یعنی تمہاری جانیں خدا کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔ ہر روز سوتے وقت تمہاری جانیں کھینچتا ہے اور پھر واپس کر دیتا ہے مرنے تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور جب موت کا وقت ہوتا ہے تو پھر جان کھینچنے کے بعد واپس نہیں کی جاتی۔

خلاصہ یہ کہ آیۂ ہذا میں توفی کی موت اور نیند کی طرف تقسیم اس امر کی صریح دلیل ہے کہ توفی اور موت الگ الگ چیزیں ہیں اور حِيْنَ مَوْتِهَا کی قید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ توفی موت کے وقت ہوتی ہے عین موت نہیں ورنہ خود شے کا اپنے لئے ظرف ہونا لازم آتا ہے لسان العرب سے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں کہ توفی کے معنی استیفاء اور استکمال یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں۔ صاحب لسان توفی کی حقیقت بیان کرنے کے بعد آیت موصوفہ کی تفسیر فرماتے ہیں۔

ومن ذلك قوله عز وجل الله يتوفى الانفس حين موتها اى يستوفي مدد آجالهم في الدنيا واما

یعنی مرنے کے وقت جان اور روح پوری کی پوری لے لی جاتی ہے اور نیند کے وقت عقل اور ادراک اور ہوش اور تمیز کو پورا پورا لے لیا

توفی النائم فھو استیفاء وقت عقلہ   جاتا ہے۔

وتمییزہ الی ان نام ۔ لسان العرب صفحہ ۳۷۰ ج ۲

حاصل یہ کہ توفی کے معنی تو وہی استیفاء اور اخذ الشئی وافیا یعنی شے کو پورا پورا لینے ہی کے رہے۔ توفی میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں صرف توفی کے متعلق میں تبدیلی ہوئی۔ ایک جگہ توفی کا متعلق موت ہے اور دوسری جگہ نوم (نیند)

آیت دوم

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ ۔   وہی ہے کہ جو تم کو رات میں پورا پورا کھینچ لیتا ہے

اس مقام پر بھی توفی موت کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا بلکہ نیند کے موقع پر توفی کا استعمال کیا گیا۔ حالانکہ نوم میں قبض روح پورا نہیں ہوتا۔

آیت سوم

حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔

تا آں کہ عمر ایشاں را تمام کند مرگ

یعنی یہاں تک کہ موت ان کی عمر تمام کردے۔

اس آیت میں توفی کے معنی اتمام عمر اور اکمال عمر کے لئے گئے ہیں علاوہ ازیں قرآن پاک میں جابجا موت کے مقابلہ میں حیات کو ذکر فرمایا ہے۔ توفی کو حیات کے مقابل نہیں ذکر فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ توفی کی حقیقت موت نہیں۔ ورنہ اگر توفی کی حقیقت موت ہوتی تو جس طرح جابجا موت کے مقابل حیات کا ذکر کیا جاتا ہے اسی طرح توفی کے مقابل بھی حیات کا ذکر کیا جاتا۔ چند آیتیں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جن میں حق تعالیٰ نے

حیات کو موت کے مقابل ذکر فرمایا ہے توفی کے مقابل ذکر نہیں فرمایا۔ قال تعالیٰ

(۱) يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (۲) قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ كِفَاتًا أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا

(۳) يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ (۴) هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا (۵) يُخْرِجُ الْحَيَّ

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (۶) أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ

(۷) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (۸) لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ

(۹) كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتَىٰ (۱۰) يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ

شَيْءٍ قَدِيرٌ

ان آیات اور ائمہ لغت کی تصریحات سے یہ بات بخوبی منکشف ہو گئی کہ توفی کی حقیقت موت نہیں بلکہ توفی ایک جنس کا درجہ ہے جس کے تحت میں کئی فرد مندرج ہیں۔ حیوانیت کبھی انسانیت میں ہو کر پائی جاتی ہے اور کبھی فرس کے ساتھ وغیر ذلک چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لفظ التوفی فی لغۃ العرب معناہ الاستیفاء والقبض وذلک ثلاثۃ انواع احدھا توفی النوم، والثانی توفی الموت والثالث توفی الروح والبدن جمیعًا اھ

الجواب الصحیح ص۸۳ ج۲

لغت عرب میں توفی کے معنی استیفاء پورا پورا لینے کے ہیں اور توفی کی تین قسمیں ہیں ایک توفی نوم یعنی نیند اور خواب کی توفی اور دوسری توفی موت کے وقت روح کو پورا پورا قبض کر لینا۔ تیسری توفی الروح والجسد۔ یعنی روح اور جسم کو پورا پورا لے لینا۔ اھ۔

یعنی روح اور جسم دونوں کو آسمان پر اٹھا لینا اور جن ائمہ لغت نے توفی کے معنی قبض روح کے لکھے ہیں انہوں نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ فقط قبض روح کو توفی کہتے ہیں۔ اور اگر قبض روح مع البدن ہو تو اس کو توفی نہیں کہتے بلکہ اگر قبض روح کے ساتھ قبض بدن بھی ہو تو بدرجہ اولیٰ توفی ہو گی۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ توفی ایک جنس ہے اور

نوم (نیند) اور موت اور رفع جسمانی یہ اس کے انواع اور اقسام ہیں اور یہ مسلم ہے کہ نوع اور قسم متعین کرنے کے لئے قرینہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے اس لئے جہاں لفظ توفی کے ساتھ موت اور اس کے لوازم کا ذکر ہوگا اس جگہ توفی سے موت مراد لی جائے گی، جیسے :-

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ۔	اے ہمارے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ پورا پورا پکڑے گا تم کو وہ موت کا فرشتہ جو تم پر مسلط کیا گیا ہے۔

اس مقام پر ملک الموت کے قرینہ سے توفی سے موت مراد لی جائے گی اور جس جگہ توفی کے ساتھ نوم یعنی خواب اور اس کے متعلقات کا ذکر ہوگا اس جگہ توفی سے نوم کے معنی مراد لئے جائیں گے جیسے :-

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ	وہی خدا تم کو رات میں پورا پورا لیتا ہے۔

لیل کے قرینہ سے معلوم ہوا کہ اس جگہ توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔ ابو لواس کہتا ہے ؎

فلما توفاہ رسول الکریٰ

یعنی نیند کے قاصد نے اس کو پورا پورا لے لیا یعنی سلا دیا۔ اس شعر میں بھی توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں اور جس جگہ توفی کے ساتھ رفع کا ذکر ہو یا اور کوئی قرینہ ہو تو وہاں توفی سے رفع جسمانی مراد ہوگا۔ اور مرزا صاحب بھی، دعویٰ مسیحیت سے پہلے توفی کے معنی موت کے نہیں سمجھے تھے جیسا کہ براہین احمدیہ ص ۵۰۵ پر لکھتے ہیں کہ اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ یعنی میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اسی کتاب کے ص ۴۹۸ اور ۵۰۲ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ رہنا اور نہایت عظمت اور جلال کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آنا تسلیم کیا ہے۔

غرض یہ کہ یہ ثابت ہو گیا کہ توفی کے حقیقی معنی استیفاء اور اخذ الشئ وافیاً یعنی

کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں اور یہ کسی کتاب میں نہیں کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔ اگر کسی مرزائی سے ممکن ہے تو لغت کی کوئی کتاب لا دکھا دے جس میں یہ تصریح ہو کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔ بلکہ ہم دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث میں جہاں کہیں بھی لفظ توفی آیا ہے سب جگہ توفی کے اصلی اور حقیقی ہی معنی مراد ہیں یعنی استیفاء اور استکمال۔ مگر چونکہ عمر کے پورا ہو جانے کے بعد موت کا تحقق لازمی ہے اس لئے مجازاً یہ کہہ دیا گیا کہ یہاں موت کے معنی مراد ہیں۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ توفی کے اصل معنی پورا وصول کرنے اور ٹھیک لینے کے ہیں۔ قرآن کریم نے لفظ توفی کو نوم اور موت کے معنی میں اس لئے استعمال کیا کہ اہل عرب پر موت اور نوم کی حقیقت واضح ہو جائے۔ جاہلیت والے اس حقیقت سے بالکل بے خبر تھے کہ موت اور نوم میں حق تعالیٰ کوئی چیز بندہ سے لیتے ہیں عرب کا عقیدہ یہ تھا کہ انسان مر کر نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ موت کو فنا اور عدم کے مترادف سمجھتے تھے اس لئے وہ بعثت اور نشأۃ ثانیہ کے منکر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے رد کے لئے ارشاد فرمایا قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ۔ آپ ان منکرین بعثت سے کہہ دیجئے کہ مر کر تم فنا نہیں ہوتے بلکہ موت کا فرشتہ تم سے اللہ کا پورا پورا حق وصول کر لیتا ہے یعنی وہ ارواح کہ جو اللہ کی امانت ہیں وہ تم سے لے لی جاتی ہیں اور اللہ کے یہاں محفوظ رہتی ہیں۔ قیامت کے دن پھر یہی ارواح تمہارے اجسام کے ساتھ متعلق کر کے حساب کے لئے پیش ہوں گی۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں تم اپنے آپ کو مٹی سمجھتے ہو کر خاک میں رل گئے تم جان ہو وہ فرشتہ لے جاتا ہے فنا نہیں ہوتے۔ انتہی۔

شاہ صاحب نے اپنے ان مختصر الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ جس کی

ہم نے وضاحت کی۔ اس آیت میں بھی توفی کے معنی موت کے نہیں بلکہ حق وصول کرنے کے ہیں۔ موت دینے والا تو صرف وہی حی اور ممیت ہے۔ ملک الموت تو اللہ کا حق وصول کرنے والا ہے۔

آیت توفی کی تفسیر

جب توفی کے معنی معلوم ہو گئے تو اب آیت توفی کی تفسیر سنیئے یہودیے بہبود نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تدبیریں شروع کیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کو محسوس فرمایا۔ کما قال فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسلی فرمائی کہ اے عیسیٰ گھبراؤ مت۔ یہ تو تدبیریں کر ہی رہے ہیں ہم بھی تدبیریں کر رہے ہیں عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ان پانچ وعدوں کا ذکر فرمایا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے ایک توفی، دوم رفع اور تطہیر من الکفار یعنی کافروں سے پاک کرنا اور چہارم متبعین کا منکرین پر قیامت تک غالب اور فائق رہنا اور پنجم فیصلۂ اختلافات اول کے تین وعدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات با برکات کے متعلق ہیں اور چوتھا خدام کے متعلق ہے اور پانچواں وعدۂ فیصلہ کے متعلق ہے جس کا تعلق سب سے ہے۔

(۱) وعدۂ توفی

جمہور صحابہ اور تابعین اور علماء سلف و خلف اس طرف گئے ہیں کہ آیت میں توفی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ توفی کے اصلی اور حقیقی معنی مراد ہیں یعنی پورا پورا اور ٹھیک ٹھیک لے لینا۔ کیونکہ مقصود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسلی اور تسکین ہے

کہ اے عیسیٰ تم ان دشمنوں کے ہجوم اور نرغہ سے گھبراؤ نہیں میں تم کو پورا پورا مدوح اور جسم سمیت ان نابکاروں سے چھین لوں گا۔ یہ نابکار اور ناہنجار اس لائق نہیں کہ تیرے وجود باوجود کو ان میں رہنے دیا جائے۔ اس ناقدر دانی اور ناسپاسی کی سزا یہ ہے کہ ان سے اپنی نعمت واپس لے لی جائے۔ حضرت مولانا الشاہ سید محمد انور نور اللہ وجہہ یوم القیٰمۃ ونضر (آمین) فرماتے ہیں ؎

وجوہ لو تکن اھلا لخیر

فیاخذ منھم عیسی الیہ

یہ چہرے خیر کے قابل نہ تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان سے لے کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

یرفعہ ولا یبقیہ فیھم

کاخذ الشیٔ لم یشکر علیہ

اور اپنی طرف اٹھا لیا اور ان میں نہ چھوڑا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ان سے ایسا لے لیا جیسا کہ اس شے کو لے لیا جاتا ہے کہ جس کی ناقدری کی جائے۔

وحیز کما یحاز الشیٔ حفظا

واٰواہ اولی ماوی لدیہ

اور ان سے چھین کر اپنے پاس محفوظ رکھا اور اپنے یہاں ان کو ٹھکانا دیا۔

اس مقام پر موت کے معنی مناسب نہیں اس لئے کہ جب ہر طرف سے خون کے پیاسے اور جان کے لیوا کھڑے ہوئے ہوں تو اس وقت تسلی اور تسکین خاطر کے لئے موت کی خبر دینا یا موت کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔ دشمنوں کا تو مقصود ہی جان لینا ہے اس وقت تو مناسب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ تم گھبراؤ نہیں ہم تم کو تمہارے دشمنوں کے نرغہ سے صحیح وسالم نکال لے جائیں گے۔ تمہارا بال بھی بیکانہ ہوگا۔ ہم تم کو دشمنوں کے درمیان

سے اس طرح اٹھالیں گے کہ تمہارے دشمنوں کو تمہارا سایہ بھی نہ ملے گا آیت میں اگر توفی سے موت کے معنی مراد ہوں تو عیسیٰ علیہ السلام کی تو تسلی نہ ہوگی - البتہ یہود کی تسلی ہوگی اور معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ اے یہود! تم بالکل نہ گھبراؤ اور نہ مسیح کے قتل کی فکر کرو میں خود ہی ان کو موت دوں گا اور تمہاری تمنا اور آرزو پوری کروں گا خود بخود تمہاری تمنا پوری ہو جائے گی۔ تمہیں کوئی مشقت بھی نہ ہوگی۔

(۲)

نیز یہ کہ توفی بمعنی الموت تو ایک عام شے ہے جس میں تمام مومن اور کافر، انسان اور حیوان سب ہی شریک ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے جو خاص طور پر ان سے توفی کا وعدہ فرمایا گیا؟ قرآن کریم کے تتبع اور استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ توفی کا وعدہ حق تعالیٰ نے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی سے نہیں فرمایا۔

(۳)

نیز وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ توفی سے پورا پورا لینا اور آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہو کیونکہ باجماع مفسرین[ع] وَمَكَرُوا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور صلیب کی تدبیریں مراد ہیں اور مَكَرَ اللّٰهُ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کی تدبیر مراد ہے اور مَكَرَ اللّٰهُ کو مَكَرُوا کے مقابلہ میں لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہود کا مکر اور ان کی تدبیر تو نیست اور ناکام ہوئی اور اللہ سبحانہ کا مکر اور اس کی تدبیر غالب

ع۔ قولہ تعالیٰ ومکروا ای بالقتل ومکر اللہ ای بالرفع الی السماء کما ہو مصرح فی التفسیر الکبیر ص ۴۶۳ ج ۲- ابن کثیر ص ۲۲۹ ج ۲- در منثور ص ۳۶ ج ۲- کشاف ص ۹۳ ج ا بیضاوی ص ۱۱ ج ۲- بحر المحیط ص ۴۷۲ ج ۲- ص ۵۰۲ ج ۲، روح المعانی ص -- ج -- والسراج المنیر ص ۲۱۵ ج ۱ تاریخ کامل ابن الاثیر ص ۱۰۰ ج ۱- جلالین ص ۵۵- ابو السعود ص ۲۳۵ ج ۱-

غالب علیٰ امرہ۔ جیسے :۔

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَأَكِيدُ كَيْدًا۔

وہ بھی تدبیر کر رہے ہیں اور میں بھی تدبیر کر رہا ہوں۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے :۔

قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ۔ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ۔

قوم ثمود نے آپس میں کہا کہ قسمیں اٹھاؤ کہ ہم شب کے وقت صالح (علیہ السلام) اور ان کے متعلقین کو قتل کر ڈالیں اور بعد میں ان کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم اس موقعہ پر حاضر نہ تھے اور ہم سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس طرح انہوں نے صالح علیہ السلام کے قتل کے مشورے اور تدبیریں کیں اور ہم نے بھی ان کے بچانے کی خفیہ تدبیر کی کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی وہ یہ کہ پہاڑ سے ایک بھاری پتھر لڑھک کر ان پر آگرا جس سے دب کر سب مر گئے (کما فی الدر المنثور) دیکھ لو کہ ان کے مکر کا کیا انجام ہوا۔ ہم نے اپنے مکر اور تدبیر سے سب کو غارت کر ڈالا۔

اسی طرح اس آیت میں ومکروا کے بعد ومکر اللہ مذکور ہے۔

جس سے حق تعالیٰ شانہٗ کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہود نے جو قتل کی تدبیر کی وہ تو کارگر نہ ہوئی مگر ہم نے جو ان کی حفاظت کی اور اٹھانے کی تدبیر کی وہی غالب ہو کر رہی پس اگر روح اور جسم کا پورا پورا لینا مراد نہ لیا جائے بلکہ توفی سے موت مراد لی جائے تو یہ کوئی ایسی تدبیر نہیں جو یہود کی مغلوبی اور ناکامی کا سبب بن سکے۔ بلکہ موت کی تدبیر تو یہود کی عین تمنا اور آرزو کے مطابق ہے۔ کفار مکہ نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ

وسلم کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی تدبیر کی کما قال تعالیٰ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ کفار مکہ آپ کے قتل کی تدبیریں کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کی تدبیر کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر فرمانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کے منصوبوں سے آگاہ کیا اور صحیح سالم آپ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرادی۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا فقال وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔ یعنی یہود نے آپ کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی تدبیر کی کہ دشمنوں کے ہاتھ سے صحیح وسالم نکال کر آسمان کی طرف ہجرت کرادی اب اس ہجرت کے بعد نزول اور تشریف آوری زمین کے فتح کرنے کے لئے ہوگی۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے کچھ عرصہ بعد مکہ فتح کرنے کے لئے تشریف لائے اور تمام اہل مکہ مشرف باسلام ہوئے۔ اسی طرح جب عیسیٰ علیہ السلام زمین کو فتح کرنے کیلئے نازل ہوں گے تو تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے یعنی بر رفع الی السماء

وعدہ دوم

کما قال تعالیٰ

وَرَافِعُكَ اِلَيَّ

یعنی اے عیسیٰ میں تم کو اپنی جانب اٹھاؤں گا جہاں کسی انسان کی رسائی بھی نہیں ہو سکتی جہاں میرے فرشتے رہتے ہیں وہاں تم کو رکھوں گا۔ اس آیت میں رفع سے رفع جسمانی مراد ہے۔ اس لئے کہ

(۱) رَافِعُكَ میں خطاب جسم مع الروح کو ہے۔

(۲) رفع درجات تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور رفع روحانی بصورت موت، یہ مرزا صاحب کے زعم کے مطابق خود مُتَوَفِّيكَ سے معلوم ہو چکا ہے۔ لہٰذا دوبارہ ذکر کرنا موجب تکرار ہے۔

(۳) نیز رفع روحانی ہر مرد صالح اور نیک بخت کی موت کے لئے لازم ہے اس کو خاص طور پر بصورت وعدہ بیان کرنا بے معنی ہے۔

(۴) نیز باتفاق محدثین ومفسرین ومورخین یہ آیتیں نصارائے نجران کے مناظرہ اور ان کے عقائد کی اصلاح کے بارے میں اتری ہیں اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے گئے۔ لہٰذا اگر رفع الی السماء کا عقیدہ غلط اور باطل تھا تو قرآن نے جس طرح عقیدۂ ابنیت اور عقیدۂ تثلیث اور عقیدۂ قتل اور صلیب کی صاف صاف لفظوں میں تردید کی تو اسی طرح رفع الی السماء کے عقیدہ کی بھی صاف صاف لفظوں میں تردید ضروری تھی اور جس طرح وما قتلوہ اور ما صلبوہ کہہ کر عقیدۂ قتل وصلیب کی تردید فرمائی اسی طرح بجائے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ کے مَا رَفَعَهُ اللّٰهُ فرما کر عقیدۂ رفع الی السماء کی تردید ضروری تھی۔ سکوت اور مبہم الفاظ سے نصاریٰ کی تو کیا اصلاح ہوتی مسلمان بھی اشتباہ اور گمراہی میں پڑ گئے۔

نیز اگر توفی اور رفع سے موت اور رفع روحانی مراد ہو تو وعدۂ تطہیر من الکفار اور وعدۂ کف عن بنی اسرائیل کی کوئی حقیقت اور اصلیت باقی نہیں رہتی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ اس آیت میں حق جل شانہٗ کے ان انعامات اور احسانات کا ذکر ہے کہ جو قیامت کے دن حق جل شانہٗ بطور امتنان عیسیٰ علیہ السلام کو یاد دلائیں گے ان میں سے ایک احسان یہ ہے کہ تجھ کو بنی اسرائیل کی دست درازی سے محفوظ رکھا۔

وعدۂ سوم
وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

حضرت عیسٰی علیہ السلام سے تیسرا وعدہ یہ فرمایا کہ میں تجھ کو اپنے اور تیرے دشمنوں یعنی کافروں سے پاک کروں گا۔ اور ان کے ناپاک اور نجس پڑوس میں تجھ کو نہیں رہنے دوں گا۔ بلکہ نہایت مطہر اور معطر جگہ میں تجھ کو بلالوں گا۔ لفظ مطہرک، کفار اور کافروں کی نجاست کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال فرمایا کما قال تعالیٰ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ یعنی یہ نجس اور گندے آپ کے جسم مطہر کے قریب بھی نہ آنے پائیں گے اور دوسری جگہ ارشاد ہے وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَنْكَ۔ اور اس وقت کو یاد کر کہ جب بنی اسرائیل کو تیرے پاس آنے سے روک دیا۔ پس اگر خدانخواستہ قتل اور صلب میں کامیاب ہو گئے تو پھر اس تطہیر اور کف کے وعدہ اور انعام کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔

چنانچہ تفسیر درمنثور ص ۳۶ ج ۲ میں حسن بصری رہ سے اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں مروی ہے یعنی ومخلصك من اليهود فلا يصلون الى قتلك یعنی تطہیر من الکفار سے یہ مراد ہے کہ اے عیسٰی میں تجھ کو یہود سے چھڑاؤں گا اور ان کو تیرے قتل تک کبھی رسائی نہ ہوگی اور اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ۔ الآیۃ کی آیت میں ایک خاص لطافت ہے وہ یہ کہ عیسٰی علیہ السلام کی محفوظیت کو اس عنوان سے بیان فرمایا كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَنْكَ۔ اور كَفَفْتُ بمعنی نَجَّيْتُ کا مفعول بہ بنی اسرائیل کو قرار دیا اور لفظ عنک بعد میں ذکر فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کو تیرے سے دور رکھا۔ ان کو تیرے قریب بھی آنے نہ دیا کہ تجھے ہاتھ بھی لگا سکیں لفظ کف بھی تبعید کے معنی میں ہے اور لفظ عن بھی بعد اور مجاوزۃ کے بیان کے لئے آتا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ اذ نجيتك عن بنی اسرائیل کہ تجھ کو بنی اسرائیل سے نجات دی اور ان کے ہاتھوں سے تجھ کو چھڑایا۔ جیسا کہ دوسری جگہ ہے۔

وَاِذْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ اے بنی اسرائیل اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے تم کو فرعونیوں کے عذاب سے بچایا اور نجات دی، اس لئے کہ اگر عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں یہ عنوان اختیار فرماتے تو یہ شبہ ہوتا کہ بنی اسرائیل کی طرح عیسٰی علیہ السلام نے بھی دشمنوں سے ایذائیں اور تکلیفیں اٹھائیں مگر اخیر میں اللہ نے ان مصائب اور تکالیف سے نجات دی۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو کوئی ایذاء۔ تو کیا پہنچاتا وہ خود بھی ان تک نہ پہنچ سکا۔ اللہ نے دشمنوں کو دور ہی رکھا اور کسی بدذات کو پاس بھی نہ پھٹکنے دیا اور جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر آسمان پر اٹھالیا۔ تمام تفاسیر معتبرہ میں یہی تفسیر مذکور ہے۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام صلیب سے رہا ہو کر کشمیر پہنچے اور ستاسی سال کے بعد کشمیر میں وفات پائی۔ حالانکہ کشمیر اس وقت کفر اور شرک اور بت پرستی کا گھر تھا جو ملک شام سے کسی طرح بہتر نہ تھا۔ شام حضرات انبیاء کا مسکن اور وطن تھا اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ کہ میں تجھ کو کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔ نیز عیسٰی علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے کما قال اللہ تعالیٰ وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ۔ ان کی نبوت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی لہذا بنی اسرائیل کو چھوڑ کر کشمیر جانے کے کیا معنی !

وعدۂ چہارم

غلبۂ متبعین بر منکرین

وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔
اور اے عیسٰی ! میں تیری پیروی کرنے والوں کو تیرے کفر کرنے والوں پر قیامت تک

غالب رکھوں گا۔

چنانچہ جس جگہ یہود اور نصاریٰ ہیں، وہاں نصاریٰ یہود پر غالب اور حکمران ہیں آج تک یہود کو نصاریٰ کے مقابلہ میں کبھی حکمرانی نصیب نہیں ہوئی۔

وعدۂ پنجم

فیصلۂ اختلاف

ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ○

یہ پانچواں وعدہ ہے کہ جو اختلافات کے فیصلہ کے متعلق ہے تمام اختلافات کا آخری فیصلہ تو آخرت کے دن ہوگا۔ لیکن یہود اور نصاریٰ اور اہل اسلام کے اختلافات کا ایک فیصلہ قیامت قائم ہونے سے کچھ روز پہلے ہوگا اور وہ مبارک وقت ہوگا کہ جب عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور یہود کو چن چن کر ماریں گے کوئی یہودی اس وقت اپنی جان نہیں بچا سکے گا۔ اس وقت شجر حجر بھی یہ کہیں گے ھذا یھودی ورائی فاقتلہ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اس کو قتل کیجئے صلیب کو توڑیں گے جس سے نصاریٰ کی اصلاح مقصود ہوگی۔ یہود حضرت عیسیٰ کی نبوت و رسالت پر ایمان لائیں گے اور نصاریٰ ان کی الوہیت اور ابنیت سے تائب ہوکر ان کے عبداللہ اور رسول اللہ ہونے کا اقرار اور اعتراف کریں گے اور اہل اسلام اس وقت اپنی آنکھوں سے ان تمام چیزوں کا مشاہدہ کرلیں گے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں اور بے ساختہ ان کی زبانوں سے یہ نکلے گا۔

هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ — یہی ہے وہ کہ جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور بے شک

وَرَسُوْلُہٗ ۔ اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔

اور اہل اسلام کے ایمان اور تسلیم میں اور زیادتی ہوگی اور وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۔ کے مصداق ہوں گے۔ اور اب تک تو نزول عیسٰی بن مریم اور قتل دجال وغیرہ پر ایمان بالغیب تھا لیکن اب مشاہدہ کے بعد ایمان شہودی ہو جائے گا کہ جس میں ارتداد کا اندیشہ نہ رہے گا۔ غرض یہ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نزول سے تمام اختلافات ختم ہو جائیں گے اور روئے زمین پر کوئی دین سوائے اسلام کے باقی نہ رہے گا۔ اس طرح یہ فیصلہ کا وعدہ بھی پورا ہو جائے گا۔

توفی کی دوسری نوع

اور اگر اس آیت میں توفی کی دوسری نوع یعنی نوم (نیند) مراد لی جائے تب بھی مرزا صاحب کے لئے مفید نہیں کیونکہ اس صورت میں متوفیک معنی میں منیمک کے ہوگا اور آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اے عیسٰی میں تجھ کو سلاؤں گا اور سونے کی حالت میں تجھ کو آسمان پر اٹھاؤں گا۔ جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور معالم التنزیل میں ربیع بن انس سے منقول ہے۔

قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم وکان عیسٰی علیہ السلام قد نام فرفعہ اللہ نائما الی السماء معناہ انی منیمک ورافعک الی کما قال تعالٰی وھو الذی یتوفکم باللیل ای ینیمکم واللہ اعلم۔

ربیع بن انس کہتے ہیں کہ آیت میں توفی سے نوم یعنی نیند مراد ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام سو گئے تھے۔ اللہ تعالٰی نے ان کو اسی حالت میں آسمان پر اٹھایا اور آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسٰی میں تجھ کو سلاؤں گا اور اسی حالت میں تجھ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا جیسا کہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ۔

(وہی ہے کہ جو تم کو رات میں سلاتا ہے) میں توفی سے نوم مراد ہے۔

لیکن توفی بمعنی نوم سے بھی مرزا صاحب کی تمنا اور آرزو پوری نہیں ہوتی کیونکہ نیند کی حالت میں آدمی زندہ رہتا ہے مرتا نہیں۔

توفی کی تیسری نوع!

یعنی موت

اگر اس آیت میں توفی سے اس کی تیسری نوع مراد لی جائے جیسا کہ علی بن طلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ روایت کرتے ہیں تب بھی مرزا صاحب کا مدعا وفات قبل النزول حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ امام بغوی فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضہ کے اس قول کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک مطلب تو وہ ہے کہ جو وہب بن منبہ اور محمد بن اسحٰق سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوّلاً حضرت عیسیٰؑ کو وفات دی اور پھر کچھ دیر کے بعد ان کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا۔ وہب یہ کہتے ہیں کہ دن کی تین ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ اور محمد بن اسحٰق یہ کہتے ہیں کہ دن کی سات ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ غرض یہ کہ اگر توفی بمعنی موت تین ساعت یا سات ساعت کے لئے پیش بھی آئی تو اس کے بعد دوبارہ زندگی اور رفع الی السماء بھی واقع ہوا ہے اور مرزا صاحب اس کے قائل نہیں۔

دوسرا مطلب

ابن عباس رضہ کے اس قول کا دوسرا مطلب خود ابن عباس رضہ کے شاگرد خاص یعنی ضحاک سے منقول ہے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے جیسا کہ شیخ جلال الدین سیوطی تفسیر در منثور میں فرماتے ہیں۔

اخرج اسحاق بن بشر وابن عساکر من طریق جوهر عن الضحاک عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ انی متوفیک ورافعک الی یعنی رافعک ثم متوفیک فی اخر الزمان ۔ درمنثور صہ ۳۶ ج ۲

ضحاک کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ ۔ کی تفسیر میں یہ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح کا رفع مقدم ہے اور ان کی وفات اخیر زمانہ میں ہوگی ۔

پس اگر ابن عباس رض سے متوفیک کی تفسیر ممیتک سے مروی ہے تو ان سے تقدیم وتاخیر بھی مروی ہے ۔ لہٰذا ابن عباس رض کے نصف قول کو جو اپنی ہوائے نفسانی اور غرض کے موافق ہو اسے لینا اور حجت قرار دینا اور دوسرے نصف کو جو ان کی غرض کے مخالف ہو اس سے گریز کرنا یہ ایسا ہی ہے جیسے تارک نماز کا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ سے حجت پکڑنا اور وَاَنْتُمْ سُكَارٰى سے آنکھیں بند کر لینا ۔ نصف قول کو ماننا اور نصف قول سے قطع نظر کر لینا ۔ یہ نصف الاعمیٰ اور نصف البصیری کا کام ہے ۔

علاوہ ازیں ابن عباس رض سے متوفیک کی تفسیر جو ممیتک مروی ہے اس کا راوی علی بن طلحہ ہے ۔ محدثین کے نزدیک یہ راوی ضعیف اور منکر الحدیث ہے ۔ علی بن طلحہ نے ابن عباس سے نہ کچھ سنا ہے اور نہ ان کو دیکھا ہے لہٰذا علی بن طلحہ کی روایت ضعیف بھی ہے اور منقطع بھی ہے جو حجت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے برعکس ابن عباس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح وسالم زندہ آسمان پر اٹھایا جانا باسانید صحیحہ اور جیدہ منقول ہے ۔ تعجب اور سخت تعجب ہے کہ ابن عباس رض کی وہ تفسیر کہ جس کی سند ضعیف اور منکر اور غیر معتبر ہو وہ تو مرزائیوں کے نزدیک معتبر ہو جائے اور ابن عباس کی وہ تفسیر جو اسانید صحیحہ اور جیدہ اور روایات معتبرہ سے منقول ہے وہ مرزا صاحب کے نزدیک قابل قبول نہ ہو ۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تصریحات

(۱) تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر اور فتح الباری کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ ابن عباس کے نزدیک وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ میں قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے یعنی قبل موت عیسیٰ اور اسی پر ابن عباس کو جزم اور یقین تھا۔ علامہ آلوسی روح

والصحیح کما قال القرطبی ان اللہ تعالیٰ رفعہ من غیر وفاۃ ولا نوم وھو روایۃ الصحیحین عن ابن عباسؓ آہ روح المعانی۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر موت اور بغیر نیند کے زندہ آسمان پر اٹھالیا اور ابن عباس رضہ کا صحیح قول یہی ہے۔

امام قرطبی کے کلام کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابن عباس رضہ سے صحیح روایت یہی ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے اور اس کے خلاف جو روایت ہے وہ ضعیف ہے قابل اعتبار نہیں۔

قال الحافظ عماد الدین بن کثیر عن ابن عباسؓ قال لما اراد اللہ ان یرفع عیسیٰ الی السماء الی ان قال ورفع عیسیٰ من روزنۃ فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب من الیھود فاخذوا الشبہ فقتلوہ ثم صلبوہ وھذا اسناد صحیح

حافظ عماد الدین بن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ابن عباس فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو ایک شخص پر ان کی شباہت ڈال دی گئی اور وہ قتل کردیا گیا اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشن دان سے آسمان پر اٹھالئے گئے ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابن عباس کے اس اثر کی

الی ابن عباس۔ تفسیر ابن کثیر ص۳۶۶ ج۴ سند صحیح ہے۔

(۳) اور تفسیر فتح البیان ص ۳۴۲ ج ۲ پر ہے کہ حافظ ابن کثیر نے یہ کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ بے شک اس کے راوی بخاری کے راوی ہیں۔

علامہ آلوسی نے وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ۔ کی تفسیر میں ابن عباس رض کا قول نقل کیا کہ مکر اللہ سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ روح المعانی ص۱۸۰ ج ۳۔

(۴) تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر میں ابن عباس رض سے مروی ہے کہ وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ سے نزول عیسیٰ علیہ السلام مراد ہے۔

(۵) محمد بن سعد نے طبقات کبریٰ ص۲۶ ج ۱ پر ابن عباس رض کا ایک اثر نقل کیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رفع الی السماء کے بارے میں نص صریح ہے ہم اس کو ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ وہو ہٰذا۔

اخبرنا ھشام بن محمد بن السائب عن ابیہ عن ابی صالح عن ابن عباس قال کان بین موسی ابن عمران وعیسٰے ابن مریم الف سنۃ وتسع مائۃ الی ان قال وان عیسٰے صلی اللہ علیہ وسلم حین رفع کان ابن اثنتین وثلاثین سنۃ وستۃ اشھر وکانت نبوتہ ثلاثین شھرا وان اللہ رفعہ بجسدہ وانہ حی الآن وسیرجع الی الدنیا فیکون ملکا ثم یموت کما یموت الناس الخ

ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ انیس سو سال ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت اٹھائے گئے تو ان کی عمر شریف ۳۲ سال اور چھ ماہ کی تھی اور زمانہ نبوت تیس ماہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ السلام کو ان کے جسم سمیت اٹھایا دراں حالانکہ وہ زندہ تھے اور آئندہ زمانہ میں پھر وہ دنیا کی طرف واپس آئیں گے اور بادشاہ ہوں گے اور پھر چند روز بعد وفات پائیں گے۔ جیسے اور لوگ وفات

پاتے ہیں۔ طبقات کبریٰ صفحہ ۲۶ ج ۱ مطبوعہ لیدن (جرمنی)

حضرت ابن عباس رضؓ کے اس قول سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء اور دوبارہ نزول صراحۃً معلوم ہوگیا۔ اس روایت میں ابن عباس نے سیرجع الی الدنیا کا لفظ استعمال فرمایا جو رجوع سے مشتق ہے جس کے معنی واپسی کے ہیں یعنی جس طرح جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے تھے اسی جسم کے ساتھ۔ اسی طرح دوبارہ واپسی اور تشریف آوری ہوگی خود بہ نفس نفیس وہ دنیا میں واپس تشریف لائیں گے کوئی ان کا مثیل اور شبیہ نہیں آئے گا۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ اگر ابن عباس رضؓ سے متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ منقول ہے تو ان سے تقدیم و تاخیر بھی منقول ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت کے قریب ان کا آسمان سے نازل ہونا یہ بھی ابن عباس رضؓ سے مروی ہے۔

مرزا صاحب کو چاہیئے کہ ابن عباس رضؓ کے ان اقوال صریحہ کو بھی تسلیم کریں حالانکہ ان اقوال کی اسانید نہایت صحیح اور قوی ہیں اور متوفیک کی تفسیر جو ممیتک سے مروی ہے اس کی سند ضعیف ہے۔

جواب دیگر

اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ صحیح ہے تو یہ کہیں گے کہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام کے ص ۹۴۲ پر لکھتے ہیں کہ اماتت کے حقیقی معنی صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بے ہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ انتہی کلامہ۔

مرزا صاحب اس عبارت میں فقط اس امر کے مدعی نہیں کہ اماتت کے معنی کبھی سلانے

کے بھی آجاتے ہیں بلکہ اس کے مدعی ہیں کہ جس طرح مارنا اور موت دینا اماتت کے حقیقی معنی ہیں اسی طرح سلانا اور بے ہوش کرنا بھی اماتت کے حقیقی معنی ہیں۔ لہذا جب مرزا صاحب کے نزدیک اماتت کے حقیقی معنی سلانے کے بھی ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر مطیک میں اماتت سے سلانے کے معنی مراد لئے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ مرزا صاحب کے نزدیک یہ معنی بھی حقیقی ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ نیند کی حالت میں آسمان پر اٹھائے گئے جیساکہ ربیع سے منقول ہے اور حدیث میں بھی اماتت بمعنی اِنامت یعنی سلانے کے معنی میں آیا ہے۔ الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔

اقوال مفسّرین

گذشتہ تفصیل کے بعد اب کسی مزید توضیح کی ضرورت نہیں مگر چونکہ توفی کے استعمالات مختلف ہیں اس لئے حضرات مفسرین سے آیت کی جو توجیہات منقول ہیں ہم ان توجیہات کو نقل کر کے یہ بتلانا اور دکھانا چاہتے ہیں کہ تمام مفسرین سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ آیت شریفہ کی توجیہات اور تفسیری تعبیرات میں اگرچہ بظاہر اختلاف ہے لیکن رفع الی السماء پر سب متفق ہیں اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے

عباراتنا شتی وحسنك واحد

وکل الی ذاك الجمال یشیر

ہماری تعبیرات مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہے، سب کا اشارہ اسی ایک حسن کی طرف ہے۔

قول اوّل

توفی سے استیفاء اور استکمال کے معنی مراد ہیں اور استیفاء اور استکمال سے عمر کا اتمام مراد ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے عیسیٰ تم دشمنوں سے گھبراؤ نہیں یہ قتل اور صلب سے تمہاری عمر ختم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سب ناکام رہیں گے میں تمہاری عمر پوری کروں گا اور اس وقت میں تم کو آسمان پر اٹھاؤں گا۔ چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں۔

الاول معنی قولہ انی متوفیک ای انی متمم عمرک فحینئذ اتوفاک فلا اترکھم حتی یقتلوک بل انا رافعک الی السماء ومقربک بملائکتی و اصونک عن ان یتمکنوا من قتلک وھذا تاویل حسن۔
تفسیر کبیر ص۴۸۱ ج۲

اِنّی مُتَوَفِّیکَ کے معنی یہ ہیں کہ اے عیسیٰ میں تیری عمر پوری کروں گا۔ کوئی شخص تجھ کو قتل کر کے تیری عمر قطع نہیں کر سکتا میں تجھ کو تیرے دشمنوں کے ہاتھ میں نہیں چھوڑوں گا کہ وہ تجھ کو قتل کر سکیں۔ بلکہ میں تجھ کو آسمان پر اٹھاؤں گا اور اپنے فرشتوں میں رکھوں گا۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ معنی نہایت عمدہ ہیں۔

اور اسی معنی کو علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں ذکر کیا ہے اور اس معنی کر کلام اپنے

عہ قال الزمخشری انی متوفیک ای مستوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار و مؤخرک الی اجل کتبتہ لک ومیتک حتف انفک لا قتلا بایدیہم آہ وتفسیرہ بعادۃ من باب الاستفعال وقولہ ومعناہ الخ یریدبہ حاصل المقام وماجری فی سلسلۃ الواقعۃ لا تفسیرہ لفظیا فانہ مرض فیما بعد ولم یرضہ ان یکون تفسیرہ ابتداءً حیث قال ومیتک فی وقتک بعد النزول من السماء و رافعک الآن۔ وقد عدل اللہ عن لفظ الاماتۃ لئلا یبادہ ویراجہ عیسی بہ فی مقابلۃ الیھود ھل ذکر التناول و الاستیفاء ثم لیجری مایجری کل حی (باقی آگے)

حال پر ہے۔ کلام میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔ توفی کے معنی اتمام عمر کے ہیں جو ابتدائے عمر سے لے کر اخیر عمر تک صادق ہیں اسی درمیان میں رفع الی السماء ہوا اور اسی درمیان میں نزول ہوگا اور وقت پر وفات ہوگی۔ اسی طرح عمر شریف پوری ہوگی۔

قول دوم

توفی سے قبض من الارض کے معنی مراد ہیں۔ یعنی اے عیسیٰ میں تم کو ان کافروں سے چھین کر پورا پورا اپنے قبضہ میں لے لوں گا۔ جیسا کہ امام رازی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں۔

ان التوفی ھو القبض یقال وفانی فلان دراھمی واوفینہا کما یقال سلم فلان الی دراھمی وتسلمتہا۔

(تفسیر کبیر ص ۲۷ ج ۳)

یعنی توفی کے معنی کسی شے پر پوری طرح قبضہ کر لینے کے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے میرے پورے روپے دے دیئے اور میں نے اپنے پورے روپے اس سے وصول کر لئے۔

آیت کے یہ معنی حسن بصری اور مطر وراق اور ابن جریج اور محمد بن جعفر بن زبیر سے منقول ہیں۔ اور امام ابن جریر طبری نے اسی معنی کو اختیار فرمایا ہے اس معنی کو بھی آیت میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔ قول اول اور قول ثانی دونوں قولوں میں توفی کے معنی استیفاء اور استکمال ہی کے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے قول میں استیفاء سے اجل اور عمر کا اتمام اور اکمال مراد لیا گیا۔ اور دوسرے قول میں ایک شخص اور ایک ذات کا پورا پورا قبضہ میں لینا مراد لیا گیا ہے ایک جگہ استیفاء اجل ہے اور ایک جگہ استیفاء شخص اور استیفاء قبضہ ہے۔

(بقیہ حاشیہ) مستکمل مدۃ العمر ومورد ذا انتھی اجلہ ۱۲ مشکلات القرآن ص ۱۳۲

قول سوم

توفی کے معنی اخذ الشیء وافیا کے ہیں کسی شے کو پورا پورا لے لینا اور اس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اور جسم دونوں کے ساتھ لے لینا مراد ہے۔ جیساکہ امام رازی فرماتے ہیں۔

ان التوفی اخذ الشیء وافیا ولما علم الله تعالیٰ ان من الناس من یخطر ببالہ ان الذی رفعہ الله ہو روحہ لا جسدہ ذکر ہذا الکلام لیدل علی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع بتمامہ الی السماء بروحہ و بجسدہ ویدل علی صحۃ ہذا التاویل قولہ تعالیٰ وما یضرونک من شیء۔

تفسیر کبیر ص۴۸ ج ۲

توفی کے معنی کسی شے کو پورا پورا اور جمیع اجزاء لے لینے کے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بعض لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ گزرے گا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی صرف روح کو اٹھایا اس لئے متوفیک کا لفظ فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اور جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ ط تم کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ نہ روح کو نہ جسم کو

قول چہارم

توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔ یعنی سلا کر تم کو اپنی طرف اٹھاؤں گا کہ تم کو خبر بھی نہ ہو کہ کیا ہوا اور آسمان اور فرشتوں ہی میں جا کر آنکھ کھلے گی۔

قول ربیع بن انس سے مروی ہے۔

قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم وکان عیسیٰ علیہ السلام قد

ربیع بن انس کہتے ہیں کہ توفی سے نوم یعنی نیند کے معنی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ

نام فرفعہ اللہ نا شما الی السماء۔ معناہ منیمک ورافعک الی کما قال تعالیٰ ھو الذی یتوفکم باللیل۔

کو سونے کی حالت میں آسمان پر اٹھایا جیسا کہ ھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ۔ اس آیت میں توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔

تفسیر در منثور صفحہ ۳۶ ج ا و معالم التنزیل و تفسیر کبیر وغیرہ وغیرہ۔

قول پنجم

توفی سے موت کے معنی مراد ہیں جیسا کہ علی بن ابی طلحہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متوفیک کے معنی ممیتک روایت کرتے ہیں۔

امام بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی اس روایت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چند ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا جیسا کہ محمد بن اسحٰق اور وہب سے منقول ہے (اس قول پر آیت میں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں۔

دوسرا مطلب وہ ہے جو ضحاک سے مروی ہے وہ یہ کہ آیت میں تقدیم وتاخیر ہے اور اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ:۔

انی متوفیک بعد انزالک من السماء۔ میں تجھ کو آسمان سے اترنے کے بعد موت دوں گا۔

کیا تقدیم وتاخیر تحریف ہے

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص ۴۲ ۹ ج ۲ و ص ۹۲۶ ج میں لکھتے ہیں اگر کوئی کہے کہ رافعک مقدم اور متوفیک موخر ہے سو ان یہودیوں کی طرح تحریف ہے کہ جن پر بوجہ تحریف کے لعنت ہو چکی ہے۔ انتہیٰ۔

جواب

تقدیم وتاخیر نہ قواعد عربیت کے خلاف ہے اور نہ فصاحت وبلاغت میں مخل ہے بلکہ بسا اوقات عین فصاحت اور عین بلاغت ہے۔ فصحاء اور بلغا کے کلام میں شائع اور ذائع ہے۔ امام رازی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں۔

ومثله من التقديم والتاخير كثير فى القرآن۔ (تفسیر کبیر ص۳۰ ج۲)

ابن عباس کی تفسیر میں جو تقدیم وتاخیر آئی اس قسم کی تقدیم وتاخیر قرآن کریم میں کثیر ہے

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

قال جماعة من اهل المعانى منهم الضحاك والفراء فى قوله تعالىٰ انى متوفيك ورافعك الىّ على التقديم والتاخير لان الواو لا توجب الرتبة والمعنى انى رافعك الىّ ومطهرك من الذين كفروا ومتوفيك بعد ان تنزل من السماء كقوله تعالىٰ ولولا كلمة سبقت من ربك لكان لزاما واجل مسمى والتقدير ولولا كلمة سبقت من ربك واجل مسمى لكان

اہل علم کی ایک جماعت جن میں ضحاک اور فراء بھی ہیں یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے اس قول اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ میں تقدیم وتاخیر ہے اور اس میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں اس لئے کہ واؤ ترتیب کو مقتضی نہیں اور معنی آیت کے اس طرح ہیں کہ اس وقت رفع ہوگا اور توفی یعنی وفات بعد نزول کے ہوگی اور تقدیم وتاخیر کے نظائر قرآن کریم میں موجود ہیں جیسا کہ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى اس آیت میں بھی تقدیم وتاخیر ہے۔ اصل تقدیر عبارت اس طرح ہے

عہ وفی الکشاف وقیل متوفی نفسك بالنوم من قوله والتی لم تمت فی منامها ورافعك وانت نائم حتی لا یلحقك خوف تستیقظ وانت فی السماء آمن مقرب ۱۲ کشاف ص۲۸۲ ج۱۔

لزاماً۔

ولولا کلمة سبقت من ربک واجل مسمی یعنی واجل مسمی — کا عطف کلمہ پر ہے اور فکان لزاماً۔ دونوں ہی کی خبر ہے۔

قال الشاعر ؎

الا یا نخلة من ذات عرق علیک و رحمة الله السلام.

(تفسیر قرطبی صـ۹۹ جـ۲)

شاعر کہتا ہے ؎

اے مقام نخلہ تجھ پر اللہ کی رحمت اور سلام ہو

اس شعر میں تقدیم وتاخیر ہے کہ السلام مؤخر ہے کہ جو معطوف علیہ ہے اور ورحمة اللہ علیہ مقدم ہے جو معطوف ہے۔ قاعدہ کا متقضی یہ ہے کہ معطوف علیہ مقدم ہو اور معطوف مؤخر ہو اور شعر میں معطوف یعنی ورحمة اللہ مقدم ہے اور معطوف علیہ یعنی السلام مؤخر ہے۔

(تفسیر قرطبی)

وقال تعالیٰ ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی فقالت طائفة ھو مقدم ومؤخر ومعناہ نحیی ونموت الخ

(لسان العرب صـ۳۲ جـ۱۰)

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول "وَمَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا" میں تقدیم وتاخیر ہے اصل کلام نحیی ونموت ہے اس لئے کہ حیات مقدم ہے اور موت اس کے بعد ہے مگر آیت میں نموت مقدم ہے اور نحیی مؤخر ہے۔

وقال تعالیٰ حتی تستانسوا وتسلموا قال الفراء ھذا مقدم ومؤخر انما ھی حتی تسلموا وتستانسوا السلام علیکم ء ادخل.

(لسان العرب صـ۱۲ جـ۷)

اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت چاہو اور سلام کرو۔ فراء کہتے ہیں کہ اس میں تقدیم وتاخیر ہے پہلے سلام ہے اور بعد میں استیذان اجازت حاصل کرنے کے لئے اس طرح کہنا چاہئے۔ السلام علیکم ادخل سلام ہو تم پر کیا میں اندر آسکتا ہوں۔

بنی اسرائیل میں جو قتل کا واقعہ پیش آیا، قرآن کریم میں اس واقعہ کو "وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا

فَاِذْ قَتَلْتُمْ سے بعد میں بیان فرمایا اور اس کے متعلق جو احکام صادر ہوئے ان کو پہلے بیان فرمایا۔ کما قال تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً الآیات۔ اور قرآن کریم میں واقعات کو بکثرت مقدم و مؤخر بیان کیا گیا ہے۔

کما قال ابو حیان وقال بعض الناس التقدیم والتاخیر حسن لان ذلک موجود فی القرآن فی الجمل وفی الکلمات وفی کلام العرب ذوارد من ذلک جملا من ذلک قصة نوح علیہ السلام فی اهلاك قومه وقوله وقال ارکبوا وفی حکم من مات عنها زوجها بالتربص بالاربعة المشهر وبمتاع الی الحول اذ الناسخ مقدم ومنسوخ متاخر۔

(کذا فی البحر المحیط ص۲۵۹ ج۱)

بطور نمونہ چند آیات پر اکتفا کیا گیا ورنہ قرآن کریم ہی میں تقدیم وتاخیر کے صدہا نظائر موجود ہیں اور حدیث میں تو کوئی شمار نہیں غرض یہ کہ تقدیم وتاخیر تحریف کو کیا ہوتی فصاحت وبلاغت کے بھی خلاف نہیں اور آیت توفی میں تقدیم وتاخیر خود ابن عباس رضی سے مروی ہے جیسا کہ تفسیر درمنثور میں مذکور ہے۔

مرزا صاحب بھی تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں

مرزا صاحب مسیح ہندوستان کے ص۵۳ پر لکھتے ہیں "اور مطہرک کی پیشین گوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان الزاموں سے مسیح کو پاک کرے گا اور وہ زمانہ یہی ہے" (یعنی مرزا جی کا زمانہ) اھ

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مسیح سے جو تطہیر کا وعدہ تھا وہ مرزا جی کے زمانہ میں پورا ہوا اور جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ یعنی متبعین کے غالب کرنے کا وعدہ اس وعدہ سے

بہت پہلے پورا ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ واقعہ صلیب کے تین سو سال بعد عیسائیوں کی سلطنت قائم کی گئی تھی اور متبعین کے غلبہ کا وعدہ پورا ہو گیا تھا۔ لہٰذا مرزا جی کے قول پر آیت میں تقدیم و تاخیر لازم آئی۔ اس لئے کہ متبعین کے غالب کرنے کا وعدہ جو آیت میں وعدۂ تطہیر کے بعد مذکور ہے وہ تو پہلے پورا ہوا۔ اور وعدہ تطہیر جو پہلے مذکور ہے وہ مرزا جی کے زمانہ میں انیس سو سال کے بعد پورا ہوا۔

فائدہ

متعلقہ بآیت مائدہ

جب یہ ثابت ہو گیا کہ توفی کے حقیقی معنی استیفاء اور استکمال اور اخذ الشئی وافیا (یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں) اور اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ۔ میں توفی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ توفی سے رفع آسمانی مراد ہے۔ تو اسی طرح سورۂ مائدہ کی آیت توفی کو سمجھئے کہ وہاں بھی توفی سے رفع الی السماء ہی مراد ہے اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے معنی فَلَمَّا رَفَعْتَنِیْ الی السماء کے ہیں۔ چنانچہ تمام معتبر تفاسیر میں توفّیتنی کی تفسیر رفعتنی کے ساتھ مذکور ہے۔ چند تفاسیر کے حوالہ پر اکتفاء کرتے ہیں۔

جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر اور در منثور میں ہے امام رازی تفسیر کبیر ص ۷۰۰ ج ۳ میں لکھتے ہیں فلما توفیتنی المراد به وفاة الرفع الی السماء اور تفسیر ابو السعود ص ۷۰ ج ۳ و رافعک الی فان التوفی اخذ الشئی وافیا اور اسی طرح تفسیر بیضاوی اور معالم التنزیل ص ۳۴۳ ج ۱۔ اور مدارک التنزیل ص ۲۴۳ ج ۱۔ اور تفسیر خازن ص ۲۰۵ ج ۱ و تفسیر روح المعانی

الغرض ان تمام تفاسیر میں صراحۃً اس کی تصریح ہے کہ توفی سے رفع الی السماء مراد

ہے اور بالفرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آیت مائدہ میں توفی سے کنایۃً موت مراد لی گئی ہے تب بھی مرزا صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس آیت میں اس وفات کا ذکر ہے جو نزول قیامت سے پہلے ہوگی۔ کیونکہ آیت کا تمام سیاق وسباق اس بات پر شاہد ہے کہ یہ تمام واقعہ کوئی گذشتہ واقعہ نہیں بلکہ مستقبل یعنی قیامت کا واقعہ ہے اور قیامت سے پہلے ہم بھی وفات مسیح کے قائل ہیں جیسا کہ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ الخ اور ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ اور یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا سے صاف ظاہر ہے۔ تفسیر درمنثور ص ۳۴۹ ج ۲ میں ہے۔

اخرج عبد الرزاق وابن ابی حاتم عن قتادۃ فی قولہ ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ متی یکون ذلک قال یوم القیٰمۃ الا تری انہ یقول یوم ینفع الصدقین۔

ترجمہ:۔ عبد الرزاق اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے نقل کیا کہ قتادہ سے ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ الخ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ یہ واقعہ کب ہوگا؟ تو یہ فرمایا کہ قیامت کے دن ہوگا جیسا کہ ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ سے صاف معلوم ہوتا ہے بلکہ بعض مرفوع احادیث میں بھی اس کی تصریح موجود ہے، کہ یہ واقعہ قیامت کا ہے۔

روی ابن عساکر عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیٰمۃ یدعی بالانبیاء وامھم ثم یدعی بعیسیٰ فیذکرہ نعمتہ علیہ فیقر بھا فیقول یعیسی اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک الآیۃ ثم یقول ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ فینکر ان یکون قال ذلک الحدیث۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۴ ج ۲)

ترجمہ:۔ ابوموسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء اور ان کی امتوں کو بلایا جائے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے قریب بلا کر یہ فرمائیں گے کہ تم نے ہی کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام انکار فرمائیں گے کہ معاذ اللہ میں نے ہرگز نہیں کہا۔

واخرج ابن مردویة عن جابر بن عبد الله انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول اذا کان یوم القیٰمة جمعت الامم ودعا کل اناس بامامهم قال ویدعی عیسیٰ فیقول یعیسیٰ یعیسیٰ ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الهین من دون الله۔ فیقول سبحانك ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق الی قوله یوم ینفع الصدقین ۔ تفسیر درمنثور ص۳۴۹ ج۲۔

اس حدیث شریف کا ترجمہ تقریباً وہی ہے جو کہ پہلی حدیث کا ہے۔ ابوموسیٰ اشعری کی حدیث کی طرح جابر بن عبداللہ کی اس روایت میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے۔ کہ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے یہ دریافت کیا جائے گا۔

مرزا جی جس موت کے مدعی ہیں وہ کسی لفظ سے بھی ثابت نہیں ہوتی مرزا جی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد کشمیر تشریف لے گئے اور ستاسی سال زندہ رہ کر شہر سرینگر کے محلہ خان یار میں مدفون ہوئے یہ نہ کسی آیت سے ثابت ہے نہ کسی حدیث سے۔ اور نہ کسی صحابی اور تابعی بلکہ کسی معتبر عالم کے قول سے بھی ثابت نہیں۔ ممکن ہے یہ بھی اسی کنہیا لال اور مراری لال اور روشن لال سے منقول ہو کہ جنہوں نے کریم بخش کے صادق ہونے کی گواہی دی ہے۔

مرزا جی ازالۃ الاوہام ص ۷۰۸ میں لکھتے ہیں کہ کریم بخش روایت کرتے ہیں کہ گلاب

شاہ مجذوب نے بیس برس پہلے مجھ کو کہا کہ اب عیسیٰ جوان ہو گیا ہے اور لدھیانہ میں آ کر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ پھر کریم بخش کی تعدیل بہت سے گواہوں سے کی گئی جن میں خیراتی، بوٹا، کنہیا لال، مراری لال، روشن لال، گنیشا مل وغیرہ ہیں اور گواہی یہ ہے کہ کریم بخش کا جھوٹ کبھی ثابت نہیں ہوا۔ انتہی الکلام المرزا لغلام۔

ائمہ حدیث جب کسی راوی کی توثیق اور تعدیل نقل کرتے ہیں تو احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کا نام مبارک پیش کر دیتے ہیں۔ مرزا جی کو جب کریم بخش کی روایت کی تعدیل کی ضرورت پیش آئی تو کنہیا لال اور مراری لال کی تعدیل پیش کی۔ ناظرین کرام تعجب نہ فرمائیں۔ نبی کاذب کے سلسلہ روایت کے لئے کنہیا لال اور مراری لال ہی جیسے راوی مناسب اور ضروری ہیں۔ مرزا جی بھی معذور ہیں اپنی مسیحیت کی گواہی میں آخر کس کو پیش کریں؟ حضرات محدثین کے نزدیک مالک عن نافع عن ابن عمر یہ سند سلسلۃ الذہب کے نام سے موسوم ہے یہ سلسلۃ الذہب تو حضرات محدثین کا ہے اور مرزا صاحب کا سلسلۃ الذہب یہ ہے کہ جو حضرات ناظرین نے پڑھا۔ یعنی کنہیا لال اور مراری لال اور روشن لال۔

اے مرزائیو! تمہیں کیا ہوا؟ مالک اور نافع اور ابن عمر کی روایت تو تمہاری نظر میں غیر معتبر ہو گئی اور مرزا اور مراری لال اور کنہیا لال اور روشن لال کی اور اس قسم کے پاگل داس لوگوں کی بکواس معتبر ہو گئی۔ ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

ایک وہم اور اس کا ازالہ

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص ۶۰۲ پر لکھتے ہیں:۔

"تعجب ہے کہ اس قدر تاویلات رکیکہ کرنے سے ذرا ہی نہیں شرم کرتے وہ نہیں سوچتے کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے پہلے یہ آیت ہے وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ۔

اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اوّل اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ہے ایک قصہ تھا زمانہ استقبال کا۔ اور پھر ایسا ہی جو جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ہے یعنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي وہ بھی صیغہ ماضی ہے" انتہیٰ کلام الغلام۔

جواب

یہ ہے کہ مرزا جی اس کے بعد الحکم عــ۲۲ مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ طاعون کی پیشین گوئی کی نسبت لکھتے ہیں کہ "مجھے خدا کی طرف سے وحی ہوئی۔

عفت الدیار محلہا و مقامہا

یعنی اس کا ایک حصہ مٹ جائے گا جو عمارتیں ہیں نابود ہو جائیں گی۔

اس پر اعتراض ہوا کہ یہ مصرع لبید کا ہے اس نے گذشتہ زمانہ کی خبر دی ہے کہ خاص خاص مقام ویران ہو گئے۔

اس کا جواب خود یہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کافیہ عــ یا ہدایۃ النحو بھی پڑھی ہو گی وہ خوب جانتا ہے کہ ماضی مضارع کے معنی پر بھی آجاتی ہے بلکہ ایسے مقامات میں جب کہ آنے والا واقعہ متکلم کی نگاہ میں یقینی الوقوع ہو مضارع کو ماضی کے صیغہ پر لاتے ہیں تاکہ اس امر کا یقینی الوقوع ہونا ظاہر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ۔ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ

عــ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی نے کافیہ اور ہدایۃ النحو پڑھی نہیں ہے۔ کیا وہ شخص جو اپنے زعم میں تمام اوّلین اور آخرین سے علم میں بڑھا ہوا ہو اس کو بھی کافیہ اور ہدایۃ النحو پڑھنے کی ضرورت ہے ۱۲۔

وَلَوْ تَرٰی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّھِمْ - وغیرہ اب معترض صاحب فرمائیں کہ کیا قرآنی آیات ماضی کے صیغے ہیں یا مضارع کے اور اگر ماضی کے صیغے ہیں تو ان کے معنی اس جگہ مضارع کے ہیں یا ماضی کے۔ جھوٹ بولنے کی سزا تو اس قدر کافی ہے کہ آپ کا حملہ صرف میرے پر نہیں بلکہ یہ تو قرآن پر بھی ہو گیا۔ گویا صرف و نحو آپ کو معلوم ہے خدا کو معلوم نہیں اس وجہ سے خدا نے جابجا غلطیاں کھائیں اور مضارع کی جگہ ماضی کو لکھ دیا۔ انتہی الکلام المرزا الغلام۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ جس آیت پر یعنی اِذْ قَالَ اللّٰہُ پر شد ومد سے یہ دعویٰ تھا کہ یہ قصہ ماضی ہے پھر اسی کی نسبت یہ دعویٰ کر دیا، کہ مضارع کے معنی میں ہے تاکہ پیشین گوئی غلط نہ ہونے پائے۔

اور عفت الدیار محلھا و مقامھا پر جو اعتراض تھا اس سے سبک دوش ہو جائیں حالانکہ مرزا جی اول ہی بار ذرا بھی قرآن عزیز میں غور کر لیتے تو ہرگز نہ کہتے ہیں جیسا کہ بعد میں ہوش میں آ ہی گئے کہ اذ ہمیشہ ماضی کے لئے نہیں ہوتا۔ کیونکہ قرآن عزیز میں وَلَوْ تَرٰی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمَلٰٓئِکَۃُ۔ وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ۔ ان آیات میں ہر جگہ لفظ اذ موجود ہے۔ حالانکہ واقعہ سب جگہ مستقبل یعنی قیامت ہی کا ہے۔

حیات عیسٰی علیہ السلام کی

چوتھی دلیل

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ

وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِھَا وَاتَّبِعُوْنِ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ٥ وَلَا

یَصُدَّنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔

(ترجمہ) اور تحقیق وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ علامت ہیں قیامت کی پس اس بارے میں تم ذرہ برابر شک اور تردد نہ کرو اور اے محمدؐ! آپ کہہ دیجئے کہ اس بارے میں صرف میری پیروی کرو یہی سیدھا راستہ ہے کہیں شیطان تم کو اس راہ راست سے نہ روک دے۔ تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو ماننا ہی سیدھا راستہ ہے اور جو اس سے روکے وہ شیطان ہے۔

امام جلیل و کبیر حافظ عماد الدین بن کثیر فرماتے ہیں کہ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونا مراد ہے جیسا کہ عبداللہ بن عباس اور ابوہریرہ اور مجاہد اور ابوالعالیہ اور ابومالک اور عکرمہ اور حسن بصری اور قتادہ اور ضحاک وغیرہم سے منقول ہے جیسا کہ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ اور احادیث متواترہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قبل از قیامت ثابت اور محقق ہے تفسیر ابن کثیر ص ۱۴۶ ج ۹ -

معلوم ہوا کہ جو شخص حضرت مسیح بن مریم کے آسمان سے نازل ہونے کو قیامت کی علامت نہ سمجھے وہ شیطان ہے۔ تم کو سیدھے راستہ سے روکنا چاہتا ہے اور تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس کے کہنے میں ہرگز نہ آنا۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی

پانچویں دلیل

قال الامام احمد حدثنا عفان ثنا ھمام انبانا قتادۃ عن عبد الرحمٰن عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء

الخوة لعلات امهاتهم شتى ودينهم واحد وانى اولى الناس بعيسى ابن مريم لانه لم يكن بنى بينى وبينه وانه نازل فاذا رايتموه فاعرفوه رجل مربوع الى الحمرة والبياض عليه ثوبان ممصران كان راسه يقطر وان لم يصبه بلل فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويدعوا الناس الى الاسلام ويهلك الله فى زمانه الملل كلها الا الاسلام ويهلك الله فى زمانه المسيح الدجال ثم تقع الامنة على الارض حتى ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان بالحيات لا تضرهم فيمكث اربعين سنة ثم يتوفى ويصلى عليه المسلمون وكذا رواه ابوداؤد وكذا فى تفسير ابن كثير صـ٣٦ جـ ٣ وقال الحافظ ابن حجر رحمة الله عليه رواه ابوداؤد و احمد باسناد صحيح - فتح البارى صـ٣٥٤ جـ ٦

ترجمہ

امام احمد بن حنبل رح اپنی مسند میں ابوہریرہ رض سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں۔ مائیں مختلف یعنی شریعتیں مختلف ہیں اور دین یعنی اصول شریعت کا سب کا ایک ہے۔ اور میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ وہ نازل ہوں گے جب ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ وہ میانہ قد ہوں گے، رنگ ان کا سرخ اور سفیدی کے درمیان ہوگا۔ ان پر دو رنگے ہوئے کپڑے ہوں گے سر کی

یہ شان ہوگی کہ گویا اس سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اگرچہ اس کو کسی قسم کی تری نہیں ہوگی، صلیب کو توڑیں گے جزیہ کو اٹھائیں۔ سب کو اسلام کی طرف بلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں سوائے اسلام کے تمام مذاہب کو نیست و نابود کر دے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں مسیح دجال کو قتل کرائے گا۔ پھر تمام روئے زمین پر ایسا امن ہو جائے گا کہ شیر اونٹ کے ساتھ اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں گے۔ اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلنے لگیں گے۔ سانپ ان کو نقصان نہ پہنچائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر چالیس سال ٹھہریں گے پھر وفات پائیں گے۔ اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ابھی وفات نہیں ہوئی۔ آسمان سے نازل ہونے کے بعد قیامت سے پیشتر جب یہ تمام باتیں ظہور میں آجائیں گی تب وفات ہوگی۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی چھٹی دلیل

عن الحسن مرسلا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لليهود ان عیسی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔

(اخرجہ ابن کثیر فی تفسیر ال عمران ص ۳۶۶ ج ۲)

امام حسن بصری سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں مرے وہ قیامت کے قریب ضرور لوٹ کر آئیں گے۔

اس حدیث میں راجع کا لفظ صراحۃً موجود ہے۔ جس کے معنی واپس آنے والے کے ہیں۔ محاورۃً یہ لفظ اسی وقت استعمال ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسری جگہ گیا ہو اور پھر وہاں سے واپس آئے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی

ساتویں دلیل

امام البیہقی کتاب الاسماء والصفات صلا۳ میں فرماتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ انا ابوبکر بن اسحاق انا احمد بن ابراھیم ثنا ابن بکیر ثنی اللیث عن یونس عن ابن شہاب عن نافع مولی ابی قتادۃ الانصاری قال ان ابا ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم۔ انتھی

ترجمہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہوگا تمہارا کہ جب عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ اور اسناد اس روایت کی صحیح ہیں۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی

آٹھویں دلیل

وعن ابن عباسؓ فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعند ذٰلک ینزل عیسی بن مریم من السمآء۔

(اسحاق بن بشیر کنزل العمال صـ۲۶۸ ج ۷)

ترجمہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس اس وقت عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہونگے ان دونوں حدیثوں میں من السماء کا لفظ صراحۃً موجود ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السّلام کی

نویں دلیل

عن عبد اللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوج و یولد لہ و یمکث خمسا و اربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر۔

(رواہ الجوزی فی کتاب الوفاء کتاب الاذاعہ صـ۸۲)

ترجمہ

عبداللہ بن عمر و رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ آئندہ میں عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے (اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے پیشتر زمین پر نہ تھے بلکہ زمین کے بالمقابل آسمان پر تھے) اور میرے قریب مدفون ہوں گے۔ قیامت کے دن میں مسیح بن مریم کے ساتھ اور ابوبکر و عمر کے درمیان قبر سے اٹھوں گا۔ اس حدیث کو ابن جوزی نے کتاب الوفا میں روایت کیا۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی

دسویں دلیل

حدثنی المثنی ثنا اسحق ثنا ابن ابی جعفر عن ابیہ عن الربیع فی قولہ تعالی الٓمّ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم قال ان النصارٰی اتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخاصموہ فی عیسی بن مریم فقالوا لہ من ابوہ وقالوا علی اللہ الکذب و البھتان لا الہ الا ھو لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا فقال لھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الستم تعلمون انہ لا یکون ولد الا ھو یشبہ اباہ قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسی یاتی علیہ الفناء قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا قیم علی کل شیء یکلوہ ویحفظہ ویرزقہ قالوا بلی قال فھل یملک عیسی من ذلک شیئا قالوا لا قال فلستم تعلمون

ان اللہ عزوجل لا یخفی علیہ شیئ فی الارض ولا فی السماء قالوا بلی۔ قال فہل یعلم عیسی من ذلک شیئا الا ما اعلم قالوا لا۔ قال فان ربنا صور عیسی فی الرحم کیف شاء فہل تعلمون ذلک قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا لا یاکل الطعام ولا یشرب الشراب ولا یحدث الحدث قالوا بلی قال الستم تعلمون ان عیسی حملتہ امراۃ کما تحمل المراۃ ثم وضعتہ کما تضع المراۃ ولدھا ثم غذی کما یغذی الصبی ثم کان یطعم ویشرب الشراب ویحدث الحدث قالوا بلی قال فکیف یکون ھذا کما زعمتم قال فعرفوا ثم ابوا فانزل اللہ عز وجل الم اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم۔ تفسیر ابن جریر ص۱۰۸ ج۳

ترجمہ

ربیع سے الم اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب نصاریٰ نجران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے بارے میں آپ سے مناظرہ اور مکالمہ شروع کیا اور یہ کہا کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام ابن اللہ نہیں تو پھر ان کا باپ کون ہے حالانکہ وہ خدا ئے لاشریک بیوی اور اولاد سے پاک اور منزہ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں بے شک ایسا ہی ہوتا ہے (یعنی جب یہ تسلیم ہو گیا کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے تو اس قاعدہ سے حضرت مسیح بھی خدا کے مماثل اور مشابہ ہونے چاہئیں حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ خدا بے مثل ہے اور بےچون وچگون ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پروردگار حی لایموت ہے یعنی زندہ ہے کبھی نہ مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت اور فنا آنے والی ہے (اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں مرے نہیں بلکہ زمانہ آئندہ میں ان پر موت آئے گی) نصاریٰ نجران نے کہا بے شک صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پروردگار ہر چیز کا قائم رکھنے والا تمام عالم کا نگہبان اور محافظ اور سب کا رازق ہے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی کیا ان چیزوں کے مالک ہیں۔ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ اللہ پر زمین اور آسمان کی کوئی شے پوشیدہ نہیں نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا عیسیٰ کی بھی یہی شان ہے؟ نصاریٰ نے کہا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رحم مادر میں جس طرح چاہا بنایا۔ نصاریٰ نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تم کو خوب معلوم ہے، کہ اللہ نہ کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے اور نہ بول و براز کرتا ہے۔ نصاریٰ نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا تم کو خوب معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اور عورتوں کی طرح ان کی والدہ مطہرہ حاملہ ہوئیں اور پھر مریم صدیقہ نے ان کو جنا۔ جس طرح عورتیں بچوں کو جنا کرتی ہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو بچوں کی طرح غذا بھی دی گئی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کھاتے بھی تھے پیتے بھی تھے۔ اور بول و براز بھی کرتے تھے۔ نصاریٰ نے کہا بیشک ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر عیسیٰ علیہ السلام کس طرح خدا کے بیٹے ہو سکتے ہیں؟

نصاریٰ نجران نے حق کو خوب پہچان لیا مگر وہ دیدہ و دانستہ اتباع حق سے

انکار کیا - اللہ عزوجل نے اس بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں - الٓمٓ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔

ایک ضروری تنبیہ

ان تمام احادیث اور روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ احادیث میں جس مسیح کے نزول کی خبر دی گئی اس سے وہی مسیح مراد ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے یعنی وہی مسیح مراد ہیں کہ جو حضرت مریم کے بطن سے بنا باپ کے نفخہ جبرئیل سے پیدا ہوئے اور جن پر اللہ نے انجیل اتاری معاذ اللہ نزول سے امت محمدیہ میں سے کسی دوسرے شخص کا پیدا ہونا مراد نہیں کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہو ورنہ اگر احادیث نزول مسیح سے کسی مثیل مسیح کا پیدا ہونا مراد ہوتا تو بیان نزول کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوہریرہ رض کا آیت کو بطور استشہاد تلاوت کرنے کا کیا مطلب ہوگا؟ معاذ اللہ اگر احادیث نزول میں مثیل مسیح اور مرزاجی کا قادیان میں پیدا ہونا مراد ہے تو لازم آئے گا کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں مسیح کا ذکر آیا ہے سب جگہ مثیل مسیح اور مرزا صاحب ہی مراد ہوں - اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول مسیح کو ذکر فرما کر بطور استشہاد آیت کو تلاوت کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود انہیں مسیح بن مریم کے نزول کو بیان کرنا ہے جن کے بارے میں یہ آیت اتری، کوئی دوسرا مسیح مراد نہیں - اور علیٰ ہذا امام بخاریؒ اور دیگر ائمہ احادیث کا احادیث نزول کے ساتھ سورۂ مریم اور آل عمران اور سورۂ نساء کی آیات کو ذکر کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ احادیث میں ان ہی مسیح بن مریم کا نزول مراد ہے کہ جن کی توفی (اٹھائے جانے) اور رفع الی السماء کا قرآن میں ذکر ہے - حاشا وکلا قرآن کریم کے علاوہ احادیث میں کوئی دوسرا مسیح مراد نہیں، دونوں جگہ ایک ذات مراد ہے - اور اگر بالفرض والتقدیر مرزاجی کے زعم فاسد کی بناء پر ان احادیث میں مثیل

مسیح کی ولادت مراد ہے اور اس کا مصداق مرزا جی ہیں تو مرزا صاحب اپنے اندر وہ علامتیں بتلائیں کہ جو احادیث میں نزول مسیح کی ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) تمام ملتوں کا ختم ہو کر فقط ایک ملت اسلام بن جانا کہ روئے زمین پر سوائے اسلام کے کوئی مذہب نہ رہے۔

(۲) خنزیر کو قتل کرنا اور صلیب کو توڑ دینا۔ یعنی یہودیت اور نصرانیت کو مٹا دینا۔

(۳) مال کو پانی کی طرح بہا دینا کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ رہے۔

(۴) اور جزیہ کو اٹھا دینا۔

(۵) اور زمین پر اتنا امن ہو جانا کہ بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں اور بچے سانپوں سے کھیلنے لگیں۔ ان علامتوں میں سے کوئی بھی علامت مرزا صاحب کے زمانے میں نہیں پائی گئی۔ بلکہ اس کے برعکس اسلام کو تنزل اور صلیبی مذہب کو ترقی اور اسلامی حکومت کا زوال اور نصاریٰ کا غلبہ جس قدر مرزا جی کے زمانہ میں ہوا اس کی نظیر نہ گذشتہ میں ہے اور نہ آئندہ میں ترکی حکومت پر جس قدر بھی زوال آیا وہ تمام کا تمام مرزا جی کے ہی دور مسیحیت میں آیا۔ مرزا جی کے زمانہ میں کسر صلیب اور قتل خنزیر کے بجائے علی الرغم بدہمتی کسر اسلام اور قتل مسلمانان خوب ہوا۔ مرزا جی کے زمانہ میں عیسائی تو کیا مسلمان ہوتے الٹے مسلمان عیسائی ہو گئے۔ مرزا جی جزیہ کو کیا موقوف کرتے خود ہی نصاریٰ کے باج گزار ہو گئے اور اپنی زمینوں کا ٹیکس اور محصول انگریزوں کو دیتے رہے۔ مسیح موعود کی علامتوں میں سے ایک علامت "یفیض المال حتی لا یقبلہ احد" تھی۔ یعنی اتنا مال بہائیں گے کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ رہے گا۔ مگر مرزا صاحب مال تو کیا بہاتے خود ہی ساری عمر چندہ مانگنے میں گذری۔ کبھی مکان کے لئے چندہ مانگا اور کبھی مدرسہ کے نام سے اور کبھی منارۃ المسیح کے نام سے اور کبھی لنگر خانہ کے نام سے اور کبھی بیعت کی فیس کے نام سے اور کبھی کتابوں کی اشاعت کے نام سے۔

غرض یہ کہ ہر حیلہ سے مال جمع کرنے کی تدبیریں کرتے رہے اور تحصیل دنیا کے وہ نئے نئے طریقے نکالے کہ جو کسی بڑے سے بڑے مکار اور عیار کے وہم و خیال میں بھی نہیں آسکتے۔

اس حقیقت کے واضح اور آشکار ہونے کے بعد بھی اگر کوئی بدعقل اور بدنصیب ایسے مکار پر اپنی ایمان کی دولت کو قربان اور نثار کرنا چاہتا ہے تو اختیار ہے۔ ہمارا کام تو حق اور باطل اور محق اور مبطل کے فرق کو واضح کر دینا ہے۔ سو الحمدللہ وہ کر چکے دوا کر چکے اور دعا بھی کرتے ہیں اور آپ سے یہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس سے رشد و ہدایت کی دعا کریں، اور دوا کا استعمال کریں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

حیات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

پر اجماع اُمت

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تلخیص الحبیر صفحہ ۳۱۹ میں فرماتے ہیں۔

اما رفع عیسی فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علی رفعہ ببدنہ حیا وانما اختلفوا هل مات قبل ان یرفع او نام۔ انتهی۔

یعنی تمام محدثین اور مفسرین اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی بدن کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے کچھ دیر کے لئے موت طاری ہوئی یا نہیں یا حالت نوم میں اٹھائے گئے۔

اور تفسیر بحر المحیط کے صفحہ ۴۷۳ ج ۲ پر ہے۔

قال ابن عطیۃ واجمعت الامۃ علی ما تضمنہ الحدیث المتواتر من ان عیسی فی السماء حی وانہ ینزل فی اخر الزمان اھ

یعنی تمام امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور اخیر زمانہ میں نازل ہوں گے جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔

اور تفسیر النہر الماد کے صـ۴۷۳ ج ۲ پر ہے۔

واجمعت الامۃ علی ان عیسی حی فی السماء وینزل الی الارض اھ

اور تفسیر جامع البیان کے صـ۵۰ پر ہے۔

والاجماع علی انہ حی فی السماء وینزل ویقتل الدجال ویوید الدین اھ تفسیر وجیز

امام ابوالحسن اشعری قدس اللہ سرہٗ کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ کے صـ۴۶ پر فرماتے ہیں۔

قال اللہ عز وجل یعیسٰی انی متوفیک ورافعک الی۔ وقال اللہ تعالٰی وماقتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ۔ واجمعت الامۃ علی ان اللہ عزوجل رفع عیسی الی السماء اھ

شیخ اکبر قدس اللہ سرہٗ فتوحات مکیہ کے باب ۷۳ میں فرماتے ہیں۔

لاخلاف فی انہ ینزل فی اٰخر الزمان۔

علامہ سفارینی شرح عقیدۂ سفارینیہ صـ۹۰ ج ۲ پر فرماتے ہیں۔ کہ عیسٰی علیہ السلام کا نزول من السماء کتاب اور سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اول آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ الاٰیۃ نقل کی اور ابو ہریرہ کی حدیث نقل کی اب اس کے بعد فرماتے ہیں۔

وَأَمَّا الْإِجْمَاعُ

فقد اجتمعت الامة على نزوله ولم يخالف فيه احد من اهل الشريعة وانما انكر ذلك الفلاسفة والملاحدة ممن لا يعتد بخلافه وقد انعقد اجماع الامة على انه ينزل ويحكم بهذه الشريعة المحمدية وليس ينزل بشريعة مستقلة عند نزوله من السماء وان كانت النبوة قائمة به وهو متصف بها۔

یعنی رہا اجماع سو تمام امت محمدیہ کا اجماع ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے اور اہل اسلام میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں۔ صرف فلاسفہ اور ملحد اور بے دین لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے جن کا اختلاف قابل اعتبار نہیں اور نیز تمام امت کا اجماع اس پر ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق حکم کریں گے۔ مستقل شریعت لے کر آسمان سے نازل نہ ہوں گے۔ اگرچہ وصف نبوت ان کے ساتھ قائم ہوگا۔

(شرح عقیدہ سفارینیہ ص۹۰ ج ۲)

رفع الی السماء اور نزول من السماء الی الارض کی حکمت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع اور نزول کی حکمت علماء نے بیان کی ہے کہ یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ کما قال وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ ۔ اور دجال جو اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا وہ بھی قوم یہود سے ہوگا

اور یہود اس کے متبع اور پیرو ہوں گے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے تاکہ خوب واضح ہوجائے، کہ جس ذات کی نسبت یہودیہ کہتے تھے کہ ہم نے اس کو قتل کردیا وہ سب غلط ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے زندہ آسمان پر اٹھایا اور اتنے زمانہ تک ان کو زندہ رکھا اور پھر تمہارے قتل اور بربادی کے لئے اتارا تاکہ سب کو معلوم ہوجائے کہ تم جن کے قتل کے مدعی تھے ان کو قتل نہیں کرسکے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے قتل کے لئے نازل کیا اور یہ حکمت فتح الباری کے باب نزول عیسیٰ ص ۳۵۷ ج ۶ پر مذکور ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام سے آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور ملک شام ہی میں نزول ہوگا تاکہ اس ملک کو فتح فرمائیں۔ جیساکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے چند سال بعد فتح مکہ کے لئے تشریف لائے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے شام سے آسمان کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور وفات سے کچھ روز پہلے شام کو فتح کرنے کے لئے آسمان سے نازل ہوں گے اور یہود کا استیصال فرمائیں گے اور نازل ہونے کے بعد صلیب کا توڑنا بھی اس طرف مشیر ہوگا کہ یہود اور نصاریٰ کا یہ اعتقاد کہ مسیح بن مریم صلیب پر چڑھائے گئے بالکل غلط ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھے۔ اس لئے نازل ہونے کے بعد صلیب کا نام و نشان بھی نہ چھوڑیں گے۔

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر تم نبی کریم کا زمانہ پاؤ تو ان پر ضرور ایمان لانا اور ان کی ضرور مدد کرنا۔ کما قال تعالیٰ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط اور انبیاء بنی اسرائیل کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا تھا اس لئے حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا تاکہ جس وقت دجال ظاہر ہو اس وقت آپ آسمان سے نازل ہوں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی مدد

فرمائیں۔

کیونکہ جس وقت دجال ظاہر ہوگا وہ وقت امت محمدیہ پر سخت مصیبت کا وقت ہوگا اور امت شدید امداد کی محتاج ہوگی۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام اس وقت نازل ہوں گے تاکہ امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصرت واعانت کا جو وعدہ تمام انبیاء کر چکے ہیں وہ وعدہ اپنی طرف سے اصالۃً اور باقی انبیاء کی طرف سے وکالۃً ایفا فرمائیں۔

فافہم ذٰلک فانہ لطیف۔

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب انجیل میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی امت کے اوصاف دیکھے تو حق تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی کہ مجھے بھی امت محمدیہ میں سے کر دیجئے، حق تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کو آخر زمانہ تک باقی رکھا اور قیامت کے قریب دین اسلام کے لئے ایک مجدد کی حیثیت سے تشریف لائیں گے تاکہ قیامت کے نزدیک ان کا حشر امت محمدیہ کے زمرہ میں ہو۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

عہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے اسرار و حکم کے بارے میں اس ناچیز نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ طالبان حق اس رسالہ کو ضرور دیکھیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ رسالہ موجب سکینت و طمانینت ہوگا۔ اس رسالہ کا نام لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ بن مریم ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام رسول بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں

حافظ شمس الدین ذہبی تجرید میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی اصابہ میں اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں تحریر فرماتے ہیں کہ عیسٰی بن مریم جس طرح نبی اللہ اور رسول اللہ ہیں اسی طرح صحابی بھی ہیں۔ اس لئے کہ مسیح بن مریم علیہما السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں بحالت حیات وفات سے پیشتر اسی جسد عنصری کے ساتھ دیکھا ہے اور دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں اپنی اپنی وفات کے بعد دیکھا ہے۔

روی ابن عساکر عن انس قلنا یا رسول اللہ رأینا صافحت شیئا ولا نراہ قال ذلک اخی عیسی بن مریم انتظرتہ حتی طوافہ فسلمت علیہ۔

ابن عساکر نے حضرت انس رض سے روایت کیا ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے آپ کو کسی سے مصافحہ کرتے دیکھا مگر اس شخص کو نہ دیکھا جس سے آپ نے مصافحہ فرمایا ارشاد فرمایا کہ وہ میرے بھائی عیسٰی بن مریم تھے میں ان کا منتظر رہا یہاں تک کہ وہ اپنے طواف سے فارغ ہوئے تب میں نے ان کو سلام کیا۔

زرقانی شرح مواہب
ص ۲۴۷ ج ۵

وروی ابن عدی عن انس بینا نحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأینا بردا و یدا فقلنا یا رسول اللہ ما ھذا الذی رأینا والید قال

ابن عدی نے انس رض سے روایت کیا ہے کہ ہم ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اچانک ایک چادر اور ایک ہاتھ نظر آیا ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا

قد رایتموہ فقلنا نعم قال ذاك عیسیٰ ابن مریم سلم علی۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ میرے بھائی عیسیٰ بن مریم تھے جنہوں نے اس وقت مجھ کو سلام کیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر ہونا، تو دلائل حیات سے معلوم ہو چکا تھا، مگر احادیث معراج اور ابن عساکر اور ابن عدی کی روایت سے ملاقات بھی ثابت ہو گئی۔ اس لئے اگر بالفرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت فرمائیں تو اس روایت کو علی شرط البخاری حدیث متصل سمجھنا چاہیے کیونکہ امام بخاری کے نزدیک اتصال روایت کے لئے ثبوت لقاء شرط ہے اور امام مسلم کے نزدیک محض معاصرت کافی ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہونے کو بطور الغاز اور معمہ اپنے ایک قصیدہ میں ذکر کیا ہے ؎

من باتفاق جمیع الخلق افضل من

خیر الصحاب ابی بکر و من عمر

وہ کون شخص ہے کہ جو بالاتفاق ابوبکرؓ اور عمرؓ سے بھی افضل ہے مگر جو تمام صحابہ سے افضل و بہتر ہے۔

ومن علی و من عثمان وھو فتی

من امۃ المصطفیٰ المختار من مضر

اور وہ شخص علیؓ اور عثمانؓ سے بھی افضل ہے حالانکہ وہ شخص محمدؐ مصطفیٰ کی امت کا ایک فرد ہے۔

الشی بالشی یذکر ایک شے کے ذکر سے دوسری شے یاد آ ہی جاتی ہے، حافظ عسقلانی اصابہ میں فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام جمہور محدثین کے نزدیک نبی ہیں مگر صحابی

بھی ہیں جیساکہ بعض روایات سے خضر علیہ السلام کی ملاقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتی ہے تفصیل اگر درکار ہو تو اصابہ کی مراجعت فرمائیں۔

عبد ضعیف کہتا ہے (عفا اللہ عنہ) کہ اس روایت میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی بھی خضر علیہ السلام سے ملاقات مذکور ہے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ انس بن مالکؓ دو پیغمبروں کے صحابی ہیں تو میں امید کرتا ہوں کہ یہ کلمہ شاید خلاف حق نہ ہوگا۔

واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ. وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ.

اللہم انی اعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من فتنۃ المسیح الدجال واعوذ بک من فتنۃ المحیا والممات۔ امین

برحمتک یا ارحم الراحمین

یا ذا الجلال والاکرام

وانا العبد الضعیف المدعو!

محمد ادریس الکاندھلوی

اجارہ اللہ تعالی من خزی الدنیا وعذاب الآخرۃ۔ امین